چوتھی سمت

علیم الحق حقی

وہ خواب کی طرح نازک اور محبت کی طرح حسین تھی۔ اس کے لمبے بال کمر سے بھی نیچے چٹیا کی شکل میں جھول رہے تھے۔ اس کا چہرہ دل کی شکل کا تھا۔ اس کی شربتی آنکھیں جھیل کی سی گہری تھیں۔ اس کے نقوش ترشے ہوئے لگتے تھے۔ وہ قدرت کی صناعی کا شاہکار تھی۔

وہ سوچ رہا تھا کہ میں نے زندگی میں اتنی خوب صورت عورت نہیں دیکھی۔

اُس نے اپنی سیٹ پر پہلو بدلا اور آنکھیں سکیڑ کر اسے اور غور سے دیکھنے لگا۔ اس کا ذہن بس ایک ہی لفظ کی تکرار کر رہا تھا۔ خوب صورت، خوب صورت.......... محبت کی طرح خوب صورت۔

پھر اس کی سانسیں رُکنے لگیں۔ اب وہ براہِ راست اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی شفاف آنکھوں میں بھیگی بھیگی سی چمک تھی۔ ”میں تم سے محبت کرتی ہوں۔“ وہ بولی۔

اسے اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا۔ اس کا دل اتنے زور سے دھڑک رہا تھا کہ اس کی لے پر اس کا پورا جسم دھیرے دھیرے لرز رہا تھا۔

”میں تم سے محبت کرتی ہوں۔“ اس نے دُہرایا۔ اس کی آواز میں نرمی اور ٹھہراؤ تھا۔ ”میں تم سے اس وقت سے محبت کرتی ہوں، جب سورج پہلی بار طلوع ہوا تھا۔ میں نے خدا کے نازل کئے ہوئے قہر کے دوران بھی تم سے محبت کی اور انسان کی انسان پر تھوپی ہوئی تباہیوں کے دوران بھی تمہیں چاہا۔ میں اپنی محبت پر نہ شرمندہ ہوں، نہ مجھے اس پر فخر ہے۔ میری محبت بس محبت ہے۔ صرف محبت، یہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ میں صرف تمہاری ہوں۔ میری محبت صرف تمہارے لئے ہے۔“

وہ رونے لگا۔ اس نے خود کو روکنے کی کوشش کی لیکن سینے میں جیسے کوئی چشمہ پھوٹ نکلا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس کے چہرے کو بھگوتے ہوئے دامن پر گر رہے تھے۔ اس نے گہری گہری سانسیں لیں لیکن آنسو نہ رکے۔ بس اسے

اپنے سینے پر دکھ کا بھاری پتھر رکھا محسوس ہو رہا تھا اور کوئی نامعلوم، انجان سا پچھتاوا تھا۔ اس کے پہلو میں بیٹھی عورت نے سر گھما کر اسے دیکھا۔ "کیا بات ہے؟" اس نے اس کا بازو چھوتے ہوئے پوچھا۔

اس نے عورت کی طرف مطلق دھیان نہ دیا اور آنسو بھری آنکھوں سے سامنے دیکھتا رہا۔ اسی وقت اسکرین پر "دی اینڈ" کے لفظ چمکے اور ہال میں روشنی ہو گئی۔

☆==========☆==========☆

گھر واپس جاتے ہوئے ان کے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ وہ خود کار انداز میں ڈرائیو کرتا رہا۔ اسے خوشی تھی کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں آپ ہی اپنا فرض انجام دے رہے ہیں۔ ہاتھ اسٹیئرنگ گھمانے کا اور پاؤں ایکسیلیٹر اور بریک پیڈل دبانے کا۔ کیونکہ وہ اس وقت اپنے حواس میں نہیں تھا۔

عورت نے اس کی طرف رخ کرتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔ "مجھے پتا ہوتا کہ یہ فلم تم پر اتنا گہرا اثر چھوڑے گی تو میں کبھی یہ فلم دیکھنے کی ضد نہ کرتی۔"

"مجھے اس فلم نے ہلا ڈالا ہے۔" اس نے اعتراف کیا۔ اس وقت وہ خود کو احمق محسوس کر رہا تھا۔ سینما ہال میں اس کا ردِ عمل اتنا طاقت ور تھا کہ وہ خود کو قابو میں نہیں رکھ سکا تھا اور اب اسے اس ردِ عمل پر حیرت ہو رہی تھی۔ وہ تو بچپن میں کبھی نہیں رویا تھا۔ ہاں، بہت جذباتی ہوتا تو بس آنکھیں بھیگ جاتیں، آنسو تو اس نے زندگی میں کبھی نہیں بہائے تھے۔

"لیکن میرے خیال میں فلم اتنی زیادہ متاثر کن ہرگز نہیں تھی۔" وہ بولی۔

"ہاں، میرا اپنا اندازہ بھی یہی ہے۔"

لیکن اس کے خیالات اس کی مرضی کے تابع نہیں تھے۔ وہ آزاد اور خود مختار تھے۔ اس کے پُرسکون ظاہر کے نیچے چھپے باطن کے آسمان پر وہ آزاد پرندوں کی طرح چکر لگا رہے تھے۔ وہ اس سے اس جواب کا تقاضا کر رہے تھے جو اس کے پاس نہیں تھا لیکن ایک سمجھ میں نہ آنے والا احساس ضرور تھا۔ یہ احساس کہ کوئی لفظ اس کی نوکِ زباں پر تھرک رہا ہے۔

اس نے گاڑی گیٹ سے گزار کے داخلی دروازے کے سامنے کھڑی کی اور الماس کو اترنے کا اشارہ کیا پھر وہ گاڑی کو گیراج میں لے گیا۔ گیراج مکان کے عقبی حصے میں تھا۔

عقبی باغیچے کے بجریلے راستے میں چلتے ہوئے وہ رکا اور سر اوپر اٹھایا، جیسے کچھ سننے کی کوشش کر رہا ہو لیکن یہ اسے خود بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا سننا چاہتا ہے۔ اس تاریکی میں ہوا زندگی سے بھری نبض کی طرح دھڑکتی محسوس ہو رہی تھی۔ باغیچے میں رات کی رانی کی مہک اٹکھیلیاں کر رہی تھی۔ دائیں جانب کی جھاڑیوں سے جھینگروں کی آواز سکوت کا پیراہن تار تار کر رہی تھی۔ فوارے سے گولڈ فش مچھلیوں کے تالاب میں گرتا ہوا پانی جیسے ہولے ہولے گنگنا رہا تھا۔ رات کی مخصوص آوازیں اور خوشبوئیں بے حد واضح تھیں لیکن وہ اس عجیب سے احساسِ توقع کی تسلی نہیں کر رہی تھیں، جس کے تحت وہ رکا تھا۔

درختوں کے تاریک سایوں کے درمیان ایک ہیولا سا نظر آیا۔ وہ اس کا پالتو بِلا تھا.......... جونی۔ وہ آیا اور اس کی پنڈلیوں سے سر رگڑتے ہوئے خرخرانے لگا۔ اس نے جھک کر جونی کا سر سہلایا۔ جونی ہٹا اور مکان کی طرف بڑھ گیا۔ وہ بھوکا تھا اور کھانے کو کچھ مانگ رہا تھا۔ کاظم بھی اس کے پیچھے چل دیا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر عقبی دروازے کی چابی ٹٹولی۔ جونی اب بے تابی سے میاؤں میاؤں کر رہا تھا۔

اس نے عقبی دروازہ کھولا۔ بِلا بے تابی سے اس سے پہلے اندر گھس گیا۔ وہ کچن میں بھی اس سے پہلے ہی پہنچا۔

کاظم نے فریج کھول کر اس میں سے پھیپھڑا نکالا۔ چھری سے اس کے ٹکڑے کر کے اس نے بلّے کے سامنے ڈالے۔ بِلا پھیپھڑے پر ٹوٹ پڑا۔ اس کے حلق سے غراہٹ سے مشابہ شکر گزاری کی دھیمی سی آوازیں نکل رہی تھیں۔

الماس کچن میں داخل ہوئی۔ اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ اب وہ ہلکا سوتی لباس پہنے ہوئے تھی جس نے اس کے جسمانی خطوط کو اجاگر کر دیا تھا۔ لباس سفید رنگ کا تھا۔ اس کی وجہ سے اس کے سیاہ لانبے بال اور نمایاں لگ رہے تھے۔

"بھوک لگ رہی ہے کاظم؟" اس نے اس کی کمر کو چھوتے ہوئے پوچھا۔

"بس سینڈوچ اور کافی سے کام چل جائے گا۔"

وہ دونوں پانچ مہینے پہلے ایک پارٹی میں ملے تھے۔ الماس ابتدا ہی سے اس پر چھا گئی تھی۔ کاظم نے بھی اس کی شخصیت کے قابضانہ رخ کو قبول کر لیا تھا اس کا خیال تھا کہ اسے الماس سے محبت ہو گئی ہے لیکن جب بھی وہ اکیلا ہوتا تو اس کے لئے اپنے جذبات کا

تجزیہ کرنے کی کوشش کرتا۔ اسے اپنی محبت پر پورا یقین نہیں تھا۔

الماس کافی بنانے کیلئے پرکولیٹر دھو رہی تھی۔ کاظم اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ برتن دھوتے ہوئے بھی اس کے مزاج کی جارحیت نمایاں رہتی تھی۔ اس وقت بھی ایسا لگتا تھا کہ اس نے پرکولیٹر پر حملہ کر دیا ہے۔ اس کی حرکات میں تیزی اور قطعیت تھی۔ اسے گھر کو صاف ستھرا رکھنے کا خبط تھا لیکن کاظم کو اس بات کی کوئی پروا نہیں تھی۔ اس کا خیال تھا کہ ایک ملازمہ بھی گھر کو ٹھیک ٹھاک رکھ سکتی ہے۔

الماس پونا کی رہنے والی تھی۔ وہاں وہ اسٹیج پر کام کرتی رہی تھی پھر فلم کا شوق اسے بمبئی لے آیا تھا۔ یہاں آئے ہوئے اسے ایک سال ہو چکا تھا۔ یہاں اسے چند فلموں میں چھوٹے مگر اچھے کردار ملے تھے۔ ٹیلی ویژن ڈراموں میں بھی وہ خاصا اچھا کام کر چکی تھی۔ مجموعی طور پر صورتِ حال کچھ زیادہ حوصلہ افزا نہیں تھی لیکن الماس بے حد مستقل مزاج عورت تھی۔ مایوس ہونا اس نے سیکھا ہی نہیں تھا۔

کاظم اسے سینڈوچ تیار کرتے دیکھتا رہا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ الماس بے حد حسین عورت تھی لیکن کاظم اس کی فن کارانہ صلاحیتوں کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ بس وہ اتنا جانتا تھا کہ وہ آندھی طوفان کی طرح آئی اور اس پر چھا گئی ہے۔ وہ کبھی کبھی اس کی حاکمیت سے چڑ جاتا تھا لیکن یہ بھی تھا کہ اس میں وہ اپنے لئے غیر معمولی کشش محسوس کرتا تھا۔ مختصر یہ کہ ان کا ارادہ چار ماہ بعد شادی کرنے کا تھا۔

”تم ڈرائنگ روم میں جا کر بیٹھو۔ میں سینڈوچ اور کافی لے کر آتی ہوں۔“ الماس نے اچانک پلٹتے ہوئے کہا۔

کاظم ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔ الماس ابھی کچن میں ہی تھی۔ وہ موقع غنیمت جان کر ٹیلی فون کی طرف بڑھا۔ ٹیلی فون کے ساتھ جواب دینے والی مشین لگی تھی۔ ریسیور نہ اٹھایا جاتا تو فون کرنے والے کو مشینی آواز بتا دیتی کہ پیغام چھوڑ دیا جائے‘ ریکارڈ ہو جائے گا۔ اس نے بٹن دبائے اور ریکارڈ شدہ پیغام سننے لگا۔ اس کے ایجنٹ ایاز حسین کی آواز ابھری۔ ”صبح پہلی فرصت میں میرے آفس فون کر لینا۔ میرے پاس تمہارے لئے ایک خبر ہے۔“

ایاز کا لہجہ ہمیشہ سپاٹ رہتا تھا۔ اب اس وقت بھی کاظم اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ خبر اچھی ہو گی یا بری۔ یہ تو فون کرنے کے بعد ہی معلوم ہو سکے گا۔

دوسرا فون نوجوان ہدایت کار نوین چوپڑہ کا تھا۔ اس کے لہجے میں وہ سختی تھی‘ جو کسی مشین سے گفتگو کو برا سمجھنے والے کے لہجے میں ہی ہو سکتی تھی۔ ”ہیلو کاظم‘ میں نوین چوپڑہ بول رہا ہوں‘ ہفتے کی رات میرے ہاں پارٹی ہے۔ آٹھ بجے کے بعد تمہیں اس میں آنا ہے۔ میں انکار نہیں سنوں گا۔ بس تمہارا انتظار کروں گا۔“

چھ ماہ پہلے کاظم سعید‘ نوین چوپڑہ کے گھر میں قدم رکھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ بلکہ اسے چوپڑہ کے گھر کا فون نمبر بھی میسر نہ آتا مگر تین سال کی خواری کے بعد آخر کار ایک فلمساز نے اس کا ایک اسکرپٹ قبول کر لیا تھا۔ اسی فلمساز کی‘ ہالی ووڈ کے ایک فلم ساز کے اشتراک سے بنائی جانے والی فلم مکمل ہو چکی تھی۔ ہالی ووڈ کا فلم ساز ڈیوڈ اسٹرائیکر اس فلم کی ریلیز کے موقع پر بمبئی آیا۔ ہندوستانی فلم ساز نے باتوں ہی باتوں میں اسے کاظم سے خریدی ہوئی کہانی سنائی۔ ہالی ووڈ کے فلم ساز نے کاظم سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ ملاقات ہوئی۔ ہالی ووڈ کے فلم ساز نے اس سے پوچھا کہ کیا وہ ماحول کی تبدیلی کے ساتھ اور کچھ ردوبدل کے بعد اس کہانی کو انگریزی اسکرپٹ میں ڈھال سکتا ہے۔ کاظم کو پہلی بار ایم اے انگلش کی افادیت کا احساس ہوا۔ اس نے پورے اعتماد سے ہامی بھر لی۔

وہ اسکرپٹ اس نے ہالی ووڈ جا کر لکھا اور اسے اس کا بھاری معاوضہ ملا۔ بس پھر اس کے وارے نیارے ہو گئے۔ مقامی فلم ساز اس کے گھر کے چکر لگانے لگے لیکن اس کا ایک ہی جواب تھا کہ میں بے حساب کہانیاں نہیں لکھ سکتا۔ آئیڈیے نہیں سنا سکتا‘ جس کے بعد آپ کی مرضی کے مطابق اس میں مسالے ڈالے جا سکیں۔ جب کوئی اسکرپٹ مکمل ہو گا‘ میں آپ کو پیش کر دوں گا۔ اچھا لگے تو لے لیجئے گا‘ یوں اس کی اور ساکھ بن گئی۔

کاظم سعید کی عمر اب ۲۹ سال تھی۔ رائٹر بننا اس کا پہلا خواب تھا۔ جب اس نے میٹرک کیا تھا تو اس کے والد نے اس سے کہا تھا۔ ”اب تمہیں فیصلہ کر لینا چاہئے کہ تمہیں مستقبل میں کیا کرنا ہے۔ اسی لحاظ سے مضامین کا انتخاب کرنا۔“

اور کاظم نے ہچکچائے بغیر کہا تھا۔ ”مجھے رائٹر بننا ہے ابو۔“

ابتدا ہی سے اسے بس دو چیزوں سے دلچسپی تھی۔ کتابوں سے اور فلموں سے۔ وہ انٹر میں تھا تو اس کے باپ کا انتقال ہو گیا لیکن دولت مسئلہ نہیں تھی۔ اس کے باپ نے دولت اور جائیداد کافی چھوڑی تھی۔ چنانچہ وہ صرف باپ کے سائے سے محروم ہوا۔ پریشانی اسے کوئی نہیں ہوئی۔ اس نے ایم اے کر لیا۔ اس کی ماں مصر تھی کہ وہ باپ کا

کاروبار سنبھال لے لیکن وہ اب اپنا شوق پورا کرنا چاہتا تھا۔ ماں نے اس کی ضد سے ہار کر اسے بمبئی جانے کی اجازت دے دی۔ اسے اپنے بیٹے کی کامیابی پر ایمان تھا۔ چھبیس سال کی عمر میں کاظم کا پہلا ناول شائع ہوا۔ رائلٹی کے طور پر چار سو روپے ملے۔ اسے اندازہ ہوگیا کہ رائٹنگ کو پیشے کے طور پر اپنانا سود مند نہیں۔ ویسے وہ قلم پر انحصار کرتا بھی نہیں تھا۔ باپ کی چھوڑی ہوئی دولت کم نہیں تھی اور وہ اس کا واحد وارث تھا۔ ناول کی اشاعت سے اسے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اپنی صلاحیتوں پر اس کا اعتماد قائم ہوگیا۔ اسے معلوم ہوگیا کہ اس کی تحریر قبولیت کی سند پاسکتی ہے۔

اس کی ماں نے صرف اس کی صلاحیتوں پر بھروسا کرکے اسے بمبئی جانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ وہ ہر ماہ باقاعدگی سے اسے پانچ ہزار روپے بھیجتی تھی۔ یہ اس کی شرط تھی کہ جب تک وہ رائٹر کی حیثیت سے اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوتا اسے یہ پانچ ہزار قبول کرنے ہوں گے۔

بمبئی پہنچنے کے بعد تین سال تک وہ اپنے اسکرپٹ لئے پھرتا رہا مگر کسی فلم ساز نے اسے نہیں پوچھا۔ آخر کار اس نے ٹی وی کے لئے تین ڈرامے لکھے۔ ڈرامے کامیاب ثابت ہوئے مگر فلم والوں کے نزدیک اس کی اس کامیابی کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ البتہ ہالی ووڈ کی فلم دی ہنٹر کا اسکرپٹ لکھتے ہی وہ فلم والوں کے نزدیک ٹاپ اسکرین پلے رائٹر بن گیا۔ اب وہ سپر رائٹر تھا۔ جو دروازے اس کے لئے بند تھے وہ اب دستک کے بغیر ہی اس کے لئے کھل گئے تھے۔ بڑے لوگوں کی سیکریٹریاں اب اسے سر کہہ کر مخاطب کرتیں۔ وہ ان کے باس کا انتظار کر رہا ہوتا تو وہ اسے کافی یا چائے پیش کرتیں۔ ویسے اب اسے انتظار کی زحمت کم ہی دی جاتی تھی۔ اس کا ایجنٹ اس کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہتا۔ اسے افسوس ہوتا کہ اس کے پرانے اور بے تکلف دوست اب اس کا اتنا احترام کرتے کہ اسے وحشت ہونے لگتی اور کچھ زبردستی کے دوست خواہ مخواہ گلے پڑ گئے تھے۔ یعنی کامیابی نے اسے تنہا کر دیا تھا۔ ایسے میں الماس اس کے لئے بڑی نعمت ثابت ہوئی تھی۔

یہ ایجنٹ کا دُم چھلا بھی کامیابی کے دم سے تھا۔ یہ مشورہ اسے ہالی ووڈ کے اسی فلم ساز نے دیا تھا جس کے لئے اس نے اسکرپٹ لکھا تھا۔ اس نے کہا تھا۔ ”ایجنٹ کی موجودگی سے یہ فائدہ ہوگا کہ فلم ساز تمہارا وقت ضائع نہیں کرسکیں گے اور تمہاری کہانی

اچھے فلم سازوں اور ہدایت کاروں تک پہنچ سکے گی۔ ہالی ووڈ میں تو ایجنٹ کے بغیر کام ہی نہیں چلتا۔ تم تجربہ کرکے دیکھ لو۔ ہالی ووڈ میں تو میں خود تمہاری نمائندگی کروں گا۔“

کاظم نے ڈیوڈ اسٹرائیکر کے مشورے پر عمل کیا۔ جلد ہی وہ ایجنٹ کی افادیت کا قائل ہوگیا۔ فلمی دنیا کے لوگ اس کا مذاق اڑاتے۔ کہتے کہ کامیابی نے سالے کا دماغ خراب کر دیا ہے مگر اسے کوئی پروا نہیں تھی۔ وہ سب کچھ پیٹھ پیچھے ہوتا تھا، سامنے تو سب اسے سراہتے تھے۔

ایاز حسین فلمی دنیا سے خوب واقف تھا۔ وہ بہت اچھا ڈائریکٹر تھا۔ ابتدا میں اس کی کئی فلمیں ہٹ ہوئیں مگر پھر چند اچھی فلمیں بھی باکس آفس پر ناکام ہوگئیں۔ یوں فلمی دنیا کی ریت کے مطابق وہ آہستہ آہستہ فیڈ آؤٹ ہوگیا۔ اب وہ ایجنٹ کی حیثیت سے اسی ماحول میں جی رہا تھا۔ فلم سے متعلق کوئی فرد ایسا نہیں تھا جو اسے جانتا نہ ہو۔

یہ سب کچھ سوچتے ہوئے کاظم سعید نے ٹیلی فون کی جواب دینے والی مشین کا سوئچ آف کیا۔ جیسے یوں خیالات کا سلسلہ بھی منقطع ہو جائے گا۔ اسی وقت الماس کافی اور سینڈوچ لے آئی اور کچھ سوچنے کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ الماس نے کافی کا کپ اسے تھماتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ اس کی پیشانی پر اسے سوچ کی لکیریں نظر آئیں۔ آنکھوں کے نیچے ہلکے سے سیاہ حلقے تھے۔ اس کا یہ روپ الماس کی مرضی کے مطابق نہیں تھا۔ وہ سوچ رہی تھی آج رات کوئی چیز بھی ٹھیک نہیں۔ عام حالات میں وہ خوش مزاج اور چلبلا ہوتا تھا۔ نوخیز لڑکوں کی طرح۔ وہ اکثر سوچتی شاید اسی لئے وہ اسے اتنا اچھا لگتا ہے۔ کبھی کبھی تو اس کے لئے اس کے دل میں ممتا سے ملتا جلتا کوئی جذبہ مچلنے لگتا تھا۔

اس نے انگلی سے کاظم کے رخسار کو تھپتھپایا۔ ”کیا بات ہے کاظم۔ طبیعت تو ٹھیک ہے؟“

جانے کیا بات تھی کہ الماس کے لہجے کی نرمی اور محبت نے اسے خوف زدہ کر دیا۔ وہ بولا۔ ”آج لکھنے کے اعتبار سے بھی تو اچھا دن نہیں گزرا ہے۔“

الماس مطمئن ہوگئی وہ جانتی تھی کہ تخلیقی نوعیت کے کام کس قدر تھکا دینے والے ہوتے ہیں اور پھر لکھنا......... جدوجہد، اپنے لکھے ہوئے پر بے یقینی اور پھر کام کے دوران تنہائی کا احساس........ یہ سب کچھ ہوتا ہی تھکا دینے والا ہے۔ ”اچھا تم نہا لو پھر

میں تمہارے سر کی مالش کر دوں گی۔ ساری تھکن ڈھل جائے گی۔"

کاظم نے پُرخیال انداز میں کافی کا گھونٹ لیا اور بولا۔ "بھئی غضب کی خوب صورت تھی وہ عورت۔ کیسا غیر معمولی چہرہ تھا اس کا۔" اس کا انداز خود کلامی کا سا تھا۔

"کس کی بات کر رہے ہو؟"

"وہ لڑکی جو اس فلم میں تھی۔ کیا نام تھا اس کا۔ ہاں نازنین۔" اس کا چہرہ کاظم کے تصور میں لہرانے لگا۔ وہ بے خیالی میں اپنی گردن سہلا رہا تھا۔

"ہاں، تمہیں تو معلوم ہی ہوگا کہ اس فلم کے بعد شاید وہ زیادہ عرصے زندہ نہیں رہی تھی۔" الماس نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے کہا۔ "اور میرے خیال میں اُس میں کوئی ایسی خاص بات تو نہیں تھی۔ پرانے زمانے میں کوئی ذرا بھی اداکاری کرلیتا تو کہیں کا کہیں پہنچ جاتا تھا، اداکاری کسی کو آتی ہی نہیں تھی اور ہاں......... یہ نازنین تمہیں کب سے اچھی لگنے لگی؟" اس کا لہجہ طنزیہ ہو گیا۔

کاظم نے سر جھٹکا۔ "یہ تو غیر معمولی خوب صورتی ہے۔ دلوں کے تار چھیڑ دینے والی۔"

الماس نے مضحکہ اڑانے والا قہقہہ لگایا۔ "تمہارا تو حال سولہ سال کے لڑکوں کا سا ہے، جنہیں پہلی بار کسی سے محبت ہوئی ہے۔" پھر اچانک ہی اس نے پوچھا۔ "یہ بتاؤ کیا تم اکثر اسی طرح رو پڑتے ہو؟"

"کاظم نے سر اٹھا کر تیز نظروں سے اسے دیکھا۔ "تمہارا کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"دیکھو نا آخر ہم شادی کرنے والے ہیں۔ مجھے ان باتوں کے متعلق معلوم ہونا چاہئے۔" الماس نے معاملے کی سنگینی کو اپنی مسکراہٹ سے چھپانے کی کوشش کی۔

"مجھے یاد نہیں آتا کہ آج سے پہلے کبھی میں اس طرح رویا ہوں۔"

"تو پھر آج ایسے کیوں روئے؟"

کاظم نے بے بسی سے اپنے دونوں ہاتھ سامنے کی طرف پھیلا دیئے۔ "میں خود بھی نہیں سمجھ پایا ہوں۔ بس ایسا لگا، جیسے اندر کسی نے کوئی خفیہ بٹن دبا دیا ہو۔ بس اچانک ہی آنسو امنڈ آئے۔ کیوں؟ اس کی وضاحت میں نہیں کر سکتا۔"

الماس اسے بغور دیکھتی رہی پھر مسکرا دی۔ "یہ روز کا معمول نہیں تو پھر مجھے کوئی پروا نہیں۔ جاؤ اب تم نہالو۔" یہ کہہ کر وہ کچن کی طرف چلی گئی۔

سگریٹ سلگاتے ہوئے کاظم کو احساس ہوا کہ اس کے ہاتھ میں لرزش ہے۔ اس نے سوچا، واقعی مجھے بس آرام کی ضرورت ہے۔ غسل اور پھر سر کی مالش، مگر اس رات دیر تک وہ بستر پر لیٹا یہ سوچنے کی کوشش کرتا رہا کہ چونتیس سال پرانی اس فلم کی ہیروئن میں ایسی کون سی بات تھی، جس نے مجھے بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے پر مجبور کر دیا مگر اس کے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا۔

☆=========☆=========☆

کاظم کی آنکھ اس احساس کے ساتھ کھلی کہ اسے کچھ کرنا ہے لیکن کیا کرنا ہے؟ یہ اسے یاد نہیں تھا۔ وہ بستر پر لیٹا گہری گہری سانسیں لیتا رہا۔ کچن کی جانب سے نہ صرف سر گرمی کی آوازیں آرہی تھیں بلکہ تلے ہوئے انڈوں کی خوشبو بھی واضح تھی پھر بیڈ روم کی طرف بڑھتی آہٹیں سنائی دیں اور الماس کا چہرہ نظر آیا۔

"بس اٹھ جاؤ کاہل آدمی۔ تین منٹ بعد ناشتہ لگ جائے گا۔ پتا بھی ہے، صبح تو گزر بھی چکی۔"

اس کا ناشتہ عام طور پر کافی، ایک سگریٹ اور پھر آہستہ آہستہ نیند کے ٹوٹتے طلسم پر مشتمل ہوتا تھا لیکن دو ہفتے پہلے جب الماس اس کے گھر منتقل ہوئی تھی تب سے یہ معمول بدل گیا۔ وہ سو کر اٹھتا تو ناشتہ تیار ہوتا۔ الماس کا اس طرح اس کے گھر رہنا معیوب سی بات تھی لیکن فلم والوں کے اس شہر کا اپنا انوکھا ضابطۂ اخلاق تھا۔ وہاں زندگی کے اور ہی آداب تھے۔ محفلوں میں ایسے قصے پُرلطف انداز میں بیان کئے جاتے۔ اس سے زیادہ اہمیت کوئی نہیں دیتا تھا۔ اس لئے کہ اس حمام میں سبھی ایک جیسے حال میں تھے۔

اچانک کاظم کو یاد آگیا۔ رات سونے سے پہلے اس نے خود سے ایک وعدہ کیا تھا۔ اس نے خود سے کہا تھا۔ میں نازنین کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کروں گا۔ یہ عہد کرتے کرتے وہ سو گیا تھا۔ وہ بستر سے اٹھا اور باتھ روم میں جا گھسا۔ دانت برش کرکے اور منہ دھوکے وہ ناشتے کی میز پر پہنچا۔ ناشتے کے بعد الماس چلی گئی۔ وہ اپنی اسٹڈی کی طرف چلا آیا۔ بک شیلف سے اس نے فلم ڈائریکٹری اٹھائی اور نازنین کا نام ڈھونڈ نکالا۔ وہاں اس کی زندگی کے بارے میں صرف ایک پیراگراف تھا۔ اس سے پتا چلا کہ ۴۹ء میں نازنین چوبیس سال کی عمر میں آگ کے ایک حادثے میں جل مری تھی۔ آگ لگنے کا وہ حادثہ اس فلم کی تکمیل کے ایک ہفتہ بعد پیش آیا تھا جو کاظم نے پچھلی رات

دیکھی تھی۔ پیاسا ساون۔ اس سے پہلے اس کی دو فلمیں ریلیز ہوئی تھیں اور دونوں کامیاب رہی تھیں مگر پیاسا ساون کی ریلیز کے بعد نازنین کا اسٹار بننا یقینی تھا اور عین اس موقعے پر زندگی کی ڈور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی۔

کاظم نے فلم ڈائریکٹری بند کی اور شیلف میں رکھ دی۔ اسے مایوسی ہوئی تھی۔ زندگی سے بھرپور ایسی حسین عورت کے لئے اتنا بے جان' زندگی سے اتنا محروم اور اتنا مختصر تعارف! وہ معلومات یک جہتی تھیں۔ تاریخیں اور نام کسی انسان کے متعلق کیا بتا سکتے ہیں! کچھ بھی نہیں۔ اس سے اس کی امیدوں کا' عزائم کا' خوابوں کا تو پتا نہیں چلتا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی نے اسے چونکا دیا۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ اس کا ایجنٹ ایاز اس سے مخاطب تھا۔

"میں نے کہا تھا کہ صبح پہلی فرصت میں مجھے فون کرنا۔" ایاز نے اپنے مخصوص اکھڑ لہجے میں اس سے باز پرس کی۔

"سوری ایاز۔ بس کچھ الجھنوں میں پھنسا رہ گیا۔" کاظم نے ندامت سے کہا۔ وہ شرمندہ تھا کہ وعدے کے مطابق اسکرپٹ ایاز کو نہیں بھجوا سکا ہے لیکن آخری چند سین بہت دشوار تھے اور اسے پریشان کر رہے تھے۔

"کوئی الجھن خوش قسمتی اور شہرت سے زیادہ اہم نہیں ہو سکتی۔" ایاز نے کہا "تمہارے لئے دھماکا خیز خبر ہے۔ ڈیوڈ اسٹرائیکر کا فون آیا تھا امریکا سے۔ تم "دی ہنٹر" کے لئے بہترین اسکرپٹ رائٹر کی حیثیت سے نامزد کئے گئے ہو۔"

"رام مورتی ایوارڈ کے لئے؟"

"نہیں میرے بھائی۔ میں آسکر ایوارڈ کی بات کر رہا ہوں۔ دنیا کا سب سے بڑا ایوارڈ۔"

کاظم سعید کو سکتہ سا ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اسے جواب میں کچھ کہنا چاہئے لیکن کبھی کبھی کامیابی کو قبول کرنا' ناکامی کو قبول کرنے سے بھی زیادہ دشوار ہو جاتا ہے۔ وہ بت بنا کھڑا رہا۔ اس کا ذہن بھی سادہ کاغذ کی طرح ہو گیا تھا۔

"ارے بھائی کیا گزر گئے؟" دوسری طرف سے ایاز نے کہا۔ "اب تو تم صحیح معنوں میں کماؤ گے اور میں تمہارے بیس فیصد کمیشن پر زندگی گزار سکوں گا۔"

"مجھے بہت خوشی ہوئی ہے ایاز۔" آخر کار کاظم کچھ بولنے کے قابل ہوا۔ "لیکن

میں ابھی تک شاک کی حالت میں ہوں۔"

"میں تمہاری کیفیت سمجھ سکتا ہوں۔ میرے خیال میں تم پہلے ایشیائی ہو' جسے یہ اعزاز حاصل ہوا ہے۔ کل کا اخبار ضرور پڑھنا۔ سنو' میں بہت مصروف ہوں.......... تمہارے ہی سلسلے میں۔ یہ بتاؤ' نیا آئیڈیا کہاں تک پہنچا؟"

"بس ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے۔" کاظم نے کہا پھر اچانک ہی اسے ایک آئیڈیا سوجھ گیا۔ آئیڈیوں کا یہی ہوتا ہے۔ اچانک ہی نہ جانے کہاں سے نازل ہو جاتے ہیں۔ وہ آئیڈیا بھی ایسے ہی اس کے ذہن میں آیا اور جم کر' پھیل کر بیٹھ گیا۔ جیسے اب بس ڈیولپ کئے جانے کا منتظر ہو۔ "بات سنو ایاز' مجھے ایک اور کہانی سوجھی ہے۔ میرا خیال ہے معرکے کی چیز ثابت ہو گی۔ سنو میں میرے ساتھ لنچ کرو گے؟"

دوسری طرف چند لمحے خاموشی رہی پھر ایاز نے کہا۔ "ٹھیک ہے ایک بجے رٹز ریسٹورنٹ میں۔ کہانی کیا ہے؟"

"اس کا تعلق پانچویں دہائی کی ایک مقبول ہیروئن کے دوسرے جنم سے ہے۔ تفصیل میں لنچ کے دوران بتاؤں گا۔"

"لگتا تو دلچسپ ہے۔ خیر پھر ایک بجے ملاقات ہو گی۔ خدا حافظ۔"

کاظم نے آہستگی سے ریسیور کریڈل پر رکھا۔ اس نے ایک سگریٹ سلگائی اور دھوئیں کے مرغولوں کو غور سے دیکھتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آواگون کے موضوع کی وجہ سے یہ ایک شاندار کہانی ثابت ہو سکتی ہے۔ اب وہ کہانی پر غور کر رہا تھا۔ کہانی دو طرح سے بن سکتی تھی۔ ایک تو یہ کہ ہیروئن کو یاد ہے کہ وہ پینتیس سال پہلے ملک کی نامور اداکارہ تھی۔ اپنے پچھلے جنم میں اور وہ اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں کرید کر رہی ہے۔ دوسری صورت یہ تھی کہ ہیرو کو یاد ہے کہ وہ پچھلے جنم میں اس ہیروئن سے محبت کرتا تھا۔ اب وہ نہ صرف اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں جاننے کی.......... بلکہ اس ہیروئن کو موجودہ جنم میں تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اس نے سوچا' اس مسئلے پر غور کرنے کے لئے اس کے پاس ایک بجے تک کا وقت ہے پھر وہ ایاز کو متاثر کر سکے گا۔ پھر اسے آسکر ایوارڈ کے لئے اپنی نامزدگی کا خیال آیا۔ اسے تو وہ اب بھی خواب ہی محسوس ہو رہا تھا۔ اسے خوش ہونا چاہئے تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ خوف زدہ تھا۔ اسے اپنے پیٹ میں گرہیں سی پڑتی محسوس ہو رہی تھیں۔

حالانکہ خوف زدہ ہونے کی کوئی بات نہیں تھی۔ آسکر کے لئے نامزدگی بھی کچھ کم فائدہ مند نہیں تھی۔ خواہ آسکر نہ ملے۔

اسی وقت نازنین کا چہرہ اس کی آنکھوں میں پھر گیا۔ نیم وا ہونٹ، خوب صورت گہری آنکھیں، بانہیں پھیلی ہوئی.......... جیسے وہ اسے بلا رہی ہو۔ اس نے گہری سانس لی اور کاہلی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ کافی کی پیالی، جو میز کے کنارے پر رکھی تھی، گر گئی۔ وہ کافی کو قالین پر دھبا ڈالتے، اس میں جذب ہوتے دیکھتا رہا۔ اس لمحے شاید تحت الشعور کی کسی سطح سے یہ خیال پوری شدت اور یقین کے ساتھ ابھرا کہ اس کی زندگی اچانک ہی بدل گئی ہے اور وہ کسی دوراہے پر کھڑا ہے اور اس راستے پر چل رہا ہے، جس پر چلنے کا اس نے سوچا بھی نہیں تھا اور اب زندگی کبھی پہلے جیسی نہیں ہوگی اور اس تبدیلی کا تعلق آسکر کے لئے نامزدگی سے ہرگز نہیں تھا۔

☆========= ===☆==========☆

رٹز ریسٹورنٹ میں زیادہ تر فلمی دنیا کے لوگ موجود رہتے تھے۔ ان کی میز کے قریب ہی ایک مشہور ہیرو بیٹھا تھا۔ وہ جوانی کی حدوں سے کب کا نکل چکا تھا اب بھی ہیرو آتا تھا اور خود کو ہیرو ہی سمجھتا تھا۔ اس کے ساتھ ایک خوب صورت سی لڑکی تھی، جو اس کے چہرے کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔ وہ یقیناً ہیروئن بننے کی خواہش مند کوئی لڑکی تھی جو اس ہیرو کو سیڑھی کے طور پر استعمال کرنے کی خواہش میں خود استعمال ہو رہی ہوگی۔

کھانے کے دوران کاظم اور ایاز اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے پھر ایاز کی قوتِ برداشت جواب دے گئی۔ اس نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے کہ تم وہ پچھلا آئیڈیا ڈراپ کر رہے ہو۔" اس کے لہجے میں بے یقینی تھی۔ "حالانکہ امیت کھنہ کو وہ پسند آچکا ہے۔"

"وقتی طور پر۔" کاظم نے تحمل سے کہا۔ "یہ نیا پروجیکٹ مکمل کرنے کے بعد میں اسے بھی مکمل کروں گا۔ یہ موجودہ آئیڈیا تو بہت ہی اچھا ہے۔"

"اب ذرا تفصیل سے بتاؤ۔"

کاظم نے فیصلہ کیا کہ فی الحال وہاں تک محدود رہے گا، جہاں تک اسے معلوم ہے۔ ہیرو ایک رائٹر ہے جو پانچویں دہائی کی ایک مقبول ہیروئن کی فلم دیکھ رہا ہے۔ فلم دیکھتے ہوئے اسے اچانک یاد آچکا ہے کہ پچھلی زندگی میں وہ اس ہیروئن سے محبت کرتا تھا لیکن

اظہارِ محبت سے پہلے ہی ایک حادثے میں وہ مر گیا تھا۔ ہیروئن اب بھی زندہ ہے لیکن گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہی ہے۔ کہانی کی بنیاد یہ ہے کہ اب رائٹر اس ہیروئن سے ملنے اور اسے بتانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ پچھلے جنم سے اس سے محبت کرتا رہا ہے۔

ایاز جیسے جیسے سنتا گیا، اس کے چہرے کی جھنجلاہٹ دور ہوتی گئی۔ اب وہ بہت توجہ سے سن رہا تھا۔

"کہو، کیسا لگا آئیڈیا؟" کاظم نے اس سے پوچھا۔

ایاز کی باچھیں کھل گئیں۔ "اس میں کوئی شک نہیں کہ آئیڈیا زوردار ہے۔"

کاظم پُرسکون ہو گیا۔ راستے بھر وہ سوچتا رہا تھا کہ آئیڈیا اسے اچھا لگا ہے لیکن ممکن ہے کہ درحقیقت اتنا اچھا نہ ہو۔ رائٹرز کو اپنے پلاٹس پر ایسا شک ہمیشہ ہوتا ہے۔ اسی لئے انہیں عام فن کاروں کی نسبت ستائش کی زیادہ ضرورت ہے۔

"لیکن میرا مشورہ ہے کہ پہلے اسے ناول کی شکل میں لکھو۔ بعد میں اسکرین پلے لکھ ڈالنا۔" ایاز بولا۔

کاظم انگشتِ شہادت سے اپنے کان کی لَو مسل رہا تھا۔ "خیال برا نہیں۔" آخرکار اس نے کہا۔ "البتہ مجھے محنت زیادہ کرنا پڑے گی لیکن اس طرح میں کہانی سے زیادہ بہتر طور پر انصاف کر سکوں گا۔ ہاں سنو........... اگر میں ہیروئن کے کردار کی بنیاد سچ مچ کی کسی ہیروئن پر رکھوں تو کیسا رہے گا۔ میرے ذہن میں ایک ہیروئن ہے۔ اس کا ۴۹ء میں انتقال ہو گیا تھا لیکن میں کہانی کی خاطر فرض کرلوں گا کہ وہ ابھی زندہ ہے۔ یوں سمجھو کہ میں حقیقت کو فکشن کا روپ دوں گا مگر مجھے اس پر ریسرچ کرنا ہوگی۔"

"میرے خیال میں تو یہ زیادہ مناسب رہے گا۔ یہ بتاؤ، تمہیں یہ آئیڈیا سوجھا کیسے؟"

کاظم مسکرا دیا۔ "میں تو خود حیران ہوں اس پر۔ آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں، والی بات ہے۔"

"ایک بات بتاؤ۔ تم آواگون پر یقین رکھتے ہو؟" ایاز نے اچانک پوچھا۔

"میں مسلمان ہوں۔" کاظم نے برا مانتے ہوئے کہا۔

"تو پھر..........؟"

"تم بتاؤ، تم آواگون پر یقین رکھتے ہو؟"

"نہیں۔ میں بھی مسلمان ہوں۔ بے عمل ہوں تو کیا ہوا؟"

"تو پھر تم اس کہانی کی حوصلہ افزائی کیوں کر رہے ہو؟"

"اس لئے کہ یہ ناول بھی ہٹ ہوگا اور اس اسکرپٹ کے بھی ہمیں لاکھوں ملیں گے۔ خاص طور پر تمہارے آسکر کے لئے نامزدگی کے بعد۔"

"بس تو میرے لئے بھی یہ محض ایک کاروباری اسکیم ہے' جس کا میرے عقیدے سے کوئی تعلق نہیں۔" کاظم نے نہایت اطمینان سے کہا۔

"ٹھیک کہتے ہو۔" ایاز نے گہری سانس لے کر کہا۔ "بس تو اسے جلد از جلد مکمل کرنے کی کوشش کرو۔"

"میں آج سے ہی ریسرچ شروع کر رہا ہوں۔" کاظم نے اعلان کیا۔

☆=========☆=========☆

تین گھنٹے مارے مارے پھرنے کے بعد اسے نازنین کے متعلق صرف ایک بایوگرافی مل سکی۔ وہ مختصر سی کتاب تھی۔ کتابت بھی موٹی تھی اور اس میں تصویریں بھی تھیں۔ یعنی معلومات بہت کم تھیں۔ نازنین اسٹار بننے سے پہلے ہی مر گئی تھی۔ شاید اسی لئے اس کے متعلق زیادہ کچھ نہیں لکھا گیا تھا۔ وہ گھر پہنچا تو الماس واپس آچکی تھی۔ اس کی دن بھر کی مصروفیت بس یہی ہوتی تھی کہ وہ کسی طرح فلمی دنیا کے اہم لوگوں سے ملنے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔ اس امید پر کہ شاید کوئی اسے بڑا اور اہم رول دے دے۔ کاظم گھر میں داخل ہوا تو الماس ریسیور کریڈل پر رکھ رہی تھی۔ "ہیلو ڈارلنگ" وہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔

"کیا بات ہے۔ بہت خوش نظر آرہی ہو؟" کاظم نے پوچھا۔

"کل میں ایک فلم کی آؤٹ ڈور شوٹنگ کے لئے جا رہی ہوں۔" الماس نے بتایا۔

"دو دن کا کام ہے۔ میں اس کردار کے لئے دو ہفتے سے جوڑ توڑ کر رہی تھی مگر یہ کسی اور کو مل گیا۔ خوش قسمتی سے میری حریف اداکارہ کا ایکسیڈنٹ ہوگیا۔ اب یہ رول میرا ہے۔"

کاظم کو لفظ خوش قسمتی بہت برا لگا مگر یہ فلمی دنیا تھی۔ یہاں کسی کی بدقسمتی ہی کسی کی خوش قسمتی کہلاتی ہے۔ یہاں آدمی آدمیوں پر چڑھ کر' انہیں روندتا ہوا ہی اوپر پہنچ سکتا ہے۔ اس نے سرہلاتے ہوئے اتنا ہی کہنے پر اکتفا کیا۔ "گڈ.......... مجھے خوشی ہے کہ

تمہیں کام مل گیا۔"

"کہنے کو یہ صرف ایک سین کا کیریکٹر ہے لیکن ڈائیلاگ بہت ہیں اور زوردار بھی ہیں۔" الماس نے کہا پھر اس کے ہاتھ میں کتاب دیکھ کر پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟"

"یہ نازنین کی بایوگرافی ہے۔ میں ایک نئے پروجیکٹ پر کام شروع کر رہا ہوں۔"

کاظم نے اسے اپنے آئیڈیے کے متعلق بتایا۔ "ایاز کو بہت پسند آیا ہے۔" اس نے آخر میں کہا۔ "میرا خیال ہے یہ دھانسو ثابت ہوگا۔"

"لیکن آواگون کے موضوع پر تو بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ فلمیں بھی بہت بنی ہیں اور زیادہ تر ناکام ہی رہی ہیں۔"

"اسکرپٹ جان دار نہ ہو تو اچھے سے اچھا آئیڈیا پٹ جاتا ہے۔"

"میرا تو خیال ہے کہ تم نازنین سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہوگئے ہو۔" الماس نے منہ بنا کر کہا۔

بات سچی تھی۔ کاظم نے کتاب میز پر رکھی اور اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا "تمہارا کیا بگڑتا ہے۔ اس بے چاری کو تو مرے ہوئے بھی پینتیس سال ہوگئے۔"

"لگتا تو نہیں کہ تم اسے مُردہ سمجھتے ہو۔ ممکن ہے پچھلے جنم میں اس سے ملے ہو۔" الماس نے زہریلے لہجے میں کہا۔

کاظم ہنس دیا۔ "ہمارے عقیدے میں آواگون کی کوئی گنجائش نہیں۔ میں اسے خرافات سمجھتا ہوں۔ ہاں اسے فکشن میں استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔"

"بہرحال میں تو زندہ ہوں۔" الماس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس سے لپٹ گئی۔

☆=========☆=========☆

الماس کو صبح روانگی کی فکر تھی۔ وہ اس رات جلدی سونے کے لئے چلی گئی۔ کاظم نے کچن میں جاکر اپنے لئے سینڈوچ بنائے۔ وہ خوش تھا کہ الماس بہت مناسب وقت پر جا رہی تھی۔ اس نے سوچا' اب مجھے اس نئے پروجیکٹ کا جم کر آغاز کرنے کا موقع مل جائے گا۔ وہ خوب صورت مکان اس نے ہالی ووڈ سے ملنے والی رقم سے خریدا تھا۔ مکان سے اسے عشق ہوگیا تھا۔ وہ پورا مکان ہی بہت اچھا تھا لیکن اپنی اسٹڈی اسے سب سے زیادہ اچھی لگتی تھی۔ اس میں ایک آتش دان بھی تھا۔ کھڑکیاں عقبی باغیچے کی طرف کھلتی تھیں۔ میز کے علاوہ وہاں ایک کاؤچ بھی تھی۔ کبھی کہانی پر اسے سوچنا پڑتا تو وہ اس کاؤچ

پر جا لیٹتا۔ ایک کارنر میں چار دروازوں والی ایک فائلنگ کیبنٹ رکھی تھی۔ ایک آرام کرسی تھی۔ دیواروں پر کتابوں سے بھرے شیلف آویزاں تھے۔

حالانکہ سردی زیادہ نہیں تھی پھر بھی کاظم نے آتش دان روشن کر دیا پھر وہ آرام کرسی پر جا بیٹھا جو آتش دان کے قریب ہی رکھی تھی۔ وہ نازنین کی بایوگرافی پڑھنے لگا۔ نازنین ۲۵ء میں جوہر آباد میں پیدا ہوئی تھی۔ مصنف کے بیان کے مطابق اس کا باپ امجد علی ایک نکما اور بے کار آدمی تھا۔ اس نے زندگی میں کئی کام کئے لیکن کہیں بھی زیادہ عرصے نہیں ٹکا۔ وہ پُرکشش مگر غیر ذمے دار آدمی تھا۔ اس پر مستزاد شراب کی لت تھی۔ نازنین چار سال کی ہوئی تو وہ کسی کو کچھ بتائے بغیر گھر چھوڑ کر چلا گیا۔ اس کے بعد نازنین اور اس کی ماں نے کبھی اس کی شکل نہیں دیکھی۔ اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوسکا۔ نازنین کی ماں جمیلہ کی آنکھوں میں اور ہی خواب تھے۔ نازنین چھ سال کی ہوئی تو دیکھنے والے کہنے لگے کہ یہ لڑکی بڑی ہو کر قیامت ڈھائے گی۔ جمیلہ نے بھی فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنی بیٹی کو اداکارہ بنائے گی۔ نازنین بارہ سال کی ہوئی تو جمیلہ نے اس کی فنی تربیت کا آغاز کر دیا۔ اسے رقص و موسیقی کی اور اداکاری کی تعلیم دی جانے لگی۔ اس کی ماں کچھ خوش حال گھروں میں کام کر کے جو کچھ کماتی تھی سب اس پر لگا دیتی تھی۔ جمیلہ مضبوط قوتِ ارادی کی مالک تھی۔ نازنین سترہ سال کی ہوئی تو اسے فلموں میں چھوٹے موٹے رول ملنے لگے۔ انیس سال کی عمر میں فلمستان فلم اسٹوڈیو نے اسے اپنے لئے پابند کر لیا۔ دس سال کے کانٹریکٹ پر دستخط ہوئے۔ اسٹوڈیو کے مالک سیٹھ گردھاری کو وہ بھا گئی تھی اور اسے ہیروئن بنانے کا جواء کھیلنے کو تیار تھا۔ کانٹریکٹ کے نتیجے میں نازنین کو فلم معصوم ادا میں اہم کردار ملا۔ یہ فلم باکس آفس میں ہٹ تو نہیں ہوئی لیکن فلمساز کو مالی نقصان بھی نہیں ہوا۔ نقادوں نے نازنین کی پرفارمنس کو بے حد سراہا۔ یہ بات سب نے تسلیم کی کہ اسکرین پر اتنی خوب صورت اور معصوم اداکارہ اس سے پہلے کبھی نہیں آئی۔ پھر نازنین نے گردھاری پروڈکشن کی فلم دل دیوانہ میں مرکزی کردار کیا۔ یہ فلم بھی خاصی کامیاب رہی۔ اس کے بعد اس نے پیاسا ساون میں کام کیا۔ وہ اس کی آخری اور شاہ کار فلم تھی مگر وہ خود اس فلم کو سپر ہٹ ہوتے نہ دیکھ سکی اور فلم کی ریلیز سے پہلے ہی چل بسی۔

کتاب میں نازنین کی نجی زندگی کے متعلق بہت کم مواد تھا۔ لگتا تھا، مصنف اس

سے سرسری طور پر گزر گیا ہے۔ شاید اس نے فلمی اخباروں اور نازنین کے انٹرویوز پر انحصار کر کے وہ بایوگرافی لکھی تھی۔ کتاب کے مطابق نازنین کی زندگی میں بس ایک ہی عشق تھا۔

اپنی موت سے ایک سال پہلے حسین نازنین فلمستان اسٹوڈیو کے نامور ہدایت کار ساجد نقوی کے ساتھ بہ کثرت دیکھی گئی۔ کوئی پریمیر ہو یا کوئی پارٹی، وہ دونوں ساتھ ہی ہوتے۔ خبر گرم تھی کہ وہ دونوں شادی کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ ساجد نقوی اپنی جگہ بہت کامیاب آدمی تھا۔ ہیروئنیں اس بات کی آرزو کرتی تھیں کہ انہیں اس کی فلم میں کام کرنے کا موقع ملے۔ وہ پڑھا لکھا تھا، خوبرو تھا، خوش لباس تھا۔ دولت اس کے پاس آبائی تھی۔ فلم میکنگ بس اس کا شوق تھا لیکن نازنین کی موت سے چھ ماہ پہلے وہ رومانس ختم ہوگیا۔ اس کے بعد نازنین فلمی دنیا کی بڑی پارٹیوں میں کہانی نویس منظور نظر کے ساتھ دیکھی جاتی رہی۔ دونوں مرتے دم تک ساتھ رہے۔ منظور نظر کو بھی آگ کے انہی شعلوں نے چاٹ لیا جنہوں نے بمبئی کو اس کی سب سے خوب صورت ہیروئن سے محروم کر دیا تھا لیکن کہا جاتا ہے کہ ان کے درمیان کوئی سنجیدہ اور دیرپا رومانی تعلق نہیں تھا۔

کاظم نے کتاب بند کر کے میز پر رکھی اور کچن کی طرف چل دیا۔ کتاب پڑھ کر اسے غصہ آیا تھا کیونکہ اس کی تشفی نہیں ہوسکی تھی بلکہ نازنین میں اس کی دلچسپی اور بھڑک گئی تھی۔ اب تک جو اس کا شخصی خاکہ سامنے آیا تھا وہ بے حد سحر انگیز تھا۔ وہ کم عمری کے باوجود ذہین، باوقار اور خوش اطوار تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اتنی کم عمری میں نہ مرتی تو شاید ملک کی عظیم اداکاراؤں میں شامل ہوتی اور یہ خیال اس کے لئے بے حد تکلیف دہ تھا۔

وہ کافی کی پیالی لے کر اسٹڈی میں آیا اور پھر کتاب پڑھنے میں مصروف ہوگیا۔

نازنین کی دلچسپی صرف فلم تک محدود نہیں تھی۔ اس کی اور دلچسپیاں بھی تھیں۔ اس کے دوستوں کے حلقے میں مشہور دست شناس اور منجم عورت کلاوتی بھی تھی۔ فلمی دنیا کے لوگ اسے بہت مانتے تھے۔ اس کی بیشتر پیش گوئیاں درست بھی ثابت ہوئی تھیں۔ نازنین کو بھی ان علوم سے دلچسپی تھی۔ اسے فیروزے کا خبط تھا۔ اس کے پاس فیروزے کے جڑاؤ زیوارات کا بڑا ذخیرہ تھا۔ اس کے پاس فیروزے کی ۱۳۲ انگوٹھیاں، ۷۵ کنگن اور ۷۰ نیکلس تھے۔ یہ تمام زیورات اس نے کسی نہ کسی موقع پر ضرور پہنے تھے۔

پھر اس جان لیوا آگ کا تذکرہ تھا۔

یہ معاملہ پُر اسرار تھا۔ یہ واقعہ نازنین کے گھر پیش آیا۔ منظور نظر شاید نازنین سے ملنے گیا تھا اور نازنین کی ماں جمیلہ بھی وہاں پہنچ گئی تھی۔ تینوں ہی جل کر مر گئے۔ یہ کبھی نہیں معلوم ہو سکا کہ آگ کیسے لگی تھی۔ خیال ظاہر کیا گیا تھا کہ آگ موم بتی کی وجہ سے لگی ہوگی۔ وہ تینوں اتنی بری طرح جلے تھے کہ ان کی لاشیں بھی ناقابلِ شناخت ہو گئی تھیں۔ یوں نازنین کی مختصر زندگی اور مختصر ترین کیریر کا خاتمہ ہو گیا۔

کاظم نے کتاب بند کر کے سائیڈ میں رکھی ہوئی کافی ٹیبل پر رکھ دی۔ اسے احساس ہوا کہ اس کے ہاتھ لرز رہے ہیں۔ شاید وہ بہت تھک گیا تھا۔ اصولاً اب اسے سو جانا چاہئے تھا مگر اس نے بستر پر جانے کے بجائے لیمپ کا سوئچ آف کیا اور ایک سگریٹ سلگائی۔ آتش دان کی دھیمی روشنی مین وہ سگریٹ کے کش لیتے ہوئے سوچتا رہا۔ اس کا بلّا جونی آیا اور اس کی پنڈلی سے سر رگڑنے لگا۔ وہ بھی ٹکٹکی باندھے آتش دان کو دیکھے جا رہا تھا۔

نازنین! کاظم نے آنکھیں بند کیں اور تصور کرنے کی کوشش کی کہ نازنین کیسے جلی ہوگی۔ آگ کے شعلوں میں گھری ہوئی نازنین کے کیا تاثرات ہوں گے۔ وہ کس طرح چیخی ہوگی۔ آگ نے کیسے اس کا جوان اور خوب صورت جسم چاٹا ہوگا۔ وہ اور اس کی ماں اور اس کا دوست، تینوں نے کیسے خوف ناک ترین موت کا سامنا کیا ہوگا۔ اس نے سوچا، ممکن ہے وہ لوگ خوش قسمت رہے ہوں۔ آگ میں جلنے سے پہلے ہی دھوئیں کی وجہ سے ان کا دم گھٹ گیا ہو۔ وہ نسبتاً آسان موت ہوتی۔

یہ سب کچھ سوچتے سوچتے وہ شاید اونگھ گیا پھر ایک آواز نے اسے جگا دیا۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ شاید وہ بلّا تھا۔ بلّا پنجوں کے بل.......... کھڑا تھا۔ اس کی پشت کے تمام بال سیدھے کھڑے تھے۔ اس کے حلق سے غراہٹیں نکل رہی تھیں پھر کاظم نے آتش دان میں شعلہ سا اٹھتے دیکھا۔ شاید آگ میں کوئی چیز گری تھی، جسے شعلے لپک کر چاٹ رہے تھے۔ اس نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے قریب سے دیکھنے کی کوشش کی۔

وہ حیران رہ گیا۔ کتاب آتش دان میں گری ہوئی تھی۔ نازنین کی بایوگرافی۔ اب اسے بچا بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ تیزی سے راکھ میں تبدیل ہو رہی تھی۔ اس نے آتش دان کریدنے والی سلاخ اٹھا کر جلتی ہوئی کتاب کو کریدا۔ اب کتاب کے درمیانی صفحے جل رہے

تھے۔ نازنین کی تصویر اس کے سامنے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ سیاہ ہوئی اور پھر راکھ کی رنگت اختیار کرنے لگی۔

جونی پھر غرایا۔ کاظم کے رونگٹے کھڑے ہونے لگے۔ اچانک ہی اسے یاد آیا کہ کتاب جو اس وقت آتش دان میں جل رہی ہے، وہ اس نے اونگھنے سے پہلے اپنے پہلو میں رکھی کافی ٹیبل پر رکھی تھی۔

☆==========☆==========☆

کاظم بیٹھا کتاب کو راکھ ہوتے دیکھتا رہا۔ یہ ایسا ہی تھا جیسے کسی کو مرتے ہوئے دیکھا جائے، جیسے جان کو مرحلہ وار جسم سے نکلتے دیکھا جائے۔ یہ خیال آیا تو وہ دل ہی دل میں خود کو کوستا رہا۔ رائٹر ہونے کی حیثیت سے تخیل اس کا سب سے بڑا اثاثہ، سب سے اہم حلیف تھا مگر اس لمحے وہ محسوس کر رہا تھا کہ تخیل اس پر حاوی آگیا۔ اس نے ہوش مندوں کے انداز میں سوچنے کی کوشش کی۔ کیا جونی.......... بلّا؟ لیکن نہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ بلّا کافی ٹیبل سے کتاب اٹھائے اور آتش دان میں ڈال دے۔ کافی ٹیبل اس کے بائیں جانب رکھی تھی۔ جبکہ آتش دان داہنی سمت تھا۔

اچانک اسے الماس کا خیال آیا۔ وہ تیزی سے اٹھا اور دبے پاؤں بیڈ روم کی طرف بڑھا۔ دروازہ کھول کر اس نے اندر جھانکا۔ الماس بے خبر سو رہی تھی۔ اس نے کراہتے ہوئے کروٹ بدلی۔ یعنی وہ بے چین نیند سو رہی تھی۔ وہ اسٹڈی میں واپس آگیا۔ آتش دان کی آگ بتدریج سرد پڑ رہی تھی۔ اس نے بیٹھ کر ایک اور سگریٹ سلگائی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ اس طرح کی صورتِ حال میں سوچا ہی کیا جاسکتا ہے۔ وہ بس یہی سوچ سکتا تھا کہ خود اس نے نیند کے عالم میں کتاب اٹھا کر آتش دان میں پھینک دی ہوگی۔ یہ بات وہ اپنے اسکرپٹ میں لکھ دیتا تو فلم بین اسے ہرگز قبول نہ کرتے لیکن سچ ہے کہ حقائق فکشن سے زیادہ عجیب ہوتے ہیں اور کوئی معقول توجیہہ ممکن ہی نہیں تھی۔ پچھلے دو دن سے اس کی کیفیت کچھ عجیب تھی۔ کچھ عجب نہیں کہ وہ سوتے میں چلنے کی بیماری کا مریض بن رہا ہو۔

وہ جھنجلا گیا۔ عقلی توجیہہ لاحاصل ثابت ہو رہی تھی۔ اس نے سگریٹ کو ایش ٹرے میں مسلا تو اس کا ہاتھ واضح طور پر لرز رہا تھا۔ وہ اٹھا پھر وہ بلّے کو اٹھانے کے لئے جھکا مگر بلّا تیزی سے پیچھے ہٹا۔ اس کی پشت کے بال پھر کھڑے ہو رہے تھے۔ "ایک میں ہی پاگل

نہیں ہو رہا ہوں اور بھی ہیں۔" وہ بڑبڑایا پھر اس نے بلّے کو پچکارا "کم آن جونی۔" اس نے اس بار آہستہ آہستہ بلّے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ بلّے نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ وہ پیار سے بلّے کا سر تھپتھپاتا رہا۔ بلّا خرخراتے ہوئے اس کی ٹانگوں سے اپنا جسم رگڑتا رہا۔ اس نے بلّے کو گود میں اٹھایا اور عقبی دروازے سے باہر باغیچے میں چھوڑ دیا۔ دروازہ بند کرنے کے بعد وہ بیڈ روم میں چلا آیا۔ اسے نیند کی سخت ضرورت تھی۔ اس نے سوچا' تھکا ہوا دماغ عجیب عجیب کرشمے دکھاتا ہے۔ تھکے ہوئے ذہن کے لئے نیند کی مالش بے حد ضروری ہوتی ہے لیکن نیند کے اپنے کچھ عذاب ہوتے ہیں۔ اس کے سوتے ہی وہ خواب شروع ہوگیا!

نازنین سفید لباس پہنے تھی۔ وہ دونوں ایک پہاڑی پر کھڑے روشن شہر کو دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنا چہرہ نہیں دیکھ سکا۔ ہاں یہ طے ہے کہ وہ سیاہ سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ "مجھے رات کو یہ شہر بہت خوب صورت لگتا ہے۔" وہ بولی۔ "میں سوچتی ہوں اس شہر کے باسی ایسے وقت میں کیا کیا خواب دیکھتے ہوں گے۔"

اس نے نازنین کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ "اور تم مجھے اچھی لگتی ہو۔ ہر پل' دن ہو یا رات۔" اس نے کہا۔ "میں تم سے محبت کرتا ہوں۔"

نازنین نے اسے دیکھا اور بہت خوب صورت انداز میں مسکرائی۔ "میں.........."

پھر اچانک وہ دھیرے دھیرے معدوم ہوگئی' جیسے کوئی منظر دوسرے منظر میں مدغم ہو رہا ہو۔ چاندنی بھی بجھ گئی اور پہاڑی بھی غائب ہوگئی۔ اب گھپ اندھیرا تھا اور ہوا جیسے سیٹیاں بجا رہی تھی۔ اسے احساس تھا کہ اب وہ اپنے بستر پر ہے اور سو رہا ہے۔

لیکن وہ تنہا نہیں تھا۔ ایک تاریک سایہ بیڈ کے ساتھ کھڑا تھا۔ وہ سایہ اس کے خوابیدہ جسم کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں پھر بھی وہ اس سائے کو دیکھ سکتا تھا......... اور دیکھ رہا تھا۔ جانے کیسے......... بس اسے احساس ہوگیا کہ وہ کوئی عورت ہے۔ و[illegible]یہ [illegible]مبا لبادہ پہنے [illegible] تھی۔ اس کے چہرے پر نقاب تھی۔

اسے پسینہ آنے لگا۔ عورت بیڈ کی پٹی سے لگی کھڑی اسے دیکھے جا رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا۔ کاش میں اس کا چہرہ دیکھ سکتا۔ اس نے آنکھیں کھولنے کے لئے زور لگایا۔ وہ خوف زدہ ہوگیا۔ آنکھیں کھولنا اس کے بس میں نہیں تھا۔ اس نے خود کو یاد دلایا کہ یہ محض ایک خواب ہے۔ وہ آنکھیں کھول سکتا ہے۔ خواب تو بس خواب ہوتا ہے۔ آدمی

کسی بھی وقت بیدار ہو سکتا ہے۔

اسے محسوس ہوا کہ سیاہ پوش عورت اسے بے حد نفرت سے دیکھ رہی ہے پھر وہ بولی۔ "تم دُور ہی رہو۔" اس کی آواز کھرکھراتی ہوئی تھی اور لہجے میں بلا کی نفرت اور شیطنت تھی۔ "تم نازنین سے دور رہو۔ اس کے قریب بھی نہ پھٹکو۔"

کاظم نے پھر کوشش کی۔ اس نے پہلو بدلے۔ وہ اس عورت پر چیخنا چاہتا تھا۔ دفع ہو جاؤ۔ تم پر لعنت ہو خدا کی۔ وہ اسے مارنا چاہتا تھا اور وہ جاگ جانا چاہتا تھا لیکن پوری کوشش کے باوجود وہ آنکھیں کھولنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس کی پلکوں میں جنبش تک نہ ہوئی۔ ہاں اس کے ذہن میں یہ خوف ناک خیال بجلی کے کوندے کی طرح لہرایا کہ اگر وہ اس وقت نہ جاگا تو پھر کبھی نہیں جاگ سکے گا۔

آخر کار وہ جاگ گیا!

اس کا پورا جسم پسینے میں نہایا ہوا تھا۔ حلق خشک ہو رہا تھا۔ جی متلا رہا تھا۔ وہ اٹھا اور ڈگمگاتے قدموں سے باتھ روم کی طرف گیا۔ وہاں اس نے چہرے پر ٹھنڈے پانی کے چھپکے مارے پھر وہ یوں پانی پیتا رہا جیسے پورے دن کا پیاسا ہو۔

بیڈ روم میں آنے کے بعد وہ بیڈ کی پٹی پر بیٹھ گیا۔ اس نے سگریٹ سلگائی۔

"کاظم کیا بات ہے؟" الماس نے کروٹ بدلتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں جان۔ تم سو جاؤ بے فکری سے۔" اس نے الماس کا ہاتھ تھپتھپایا۔

وہ کچھ منمنائی اور پھر سو گئی۔ کاظم کو اس پر رشک آ رہا تھا ذرا دیر بعد وہ بستر پر دراز ہوگیا۔ وہ سگریٹ کے کش لیتے ہوئے چھت کو تکتا رہا۔ نیند کسی نخریلی محبوبہ کی طرح کترا کترا کر گزر رہی تھی۔

☆=========☆=========☆

اس کی آنکھ صبح دس بجے کھلی۔ وہ خاصا تازہ دم تھا۔ اسے حیرت تھی کہ اتنی پریشانی کے باوجود وہ آخر کار سو گیا تھا۔ کچن کی میز پر اسے الماس کا رقعہ رکھا ملا۔ لکھا تھا......... تم سوتے میں اتنے پیارے لگ رہے تھے کہ میں خواہش کے باوجود تمہیں جگا نہ سکی۔ ناشتہ تیار کر کے رکھ دیا ہے۔ کر لینا۔ تمہاری الماس۔

کاظم کو آزادی کا احساس ہونے لگا۔ چنانچہ اس نے رقعے کو نظر انداز کیا اور ناشتہ کرنے کے بجائے پے در پے کافی کی تین پیالیاں حلق میں اتاریں اور مزے سے سگریٹ

پر سگریٹ پھونکتا رہا پھر اس نے سر اٹھا کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ وہ دن اسے بہت خوش گوار لگ رہا تھا۔

صبح کی نرم دھوپ میں رات کے خوف ناک واقعات کی اہمیت بتدریج کم ہوتی گئی۔ اس نے سوچا' یقینی طور پر وہ کتاب میں نے ہی آتش دان میں پھینکی ہو گی۔ بات عجیب لگتی تھی لیکن انسان سے بعض اوقات عجیب باتیں سرزد ہو جاتی ہیں۔ اس سے ایک غلطی بھی ہوئی تھی۔ سونے سے پہلے سینڈوچ کھانے کی غلطی۔ اس کی ماں ہمیشہ کہتی تھی کہ رات کو بد ہضمی کا سامان کرو گے تو ڈراؤنے خواب بھی بھگتو گے۔

اس نے سوچا کہ اب پروجیکٹ پر کام شروع کر دیا جائے۔ افتتاحی منظر تو اسے سُوجھ گیا تھا۔ کام کے خیال نے اسے ترو تازہ کر دیا۔ اس نے اوہام کو ذہن سے جھٹکا اور کام کا عزم لے کر اپنی اسٹڈی کی طرف چل دیا۔ اپنی کرسی پر بیٹھ کر اس نے کاغذ اپنی طرف گھسیٹا اور لکھنا شروع کر دیا۔

وہ سفید لباس پہنے سب سے اوپری زینے پر کھڑی تھی۔

وہ اسے دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا۔ اس کے نزدیک وہ کمرا تو کیا' جیسے کائنات بھی ساکت ہو گئی تھی۔ اس حسین لڑکی کے سوا جیسے کہیں کچھ بھی نہیں تھا۔ باقی سب کچھ جیسے کسی دھندلے پردے میں چھپ گیا تھا۔

وہ براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ اس کے ترشے ہوئے ہونٹوں پر ایک ملکوتی مسکراہٹ تھرک رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کی گہرائی اسے اشارے کر رہی تھی' بلا رہی تھی' ڈوب جانے کی دعوت دے رہی تھی۔

وہ سحر زدہ سا اس کی طرف بڑھنے لگا۔ پلکیں جھپکائے بغیر۔ لوگ ایک طرف ہٹ کر اسے راستہ دینے لگے۔ وہ اس کے سامنے پہنچ گیا "ہیلو" وہ بولا۔

"ہیلو" اس کی آواز بے حد مترنم تھی۔ "تم......... تم نازنین ہو نا۔ میں نے تمہاری ایک فلم دیکھی ہے۔"

اس نے بڑی ادا سے ایک طرف سر جھکایا اور آنکھوں سے تائید کی پھر وہ مسکرائی۔ وہ نگاہوں کو خیرہ کر دینے والی جگمگاتی مسکراہٹ تھی۔ کمرے میں جیسے دھند چھٹ گئی۔ اسے گرد و پیش کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

اچانک اسے احساس ہوا کہ نازنین کا ہاتھ اس کے ہاتھ کی طرف بڑھا ہوا ہے۔ اس

نے اس کا بڑھا ہوا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ وہ چند لمحے یونہی ساکت و صامت کھڑا رہا۔ ہونقوں کی طرح' پھر اس نے پوچھا۔ "تم پارٹی میں کس کے ساتھ آئی ہو؟"

اس نے ایک نام لیا' جو سنا ہوا سا لگا۔ "ابھی اسی وقت میرے ساتھ چل سکتی ہو؟" وہ اب بھی اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔

"کیوں نہیں۔ بس ذرا ساجد کو بتا آؤں۔" اس نے کہا اور پھر مسکرائی۔ وہی جگمگاتی ہوئی مسکراہٹ۔ وہ مسکراہٹ اس کے جسم میں ہیجان جگاتی تھی۔

اس نے ہاتھ روکا اور اپنا لکھا ہوا پڑھا۔ جو کچھ اس نے لکھا تھا' بہت بے ساختہ' بہت روانی سے لکھا تھا۔ وہ اسے اچھا بھی لگا۔ اتنا اچھا آغاز بہت اچھی علامت تھا لیکن وہ کسی ناول کا آغاز نہیں لگ رہا تھا۔ بلکہ منظر نامے کا سا تاثر چھوڑ رہا تھا۔ اس میں جزئیات کی کمی تھی۔ اسے پس منظر کی ضرورت تھی اور ماحول کو اجاگر کرنا تھا۔

ریسرچ! اس کے ذہن نے چپکے سے کہا۔ اس نے سوچا' ہاں مجھے ریسرچ کرنا ہو گی۔ اُس دور کو سمجھنا ہو گا اور پھر اُس دور کے مطابق کچھ جزئیات کہانی میں ڈالنی ہوں گی۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔

اس نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے ناصر بول رہا تھا۔ اس کے بمبئی کے ابتدائی دنوں کا دوست۔ وہ واحد دوست تھا جو کامیابی کے بعد بھی اس سے دور نہیں ہوا تھا۔ حالانکہ اب ان کا ملنا کم ہی ہوتا تھا۔ الماس سے تعلقات کے بعد بہت فرق پڑا تھا۔ کاظم کا اندازہ تھا کہ ناصر اور اس کی بیوی نرگس' الماس کو اچھا نہیں سمجھتے۔ ویسے انہوں نے اس سلسلے میں کچھ کہا نہیں تھا۔

ان کے درمیان اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ ناصر کو پتا چلا کہ الماس شوٹنگ کے سلسلے میں شہر سے باہر گئی ہوئی ہے تو وہ اپنی خوشی نہ چھپا سکا۔ "تو پھر رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھاؤ نا۔" اس نے کہا۔ "تم تو گھر کے کھانے کا ذائقہ بھول چکے ہو گے۔"

کاظم نے دعوت قبول کر لی۔ نرگس سے اس کی یوں بھی خوب بنتی تھی۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ سات بجے تک پہنچ جائے گا۔

ریسیور رکھنے کے بعد اس نے ایک بار پھر اپنی تحریر پڑھی۔ اس نے پنسل سے کچھ تبدیلیاں کیں لیکن وہ جانتا تھا کہ اس سین کو اس کی ضرورت نہیں۔ ناول کے اعتبار سے

اسے ریسرچ پر توجہ مرکوز رکھنا تھی۔

☆=========☆=========☆

کیدار ناتھ فلم انسٹی ٹیوٹ بہت بڑا ادارہ تھا۔ اس کی وسیع و عریض عمارت شہر کے قلب میں تھی۔ کیدار ناتھ ایک سفاک کاروباری تھا۔ جس نے اپنے بد قسمت کاروباری حریفوں اور ان سے بڑھ کر اپنے بد قسمت ملازمین کو روند کر وہ سب کچھ حاصل کیا تھا۔ اس نے ایک چھوٹی سی ٹیکسٹائل فیکٹری سے کام شروع کیا تھا۔ بعد میں وہ ٹیکسٹائل کنگ اور قالین بافی کا بادشاہ کہلایا۔ وہ برائے نام اجرت پر ان تارکین وطن سے کام لیتا تھا جن کی اس ملک میں موجودگی کی قانونی حیثیت نہیں تھی۔ مقامی امیگریشن کا عملہ ان کی تلاش میں رہتا تھا۔

کیدار ناتھ کے ذہن میں کوئی نرم گوشہ تھا تو وہ فلم انڈسٹری کے لئے تھا۔ اسے فلمی دنیا کی رنگینی سے عشق تھا۔ وہ صحیح معنوں میں فلم کا دیوانہ تھا۔ دولت اس کے پاس بے حساب تھی۔ اس کے زور پر بہت کچھ کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ بڑے بڑے اسٹوڈیو اونرز سے اس کی دوستی تھی۔ اس نے چند فلموں میں سرمایہ کاری بھی کی تھی۔ وہ کسی فلم کی شوٹنگ دیکھنے کے لئے اسٹوڈیو پہنچنے کا کوئی موقع نہیں چھوڑتا تھا۔ اپنے عہد کے اسٹارز سے بھی اس کے قریبی تعلقات رہے تھے۔

انسٹی ٹیوٹ قائم کرنے میں صرف فلم سے دلچسپی کا ہی ہاتھ نہیں تھا۔ بلکہ کیدار ناتھ مرنے کے بعد بھی زندہ رہنا چاہتا تھا۔ یہ ہر دولت مند کی آرزو ہوتی ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ دولت کے سہارے لوگ اسے بس اس کی زندگی تک یاد رکھیں گے پھر بھول جائیں گے۔ انسٹی ٹیوٹ ریسرچ سینٹر بھی تھا اور میوزیم بھی۔ وہاں فلم سے متعلق تمام کتابیں، بھولی بسری فلموں کے اسکرپٹ تک محفوظ تھے۔

کاظم انسٹی ٹیوٹ کی تیسری منزل پر موجود لائبریری میں پہنچا۔ وہ ایک بہت بڑا ہال تھا۔ آراستہ و پیراستہ کرسیاں بے حد آرام دہ تھیں۔ کاظم لائبریری کی طرف بڑھا۔

"جی فرمائیے۔ میں آپ کی کیا خدمت کرسکتی ہوں؟" لائبریرین لڑکی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے اداکارہ نازنین کے متعلق معلومات درکار ہیں۔"

لائبریرین عقبی دیوار سے لگی فائلنگ کیبنٹ کی طرف لپکی۔ چند منٹ بعد اس نے دو

فولڈر لاکر کاؤنٹر پر رکھ دیئے پھر اس نے ان کے نمبر ایک چھپے ہوئے فارم پر نوٹ کئے اور فارم کاظم کی طرف بڑھا دیا۔ "یہ فارم پُر کرکے دستخط کر دیجئے۔"

کاظم کی سمجھ میں فارم کی افادیت تو نہیں آئی۔ وہ فرضی نام سے بھی فارم بھر سکتا تھا۔ لائبریرین اسے نہیں پکڑ سکتی تھی۔ تاہم اس نے فارم پُر کرکے دستخط کئے اور فارم لڑکی کی طرف بڑھادیا۔ دونوں فولڈر لے کر وہ قریبی میز کی طرف بڑھ گیا۔

پہلے فولڈر میں دو درجن کے قریب اسٹلز تھیں۔ وہ نازنین کی فلموں کے منتخب شاٹس تھے، جو پبلسٹی میں استعمال کئے گئے تھے۔ ان میں نازنین کی انیس سال کی عمر کی ایک تصویر بھی تھی جس میں وہ اسکول گرل لگ رہی تھی لیکن بعد کی تصویروں میں وہ بڑی، سمجھدار اور باوقار لگ رہی تھی۔

اس نے وہ فولڈر بند کیا اور دوسرا فولڈر کھول لیا۔ وہ نسبتاً ضخیم تھا۔ اس میں اخباری تراشے تھے۔ مختلف سرخیاں تھیں۔ ایک قابل دید چہرہ، طلوع ہوتا ہوا روشن ستارہ، وغیرہ وغیرہ پھر اس کی ابتدائی پبلسٹی کے دور کے تراشے تھے پھر فلم اسٹوڈیوز کی رپورٹس اور کالموں کا سلسلہ شروع ہوگیا پھر انٹرویوز تھے اس کے اور اس کی فلموں پر ناقدین کے تبصرے۔

نازنین کی زندگی کے آخری سال کے دوران وہ اخبار والوں کی توجہ کا مرکز بنی رہی تھی۔ پریس نے اسے بہت زیادہ کوریج دی تھی۔ اس کے طویل انٹرویو شائع ہوئے تھے۔ پرستاروں کی ڈاک بھی کافی بڑھ گئی تھی۔

پھر کاظم کی نظر ایک کالم پر جم گئی، اس نے تاریخ دیکھی۔ وہ نازنین کی موت سے چھ ماہ پہلے کی بات تھی۔ لکھا تھا۔

"لوگ حیران ہیں کہ حسین اداکارہ نازنین اتم کمار کے ہاں ہونے والی پارٹی میں آئی تو ہدایت کار ساجد نقوی کے ساتھ تھی مگر رخصت ہوئی خوبرو مصنف منظور نظر کے ساتھ اور وہ بھی اس وقت جبکہ پارٹی پورے شباب پر تھی۔"

کاظم نے فولڈر بند کردیا۔ وہ ہل کر رہ گیا تھا۔ یہ وہ منظر تھا جو اس نے آج ہی لکھا تھا۔ وہ خود کو سمجھاتا رہا کہ یہ محض ایک اتفاق ہے لیکن سوال یہ تھا کہ یہ اتفاقات اسے ہی کیوں گھیر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ مسلسل یہ عجیب باتیں کیوں رُونما ہو رہی ہیں۔

اس نے فولڈر کھولا اور اس کالم کو دوبارہ پڑھا۔ اب اس میں شُبہے کی کوئی گنجائش

نہیں تھی۔ اس نے پہلا سین بالکل اسی طرح لکھا تھا۔ وہ پارٹی میں کسی اور کے ساتھ آئی اور پھر ایک اسکرین پلے رائٹر سے ملتی ہے' ان کے درمیان کوئی کیمسٹری عمل کرتی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رخصت ہو جاتے ہیں۔

کیسا عجیب اتفاق ہے۔ اس نے سوچا۔ اس نے سر جھٹکا۔ اتفاقات تو ہوتے ہیں' اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ زندگی میں ان کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ وہ آگے بڑھنے لگا۔

نازنین کی موت نے اخبار نویسوں کو ایک ہفتے تک مصروف رکھا تھا۔ اسے زندگی میں پریس کی اتنی توجہ نہیں ملی تھی جتنی موت کے بعد ملی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بلندیوں کی طرف گامزن تھی اور بے حد الم ناک انداز میں موت سے ہم کنار ہوئی تھی۔ ایک اخبار نے لکھا تھا کہ لگتا ہے آگ دانستہ لگائی گئی تھی۔ دوسرے اخبارات کے مطابق آتش زنی کا سبب معلوم نہیں ہوسکا تھا۔ ایک کالم نویس کے مطابق یہ افواہ گرم تھی کہ نازنین اداکاری کو خیرباد کہنے کے سلسلے میں سنجیدگی سے غور کر رہی تھی۔ موت کے بعد ناقدین نے' جن کے بارے میں کاظم کو شک تھا وہ اسے ٹھیک طرح سے جانتے بھی نہیں ہوں گے' نازنین کی فنی صلاحیتوں' اس کے حسن' اس کے مزاج کی سادگی' سچائی اور زندگی کے متعلق اس کے رویے کو شاندار لفظوں میں خراجِ تحسین پیش کیا تھا لیکن یہ تو اس قوم کا مزاج تھا۔ مرنے کے بعد ہر شخص اچھا ہو جاتا ہے۔

کاظم نے دونوں فولڈر سمیٹے اور لائبریرین کے پاس لے گیا۔ ”آپ کے پاس نازنین کے متعلق اور مواد نہیں؟“ اس نے پوچھا۔

”اس کی فلمیں ہیں اور سوانحی کتب کے لئے لسٹ دیکھ لیں۔“ لائبریرین نے اس کی طرف ایک رجسٹر بڑھا دیا۔ ”اور ہاں یہ ایک مومی عجائب گھر بھی ہے فرسٹ فلور پر۔ وہاں شاید آپ کو اس کا ٹیبلو نظر آجائے۔“

کاظم نے اس کا شکریہ ادا کیا اور لسٹ چیک کرنے لگا۔ اس میں نازنین کے متعلق دو سوانحی کتابوں کا اندراج تھا۔ ایک تو وہی تھی جو اس نے خریدی تھی اور جسے شاید اس نے خود ہی آگ میں جھونک دیا تھا۔ اس نے لائبریرین سے دوسری بائیوگرافی طلب کی۔

”سوری' وہ نایاب کتاب تھی۔ ہمارے پاس بھی اس کی صرف ایک ہی جلد تھی۔“ لائبریرین نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”ایک خاتون وہ کتاب اِشو کرا کے لے گئی تھیں پھر وہ کتاب واپس نہیں آئی۔ ہم نے فارم کے کوائف کے مطابق چیکنگ کی۔ پتا چلا کہ

انہوں نے اپنا نام اور پتا غلط لکھا تھا۔ غلط کیا' اس پتے کا وجود ہی نہیں تھا۔“

کاظم خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

”دیکھیں نا لوگ کیسی کیسی گھٹیا حرکتیں کرتے ہیں۔“

کاظم کو اس وقت اس معاملے کے اخلاقی پہلو سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اس نے پوچھا۔ ”یہ کتاب کہیں اور سے نہیں مل سکتی؟“

”جی نہیں' ہم نے کتاب کی گمشدگی کے فوراً بعد ہر ممکن کوشش کی کہ اس کی کوئی جلد مل جائے لیکن کتاب اب موجود ہی نہیں۔“

”اچھا آپ مجھے اسی دور کے مصنف منظور نظر کی فائل دکھادیں۔“

لائبریرین نے کیبنٹ ٹٹولی اور ایک فولڈر نکال لائی۔ اس نے کاظم سے پھر فارم بھروایا۔ وہ فولڈر اتنا پتلا تھا کہ کاظم نے میز پر جانے کی زحمت نہیں کی۔ وہیں کھڑے کھڑے اس نے فولڈر کھولا۔ اس میں صرف چار پانچ تراشے تھے۔ تصویر کوئی نہیں تھی۔ چھوٹا سا ایک سوانحی خاکہ تھا۔ نام منظور حسین' قلمی نام منظور نظر۔ پیدائش ۹ جون ۱۸ء جام نگر.......... پھر ان فلموں کی فہرست تھی جو اس نے لکھی تھیں اور بلاشبہ وہ اپنے عہد کی کامیاب فلمیں تھیں۔ آخری فلم پیاسا ساون تھی۔ وہی پیاسا ساون' جو نازنین کی بھی آخری فلم تھی۔

کاظم نے فولڈر لائبریرین کو واپس دے دیا۔

پہلی منزل پر آیا جہاں مومی مجسموں کا عجائب گھر تھا۔ وہ ایک بڑا' اونچی چھت والا کمرا تھا۔ اس وقت وہاں اس کے سوا کوئی بھی نہیں تھا۔

تمام مجسمے شیشے کے کیسوں میں رکھے تھے۔ تین فٹ اونچے مجسموں کو ویسا ہی لباس پہنایا گیا تھا' جو انہوں نے متعلقہ فلموں میں پہنا تھا۔ مختلف فلموں کے شاٹس کو مومی مجسموں میں ڈھالا گیا تھا۔ سیٹ تک کی مومی نقل موجود تھی۔

وہ اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ آخر کار ایک گوشے میں اسے نازنین کا ٹیبلو نظر آگیا۔ وہ پیاسا ساون ہی کا منظر تھا۔ وہ نظریں اٹھائے اوپر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے نیم وا ہونٹوں میں کوئی التجا تھرکتی محسوس ہو رہی تھی۔ کاظم مجسمے کو ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا۔ اگلے ہی لمحے ایک بے نام جذبے نے اسے جیسے جکڑ لیا' اسے گرمی کا احساس ہونے لگا پھر بھی وہ کھڑا رہا۔ مجسمے پر سے نظریں ہٹانا جیسے اس کے بس میں نہیں رہا تھا۔

گرمی کا احساس بڑھتا گیا۔ اس کی پیشانی پر پسینہ پھوٹنے لگا۔ چند ہی لمحوں میں پسینہ اسے گردن سے اتر کر پیٹھ پر بہتا محسوس ہوا۔ مجسّمے کے دونوں ہاتھ اس کی طرف پھیلے ہوئے تھے۔ جیسے وہ کچھ طلب کر رہی ہو مگر کیا؟ وہ سوچتا رہا۔

پھر گرمی ناقابلِ برداشت ہوگئی۔ جیسے وہ شعلوں میں گھرا ہوا ہو۔ اس کا گلا بند ہونے لگا' دم گھٹنے لگا۔ سانسیں رکتی محسوس ہو رہی تھیں۔ اس نے بڑی کوشش کے بعد اپنی نظریں مجسّمے سے ہٹائیں اور بے تابی سے اپنی قمیض کے اوپری بٹن کھولنے لگا پھر وہ پلٹا اور دروازے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

باہر نکل کر وہ دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوا اور ہانپنے لگا۔ اس کی طبیعت بگڑ رہی تھی۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی ایسی بند جگہ سے بچ کر نکلا ہے جو آگ کی لپیٹ میں تھی!

☆=========☆=========☆

بیچ ڈرائیو کے علاقے میں ناصر کا چھوٹا سا مکان تھا لیکن وہ اس کا اپنا مکان تھا۔ اس نے اسے آرام دہ بنایا تھا۔ ناصر کامیڈین تھا اور خاصا کامیاب تھا۔ عام زندگی میں خاصا سنجیدہ آدمی تھا۔ اس کی بیوی نرگس شادی سے پہلے ماڈلنگ کرتی تھی۔ اب وہ بس گھر کی ہوگئی تھی۔ اپنے پانچ سالہ بیٹے کی دیکھ بھال کے علاوہ وہ شوقیہ پینٹنگ کرتی تھی۔

ناصر نے دروازہ کھولا اور کاظم کو دیکھتے ہی اسے لپٹا لیا۔ "اتنے دن دور نہ رہا کرو مجھ سے۔" اس نے گرم جوشی سے کہا۔ "خاص طور پر اب جبکہ تم آسکر کے لئے نامزد ہوگئے ہو۔" وہ ہنسنے لگا۔

آوازیں سن کر نرگس بھی چلی آئی۔ "کیسے ہیں کاظم بھائی۔ بڑے آدمی ہوگئے ہیں تو ملنا بھی چھوڑ دیا ہے۔" وہ مسکرائی۔

"ارے نہیں بھابی۔ میں تو ویسا ہی ہوں۔" کاظم جھینپ گیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں چلے گئے۔ نرگس نے اپنے بیٹے ثاقب کو آواز دی۔ "ثاقب یہاں آؤ۔ دیکھو تو کون آیا ہے۔"

ثاقب آکر کاظم سے لپٹ گیا۔ "انکل آپ اتنے دنوں میں آئے ہیں' آپ گندے ہیں۔"

کاظم کچھ دیر بچے کے ساتھ لگا رہا۔ نرگس کچن میں چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس

آئی اور کاظم کو غور سے دیکھنے کے بعد بولی۔ "بہت تھکے ہوئے لگ رہے ہیں کاظم بھائی!"

"زندگی ہے ہی تھکا دینے والی چیز۔" کاظم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ناصر کہنے لگا۔ "لگتا ہے' بہت زیادہ کام کر رہے ہو۔ یا کوئی اور بات ہے؟"

"بھائی' تم بھی؟" کاظم نے اسے بڑی مظلومیت سے دیکھا پھر چھت کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ۔"

"اور سنائیں' وہ آپ کی مستقل مہمان کیسی ہے؟" نرگس کا اشارہ الماس کی طرف تھا۔

"ٹھیک ٹھاک ہے۔"

"شادی کا ارادہ ترک نہیں کیا ابھی؟" ناصر نے پوچھا۔

"تم سناؤ' تمہاری دوسری شادی کے پروگرام کا کیا بنا۔" کاظم نے جوابی حملہ کیا۔

نرگس نے ناصر کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔ ناصر نے گھبرا کر دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔ "اچھا بھائی' مجھے معاف کردو۔ میں الماس کے بارے میں اب کچھ نہیں کہوں گا۔ تم تو جوابی حملہ کرنے لگے۔ کیا بات ہے کچھ زود رنج ہو رہے ہو آج!"

"ہاں کچھ ایسا ہی ہے۔" کاظم نے آہ بھر کے کہا۔ "تم سناؤ کام کا کیا حال ہے؟"

"بس چل رہا ہے۔ چند روز پہلے ملک پاؤڈر کا ایک کمرشل ملا تھا۔ معاوضے کے ساتھ انہوں نے مجھے دودھ کے پیکٹ بھی دیے تھے۔ وہ دودھ میں نے اپنی بلی کو دیا۔ اس نے سونگھ کر چھوڑ دیا۔ مونچھیں بھی نہیں بھگوئیں' اپنی گلی کے کتے نے بھی اسے منہ نہیں لگایا۔ میں نے ایڈورٹائزنگ کمپنی کے مالک کو یہ بات بتائی تو وہ بولا۔ 'میری اپنی بلی کو بھی دودھ پسند نہیں آیا۔ مگر چھوڑو۔ وہ دودھ انسانوں کے لئے ہے' میں نے پوچھا کہ اشرف المخلوقات ہم ہیں یا بلی کتے۔ جو چیز بلی کو نہ بھائے وہ انسانوں کے لئے مناسب ہے کیا؟ اس پر وہ بولا۔ 'چھوڑو یار ہمیں تو بس دودھ بیچنے سے غرض ہے۔' اب بولو۔"

کاظم ہنسنے لگا۔ گزشتہ کئی دن میں وہ پہلی بار کھل کر ہنسا تھا۔

کھانا سادہ لیکن مزے دار تھا۔ چائے پینے کے دوران کاظم نے انہیں اپنے نئے پروجیکٹ کے بارے میں بتایا۔

"تو اب تم آواگون پر ریسرچ کر رہے ہو؟"

"نہیں میں نازنین کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتا ہوں۔ آواگون کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" کاظم نے پوچھا۔

"سیدھی سی بات ہے۔ آدمی مرگیا' کہانی ختم۔ ہاں جب اللہ میاں حشر کے دن اٹھائیں گے تو ابدی زندگی شروع ہو جائے گی۔" نرگس نے جھٹ کہا۔

"بھئی میں جیسا بھی ہوں۔ مسلمان آدمی ہوں۔" ناصر بولا۔ "ہاں میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جس کا دعویٰ ہے کہ اسے اپنا پچھلا جنم دیا ہے۔"

"وہ کون ہے بھئی؟" کاظم نے دلچسپی سے پوچھا۔

"تم جانتے ہو اسے۔" ناصر نے جواب دیا۔ "سریش اگروال۔ ٹھیک ٹھاک آدمی ہے مگر میرا خیال ہے دماغ چل گیا ہے اس کا۔"

"میں بہرحال اس سے ملنا چاہوں گا۔ کچھ بیک گراؤنڈ ہی مل جائے گا کہانی کے لئے۔"

"میں ملوادوں گا تمہیں۔"

کاظم انہیں خداحافظ کہہ کر نکل آیا۔ اس نے ان دونوں سے جلد ہی آنے کا وعدہ بھی کیا تھا۔

☆=========☆=========☆

کاظم نے گھڑی دیکھی۔ پونے نو بجے تھے۔ اسے افسوس ہونے لگا کہ وہ ناصر کے گھر سے اتنی جلدی کیوں رخصت ہوگیا۔ ابھی وہ گھر جانے کے موڈ میں بالکل نہیں تھا۔

مگر نورنگی کے چوراہے پر وہ گھر کی طرف مڑنے کے بجائے ریلیکس سینما کی طرف مڑ گیا۔ وہاں پیاسا ساون لگی ہوئی تھی۔ اس نے سوچا یہ فلم ایک بار اور دیکھ لی جائے۔ آخر مجھے نازنین کی زندگی پر ناول لکھنے کی تحریک اسی فلم سے ملی تھی پھر اسے خیال آیا کہ شاید اس کے لاشعور میں فلم دیکھنے کا خیال جڑ پکڑ چکا تھا۔ اسی لئے وہ بروقت ناصر کے گھر سے چلا آیا تھا۔

اس نے ٹکٹ لیا اور ائرکنڈیشنڈ ہال میں جا بیٹھا۔ فلم شروع ہوئی تو فلم میں ڈوب سا گیا۔ اب نازنین پردے پر نہیں تھی۔ وہ تو اس کے روبرو تھی۔ اس کی سانسوں کی حدت وہ اپنے چہرے پر محسوس کر رہا تھا۔

پھر وہی آخری منظر' وہی مکالمے' اس بار وہ رویا نہیں اگرچہ اسے اپنے حلق میں

گرہیں سی پڑتی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی پیشانی بری طرح مسل رہا تھا۔

اچانک اسے ایک عجیب سا احساس ستانے لگا۔ کسی نامعلوم کمی کا احساس۔ مکالموں میں تشنگی تھی۔ وقت اور ابدیت کے حوالے سے یہاں کچھ مکالمے ہونا چاہئے تھے' جو نہیں تھے' اس کی وجہ سے اختتام نامکمل سا لگ رہا تھا۔ ایک اسکرین پلے رائٹر کی حیثیت سے وہ اسے مکمل کر سکتا تھا۔ مکالموں کا اضافہ کر سکتا تھا۔

گھر کی طرف ڈرائیو کرتے ہوئے وہ برہم تھا۔ اس بات پر کہ نازنین صرف تین فلموں میں کام کر سکی تھی اور پھر موت اسے جھپٹ کر لے گئی تھی۔ اسے تو اس وقت کار میں اس کے برابر بیٹھا ہونا چاہئے تھا۔ وہ جھنجلاہٹ محسوس کر رہا تھا۔ اس نے سوچا یہ مجھے ہو کیا رہا ہے۔ میرا رویہ تو ایسا ہے' جیسا نوگرفتارانِ محبت کا ہوتا ہے اور اگر یہی بات ہے تو میں ایک ایسی لڑکی کی محبت میں گرفتار ہوں جو مرچکی ہے جس کی صرف یادیں میرے ساتھ.........

وہ بری طرح چونکا۔ یادیں' یہ کیسے ممکن ہے۔ میرے ساتھ اس کی یادیں کیسے ہوسکتی ہیں۔ جسے نہ میں نے کبھی دیکھا' نہ جانا۔

گھر پہنچ کر اس نے ٹیلی فون سے منسلک ریکارڈنگ مشین کو چیک کیا تو الماس کی آواز سنائی دی۔ "میں تمہیں اب تک تین بار فون کر چکی ہوں واپس آتے ہی مجھے اس نمبر پر رنگ کرو۔"

اس نے الماس کا دیا ہوا نمبر ملایا۔ الماس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔ "کہاں تھے تم؟"

"مجھے ناصر نے رات کے کھانے پر بلایا تھا پھر میں فلم دیکھنے چلا گیا۔"

الماس کچھ نرم پڑ گئی۔ "کون سی فلم دیکھی؟"

"وہی......... پیاسا ساون۔"

"خدا کی پناہ تم کچھ کھسک تو نہیں گئے ہو!"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

الماس اس کے لہجے سے سمجھ گئی کہ اسے بہت احتیاط سے جواب دینا ہوگا۔ "کچھ نہیں بس شاید مجھے مایوسی ہوئی تھی اس بات پر کہ فون پر تم نہیں ملے۔"

اس کے بعد صورتِ حال تبدیل ہوگئی۔ الماس اپنی شوٹنگ کی تفصیل بتانے لگی۔

ریسیور رکھ کر کاظم نے جماہی لی اور باہر نکلا۔ بلّے جونی کو گود میں اٹھا کر کچن میں لانے کے بعد اس نے اسے گوشت دیا۔ جونی کھا چکا تو اس نے اسے باہر نکال دیا پھر وہ لباس تبدیل کر کے بیڈ پر لیٹ گیا۔ وہ تھکا ہوا تھا لیکن نیند نہیں آ رہی تھی۔ اس نے فلم کے اختتام کے بارے میں اپنی تشنگی والے ردِعمل کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی۔ اسے اب بھی یہ احساس ہو رہا تھا کہ مکالمے نامکمل تھے۔ اس نے سوچا اگلے روز اس فلم کا اسکرپٹ چیک کرلے گا صرف اپنے تجسّس کی تسکین کی خاطر۔

بس اس خیال کے بعد اسے نیند آ گئی۔ اس بار کسی خواب نے اسے پریشان نہیں کیا۔

☆==========☆==========☆

کیدار ناتھ فلم انسٹی ٹیوٹ کی لائبریرین اس بار بڑے تپاک سے پیش آئی۔ "آسکر کی نامزدگی مبارک ہو کاظم صاحب۔" اس نے گرم جوشی سے کہا۔

کاظم کے کہنے پر اس نے فلم پیاسا ساون کا اسکرپٹ اسے لا دیا۔ اس بار اس نے فارم بھی نہیں بھروائے تھے۔ کاظم وہیں کھڑا ہو کر اس کی ورق گردانی کرتا رہا۔ بعض مکالمے اسے یاد آتے رہے۔ اس نے آخری سین نکالا۔ اس میں مکالمے بالکل وہی تھے، جو فلم میں ادا کئے گئے تھے۔

اسے مایوسی ہوئی۔ وہ کچھ اور توقع لے کر گھر سے نکلا تھا۔ حالانکہ اس بات کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

اچانک اسے ایک خیال آیا۔ "ایک بات سنیں۔" اس نے لائبریرین سے کہا۔ "یہ اوریجنل اسکرپٹ تو نہیں ہوگا۔"

"جی نہیں، یہ فلم دیکھ کر لکھا گیا ہے۔"

"تو اوریجنل اسکرپٹ کہاں سے مل سکے گا؟"

لائبریرین کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی۔ "یقین سے تو نہیں کہہ سکتی لیکن میرا خیال ہے اس اسٹوڈیو میں ہوگا جہاں یہ فلم بنی تھی۔"

"شکریہ۔" کاظم نے کہا۔ پھر پوچھا۔ "یہاں ٹیلی فون ہے کہیں؟"

"جی ہاں لابی میں ہے۔"

لابی میں فون بوتھ موجود تھا۔ کاظم نے سلاٹ میں سکہ ڈالا اور ایاز کا نمبر ڈائل کیا۔

"ایاز میں کاظم بول رہا ہوں۔" اس نے رابطہ ملنے پر کہا۔

"کیا حال ہے؟ کہانی کی کیا رفتار ہے؟"

کاظم نے اس کی سنی ان سنی کر کے اپنے مطلب کی کہہ ڈالی۔ "میں اب گھر جا رہا ہوں۔" اس نے مدعا بیان کرنے کے بعد کہا۔ "بات بن جائے تو فوراً ہی مجھے فون کر دینا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ کام ہو جائے گا۔ بس آدھ گھنٹا لگے گا۔"

کاظم کو گھر پہنچنے میں آدھا گھنٹا لگا۔ وہ گھر میں داخل ہوا تو فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ "ایاز؟"

"ہاں میں نے بات کر لی ہے۔" دوسری طرف سے ایاز کہہ رہا تھا۔ "تم فلمستان اسٹوڈیوز پہنچو۔ لائبریرین تمہیں اسکرپٹ دے دے گی۔"

کاظم نے شکریہ بھی ادا نہیں کیا۔ ریسیور رکھ کر وہ باہر نکلا۔ چند ہی لمحوں میں اس کی گاڑی فلمستان اسٹوڈیوز کی طرف دوڑ رہی تھی۔

فلمستان اسٹوڈیوز کی لائبریرین نے اسے دیکھ کر بھویں اچکائیں۔ "فرمایئے؟"

"میرا نام کاظم سعید ہے اور مجھے.........."

"آپ کو ایاز صاحب نے بھیجا ہے۔" لائبریرین نے اس کی بات مکمل کر دی۔ "جی آپ کو کیا چاہیے؟"

"میں ۴۹ء کی فلم پیاسا ساون کا اوریجنل اسکرپٹ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ اسے اپنے ساتھ ایک تنگ کمرے میں لے گئی۔ وہاں کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ دیواروں کے ساتھ آہنی شیلف لگے ہوئے تھے۔ لائبریرین نے ایک شیلف کی طرف اشارہ کیا۔ "وہاں ۴۹ء کی فلموں کے اسکرپٹ ہیں۔ کونے میں سیڑھی رکھی ہے۔ اپنی مدد آپ کیجئے۔ اور ہاں، اسکرپٹ آپ باہر نہیں لے جا سکتے۔"

سیڑھی کی ضرورت نہیں پڑی۔ پیاسا ساون کا اسکرپٹ اسے شیلف کے نچلے حصے میں ہی مل گیا۔ اسکرپٹ کی دو کاپیاں تھیں۔ اس نے دونوں ہی نکال لیں۔ ایک پر "ا" لکھا تھا اور دوسرے پر "ب"۔ اس نے پہلے "ب" اسکرپٹ کھولا۔ اس میں بھی مکالمے ویسے ہی تھے جیسے فلم میں ادا کئے گئے تھے۔ اس نے "ا" اسکرپٹ چیک کیا، وہ مکالمے پڑھنے لگا۔

"میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ میں تم سے اس وقت سے محبت کرتی ہوں‘ جب سورج پہلی بار طلوع ہوا تھا۔ میں نے خدا کے نازل کئے ہوئے قہر کے دوران بھی تم سے محبت کی اور انسان کی انسان پر تھوپی ہوئی تباہیوں کے دوران بھی تمہیں ہی چاہا" اس کے بعد اضافی مکالمے تھے جو فلم میں نہیں تھے۔ "میرے دل نے دھڑکنا بند کر دیا۔ میری آنکھیں بے نور ہو گئیں‘ تب بھی میری محبت زندہ رہی۔ نہ وقت میری محبت کو شکست دے سکتا ہے نہ موت۔ اس لئے کہ میری محبت کی جڑیں ابدی ہیں۔ میں اپنی محبت پر نہ شرمندہ ہوں۔ نہ مجھے اس پر فخر ہے۔ میری محبت بس محبت ہے۔ صرف محبت۔ یہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ میں صرف تمہاری ہوں۔ میری محبت صرف تمہارے لئے ہے۔"

کاظم کو اپنا جسم سرد ہوتا محسوس ہوا۔ وہ خوف زدہ ہو گیا تھا اور اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ خوف زدہ کیوں ہوا تھا اور وہ کھلا خوف نہیں تھا وہ تو گھٹا گھٹا خوف تھا۔ کھلا خوف تو کتنا ہی بڑا ہو‘ آدمی حوصلہ کرے تو اس کا سامنا کر سکتا ہے لیکن یہ نامعلوم اور دبا دبا خوف تو اس کے وجود کی بنیادوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا اور اسے لگتا تھا کہ وہ اسے سمجھنا بھی نہیں چاہتا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ پینڈورا بکس کھل گیا تو پھر اپنے اختیار میں کچھ نہیں رہے گا۔

☆==========☆==========☆

الماس چند گھنٹے پہلے واپس آئی تھی۔ اس وقت وہ غصے میں اِدھر سے اُدھر ٹہل رہی تھی۔ اس کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے۔ پیشانی پر لکیریں ابھر آئی تھیں۔ اسے غصہ اس بات پر تھا کہ کاظم اس کی طرف بالکل توجہ نہیں دے رہا ہے۔ وہ بہت اچھے موڈ میں واپس آئی تھی‘ ڈائریکٹر کو اس کا کام پسند آیا تھا اور اس نے اپنی اگلی فلم میں اسے بڑا کردار دینے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ کاظم کے ساتھ اس کامیابی پر جشن منانا چاہتی تھی لیکن کاظم تو جیسے اپنے اندر کہیں گم تھا۔

وہ اسٹڈی میں داخل ہوئی۔ کاظم اپنے تیار کردہ نوٹس میں الجھا ہوا تھا۔ "کاظم!" اس نے پکارا۔

"ہوں!" کاظم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا بھی نہیں۔ وہ پین سے اپنا لکھا ہوا کوئی لفظ کاٹ رہا تھا۔

الماس کرسی کے ہتھے پر بیٹھ گئی اور اس کی گردن سہلانے لگی۔ کاظم اسے نظر انداز کرنا نہیں چاہتا تھا‘ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ بات بس اتنی سی تھی کہ اس کہانی کی پلاننگ بہت دشوار تھی.......... اور وہ اس وقت ایک بہت اہم نکتے پر سوچ رہا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر الماس کو دیکھا اور مسکرایا۔ "کیا بات ہے جان؟"

"اٹھ جاؤ۔ آج کھانا باہر کھائیں گے پھر کوئی فلم دیکھیں گے۔"

کاظم نے نفی میں سر ہلایا۔ "مجھے تو کوئی خاص بھوک نہیں ہے۔ سینڈوچ سے کام چلا لوں گا اور پھر میں اس کہانی میں بری طرح پھنسا ہوا ہوں۔ کچھ دیر لگ کر سوچوں گا تو کسی نتیجے پر پہنچ جاؤں گا۔ اٹھا تو سب کچھ ذہن سے نکل جائے گا۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہیرو.........."

الماس کرسی کے ہتھے سے اتر گئی۔ "کاظم‘ مجھے تمہاری اس فضول کہانی سے اتنی دلچسپی نہیں کہ یہ سب سنوں۔ مجھے تمہاری توجہ چاہئے۔ میں اس اسکرپٹ سے زیادہ اہم ہوں۔"

"یہ اسکرپٹ نہیں ناول ہے۔" کاظم نے ٹھنڈے دل سے کہا۔ "مجھے چند گھنٹے کی مہلت دو پھر جتنی توجہ مانگو گی‘ دے سکوں گا۔"

کاظم نے ہاتھ بڑھا کر اسے چھونے کی کوشش کی لیکن الماس نے اس کا ہاتھ بری طرح جھٹک دیا۔ "میں نے دو دن مسلسل کام کیا ہے۔ بری طرح تھک گئی ہوں۔" اس نے کڑے لہجے میں کہا۔ "مجھے کھلی ہوا کی تفریح کی ضرورت ہے۔ تمہیں میرا ذرا خیال نہیں؟"

کاظم نے کاغذ ایک طرف رکھ دیے اور پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوا۔ الماس کے لہجے میں ہسٹیریا کی جھلک محسوس ہوئی تھی۔ اس نے الماس کو ایسی کیفیت میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ "الماس‘ تم جانتی ہو کہ میرا کام کتنا سخت اور توجہ طلب ہے۔" اس نے معقولیت سے کام لیتے ہوئے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "اور پہلے کبھی تمہیں مجھ سے شکایت بھی نہیں ہوئی۔"

"تمہیں اندازہ نہیں ہوا کہ میں تمہارے ہر وقت کے کام.......... کام سے تنگ آ چکی ہوں۔" الماس نے ہاتھ نچاتے ہوئے کہا۔ "اور اب میں نازنین سے بے زار ہوں۔ تمہیں ایک مُردہ عورت کے عشق میں گرفتار دیکھ کر مجھے وحشت ہونے لگی ہے۔"

میں تو اب دو نمبر ہوگئی ہوں۔" اب وہ چیخ رہی تھی۔ "مجھے توجہ دو۔ مجھے......... ہاں مجھے محبت دو۔ اس لئے کہ میں زندہ ہوں۔"

اس لمحے وہ کاظم کو بہت بدصورت لگی۔ اس کا جی چاہا کہ اسے یہ بتا بھی دے۔ اس کا جی چاہا کہ وہ بھی غصے میں آپے سے باہر ہو کر چیخے چلّائے مگر اس نے خود پر قابو رکھا اور وہ کمزور لمحہ گزر گیا پھر اس نے سوچا کہ وہ الماس کو بتائے کہ یہ کہانی شروع کرنے کے بعد سے اب تک اس پر کیا بیتی ہے، کیسی عجیب باتیں رُونما ہوئی ہیں۔ مگر اسے بروقت احساس ہو گیا کہ یوں صورتِ حال اور بگڑ سکتی ہے۔ دیکھو الماس، میں تم سے محبت کرتا ہوں۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "اور یہ بات تم بھی جانتی ہو لیکن میرا کام بھی کم اہم نہیں۔ یہ میری زندگی ہے۔ میرے وجود کا اثبات ہے اس سے۔ میں شادی کے بعد بھی یہی کام کروں گا۔ سمجھیں۔" آخر میں کوشش کے باوجود اس کا لہجہ سرد ہوگیا۔

الماس نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "تو اپنی محبت ثابت کرو۔ مجھے کہیں باہر لے چلو۔"

اب کاظم کے لئے اپنے غصے پر قابو پانا مشکل ہوگیا۔ "کیسا بچگانہ رویہ ہے تمہارا۔ یہ تو بلیک میلنگ ہے۔ میں اسے قبول نہیں کروں گا۔ تم مجھ سے معقولیت سے بات کرو۔"

"معقولیت......... ہاہاہا!" الماس چلّائی۔ "ایک مُردہ عورت سے عشق معقولیت ہے۔ تم خود بچپنے کی حدود میں پہنچ گئے ہو۔" پھر وہ رونے لگی۔

کاظم سے کسی کا رونا برداشت نہیں ہوتا تھا۔ وہ بوکھلا گیا۔ "بس کرو الماس۔ سب ٹھیک ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

الماس کو چپ ہونے میں ذرا دیر لگی پھر وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "سوری کاظم۔ یہ میری زیادتی تھی مگر مجھے احساس ہوتا ہے کہ ہمارے درمیان جو کچھ ہے، وہ میری نظروں کے سامنے ختم ہو رہا ہے اور میں کچھ کر نہیں سکتی۔ مجبور ہوں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔" کاظم نے اس کے کندھے تھامتے ہوئے کہا "سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تم جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ کھانا باہر کھائیں گے۔"

☆=========☆=========☆

واپس آتے آتے وہ دونوں پھر قریب ہو چکے تھے۔ گھر پہنچ کر وہ یک جان ہو گئے پھر کاظم تھک کر سویا تو وہ پریشان کن خواب آ گیا۔

وہ پہاڑی پر نازنین کے ساتھ کھڑا نیچے روشن شہر کو تک رہا تھا۔ وہی پرانا منظر تھا۔ دونوں نے وہی لفظ ادا کئے، جو پہلی بار ادا کئے تھے پھر وہ منظر غائب ہوگیا۔ اب وہ منتظر تھا۔ جانتا تھا کہ اب کیا ہوگا!

اس کے چہرے پر سرد ہوا کا جھونکا سا ٹکرایا پھر اس نے بند آنکھوں سے دیکھا۔ سیاہ لبادہ پہنے، چہرے پر نقاب ڈالے وہی تاریک سایہ اس کے بیڈ کے پاس کھڑا تھا پھر وہی سرد، سفاک نفرت۔ وہ اس کے جسم میں سرایت کر رہی تھی۔ اس کی ہڈیوں تک میں اتر رہی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اس وقت وہ ہر طاقت سے محروم ہے۔ نہ وہ حرکت کر سکتا ہے، نہ ہی آنکھیں کھول سکتا ہے۔ شدید خوف نے اسے جکڑ لیا تھا۔ وہ کوشش کرتا رہا کہ جاگ جائے لیکن اس کی آنکھیں نہیں کھلیں۔

اس کے پاس بے رحم نفرت کے مقابلے میں کوئی دفاع نہیں تھا۔ وہ سویا ہوا اور بے بس تھا۔ اس سے کسی بھی طرح نہیں نمٹ سکتا تھا۔

پھر وہ نفرت انگیز آواز ابھری۔ "میں نے تمہیں خبردار کر دیا تھا کہ نازنین کا پیچھا چھوڑ دو۔" وہ پھنکاری۔ "جانور، خبیث، گندگی کے ڈھیر........."

وہ لفظ جیسے تیز دھار والے چاقو کی طرح اس کے جسم میں اتر رہے تھے۔

"تم تو اس کے قدموں کی خاک بھی نہیں۔" وہ پھر پھنکاری۔ "تم کبھی اس کے قابل نہیں ہو سکتے۔ میں نے تمہیں خبردار کیا تھا۔ تم نہیں مانے۔ اب تمہیں اس کی سزا ملے گی۔" وہ آگے کو جھک آئی۔

وہ خوف زدہ ہو گیا کہ اب شاید اس کا چہرہ نظر آئے اور اسے یقین تھا کہ ایسا ہوا تو اس کی موت یقینی ہے۔ اس نے اپنے سینے پر خوف ناک بوجھ سا محسوس کیا۔ پھنکاریں اور تیز ہو گئیں پھر اچانک اس کی آنکھ کھل گئی۔

بِلا جونی اس کے سینے پر چڑھا بیٹھا تھا اور کسی غیر مرئی شے پر غرا رہا تھا۔ وہ بری طرح دہشت زدہ نہ ہوتا تو یہ دیکھ کر اسے یقیناً ہنسی آجاتی۔ وہ بلّے کو باہر نکالنا بھول گیا تھا۔

☆=========☆=========☆

صبح اس نے اپنی اسٹڈی میں جا کر کام شروع کرنے کا ارادہ کیا لیکن وہاں گیا نہیں۔ وہ ڈرائنگ روم میں ٹہلتا رہا۔ ان گنت خیال اس کے دماغ میں گردش کر رہے تھے لیکن وہ ان میں سے کسی ایک کو بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا پھر ایک واضح خیال......... بلکہ حکم

ابھرا۔ تمہیں اور ریسرچ کرنی چاہئے۔ نازنین کے بارے میں اور معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔

اس نے اس خیال کا تجزیہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ درحقیقت ریسرچ کی ضرورت نہیں۔ وہ تخلیق کار ہونے کی حیثیت سے تخیل سے مالا مال ہے مگر شاید بات یہ تھی کہ وہ ایک حقیقی شخصیت کے متعلق لکھ رہا تھا۔ اس لئے ریسرچ کا خیال آرہا تھا۔ حالانکہ اس کے ناول کی ہیروئن کا نام نازنین نہیں تھا۔

یہ خیال اب بھی اسے ہلائے دے رہا تھا کہ اسے نازنین کے متعلق معلومات حاصل کرنا ہیں۔ وہ مجبور ہے' اسے اس راستے پر بہرحال قدم رکھنا ہے۔

وہ غیر شعوری طور پر فیصلے کر رہا تھا۔ سب سے پہلے اسے ان لوگوں سے ملنا ہے جو نازنین کے قریب تھے۔ بایوگرافی میں' جو جل گئی تھی تین افراد کا تذکرہ تھا۔ ستارہ شناس کلاوتی' ہدایت کار ساجد نقوی اور مصنف منظور نظر۔ منظور نظر مرچکا تھا البتہ دوسرے دونوں افراد بھی زندہ تھے۔

الماس صبح ہی کہیں چلی گئی تھی۔ لہٰذا اب وہ آزاد تھا۔ اس نے ٹیلی فون ڈائریکٹری میں کلاوتی کا نمبر تلاش کیا۔ چند لمحے بعد وہ اس کا نمبر ڈائل کر رہا تھا۔

"ہیلو؟" دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز ابھری۔

"کلاوتی دیوی..........؟"

"جی ہاں۔ بول رہی ہوں۔"

"میرا نام کاظم سعید ہے۔ میں فلم رائٹر ہوں۔" کاظم کو اپنی آواز خود بھی اجنبی لگی "میں اداکارہ نازنین کو بنیاد بنا کر ایک ناول لکھ رہا ہوں۔ پتا چلا ہے کہ آپ اس سے کافی قریب تھیں۔ میں آپ سے اس کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ نازنین۔ جی ہاں' اس سے میرے بہت اچھے تعلقات تھے۔ آپ کیا جاننا چاہتے ہیں اس کے بارے میں؟"

"میرے ذہن میں بہت سارے سوال ہیں۔ اجازت دیں تو میں آپ کے گھر آجاؤں۔"

دوسری طرف سے کچھ توقف کے بعد جواب ملا۔ "ضرور آیئے۔ مجھے آپ کی مدد کر کے خوشی ہوگی۔" پھر وہ اسے پتا سمجھانے لگی۔

☆=========☆=========☆

سن سیٹ ڈرائیو ایک پہاڑی پر واقع فیشن ایبل علاقہ تھا۔ وہاں فلمی دنیا کے پرانے لوگ رہتے تھے۔ کلاوتی کے گھر کا گیٹ کھلا ہوا تھا۔ کاظم اپنی گاڑی اندر لے گیا۔ بجریلے راستے کے دونوں طرف باغیچے تھے۔ گھاس ہموار تھی اور پھولوں کے پودوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ ان کی حال ہی میں چھٹائی ہوئی ہے۔

اس نے داخلی دروازے کے سامنے کار کھڑی کی۔ اسی وقت دروازے سے ایک عورت نکلی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ "آیئے کاظم صاحب۔"

کاظم کار سے اتر آیا۔

"آیئے' لان میں بیٹھیں گے۔" عورت بولی۔ "چائے پئیں گے؟"

"جی ضرور پیوں گا۔ شکریہ۔"

لان میں کرسیاں اور ایک میز پڑی تھی۔ درخت کے سائے میں' کلاوتی نے کاظم کو وہاں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اندر چلی گئی۔ کاظم وہاں جا بیٹھا۔

ذرا دیر بعد کلاوتی ایک ٹرے پر چائے کی دو پیالیاں لئے چلی آئی۔ وہ اونچے قد کی دبلی پتلی عورت تھی۔ جوانی میں یقیناً بہت خوب صورت رہی ہوگی۔ کاظم کا اندازہ تھا کہ اس کی عمر پچپن اور ساٹھ کے درمیان ہوگی لیکن دیکھنے میں وہ پچاس کی بھی نہیں لگتی تھی۔

کاظم نے چائے لی' پیالی خالی کر کے میز پر رکھی اور کھنکار کر گلا صاف کیا۔ کلاوتی بہت غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کاظم نے اپنی انگلی اور انگوٹھے سے کان کی لو کو مسلا پھر اس نے پوچھا۔ "دیوی جی آپ نازنین کو کس حد تک جانتی تھیں؟"

"بیشتر لوگوں کے مقابلے میں بہت زیادہ۔" کلاوتی نے اپنی پیالی خالی کر کے میز پر رکھی۔ "وہ پہلی بار مجھ سے قسمت کا حال معلوم کرنے آئی تھی پھر ہمارے درمیان دوستی ہوگئی۔ وہ بہت پیاری لڑکی تھی۔ اتنی پیاری کہ کم ہی لوگ ہوتے ہیں۔" اس کی آنکھوں میں جیسے یادیں چمکنے لگیں۔

کاظم کے جسم میں جیسے سنسنی سی دوڑنے لگی۔ اس نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ "مجھے اس کے بارے میں بتائیں دیوی جی۔ نازنین بحیثیت اسٹار کے نہیں بحیثیت انسان کے۔"

"وہ بہت خوب صورت تھی لیکن بے حد منکسر المزاج بھی تھی۔" کلاوتی نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔ "اس نے اپنے حسن کو کبھی اپنے لئے مسئلہ نہیں بننے دیا۔ ورنہ میرا تجربہ ہے کہ بے پناہ حسن آدمی کی بدقسمتی کا سبب بن جاتا ہے۔ اس نے خود کو کبھی اسٹار نہیں سمجھا۔ اداکاری اس کے لئے محض ایک کھیل تھا اور وہ اچھی کھلاڑی تھی۔ وہ اس کھیل سے لطف بھی اٹھاتی تھی۔ شاید وہ زندہ رہتی تو سپراسٹار ثابت ہوتی لیکن مجھے اس پر شک ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ میں نہیں سمجھتی کہ وہ اپنے کیریر کو آگے بڑھاتی۔"

"اگر اس کے نزدیک کیریر اہم نہیں تھا تو پھر وہ کس چیز کو اہمیت دیتی تھی؟" کاظم نے پوچھا۔

"اس کا مزاج کچھ فلسفیانہ تھا۔ وہ چیزوں کے متعلق کیا ہے، میں اتنی دلچسپی نہیں لیتی تھی، جتنی کیوں ہے اور کیسے ہے سے تھی۔ وہ اداکاری پر جیتی جاگتی زندگی کو فوقیت دیتی تھی۔ اسے روحانیت سے بھی لگاؤ تھا اور پُراسرار علوم سے بھی۔"

"پُراسرار علوم.......... روحانیت؟" کاظم نے دہرایا۔

"ہاں آپ کو یہ سن کر عجیب لگا ہوگا۔"

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

کلاوتی ہنس دی۔ "نہیں کاظم صاحب، آپ اپنے جذبات نہیں چھپا سکتے لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ عجب دنیا ہے۔ یہاں بعض اوقات عجیب واقعات پیش آتے ہیں لوگوں کو۔" پھر وہ اچانک ہی سنجیدہ ہوگئی۔ "آپ نے سنا ہوگا۔ ایک زمانے میں یہاں حاضرات کی محفلیں سجتی تھیں۔ وہ فیشن تھا اس دور کا۔ کچھ یہ فلمی لوگ ہوتے بھی توہم پرست ہیں۔ نازنین بھی ان محفلوں میں آتی تھی۔ مگر وہ دراصل اپنی صلاحیتوں کے بارے میں جاننا چاہتی تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ بھگوان نے انسان کو کتنی شکتیاں دی ہیں۔"

"میں یہ جانتا ہوں کہ اللہ نے انسان کو تمام مخلوقات سے افضل بنایا۔ ہم اشرف المخلوقات کہتے ہیں اسے۔" کاظم نے کہا پھر بولا۔ "آپ کے خیال میں نازنین کوئی غیر معمولی عورت تھی؟ اس میں غیر معمولی صلاحیتیں تھیں۔ مثلاً پیش بینی وغیرہ؟"

"بے شک تھیں۔" کلاوتی نے زور دے کر کہا۔ "اس میں کچھ خاص صلاحیتیں

تھیں۔ وہ ان چیزوں کو دیکھ اور سمجھ لیتی تھی جن کا عام لوگوں کو پتا ہی نہیں چلتا۔ اس کے پاس چھٹی حس تھی۔ کبھی ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی تو وہ ریسیو کرنے سے پہلے ہی جان لیتی کہ کس کا فون ہے۔ کچھ ہونے والا ہوتا تو اسے پہلے ہی احساس ہو جاتا۔ یہ صلاحیت سبھی میں ہوتی ہے مگر وہ اس صلاحیت کو اجاگر بھی کر رہی تھی اور اسے آگے بڑھا رہی تھی۔"

"اس کی شخصیت میں میری دلچسپی بڑھ گئی ہے یہ سن کر۔" کاظم نے کہا۔ "بلکہ سچ یہ ہے کہ مجھے اس کی شخصیت مسحور کن لگنے لگی ہے۔ اچھا، آپ مجھے آتشزنی کے اس جان لیوا واقعے کے متعلق بتائیے۔"

پہلی بار کلاوتی نظریں چراتی نظر آئی۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کو غبار سا لہرایا۔ چند لمحوں کے توقف کے بعد وہ بولی۔ "مجھے نہیں معلوم۔ کسی کو بھی نہیں معلوم، سوائے ان لوگوں کے جو وہاں موجود تھے۔ نازنین، اس کی ماں جمیلہ اور منظور نظر مگر وہ اب کچھ بتا نہیں سکتے۔ وہ جل مرے تھے اس آگ میں۔ بھگوان جانے، وہ سب کیسے ہوا۔ مجھے صبح جیسے ہی پتا چلا، میں وہاں پہنچی۔ آگ بجھانے والے ان کی لاشیں باہر لا رہے تھے۔ وہ جل کر کوئلہ ہو چکی تھیں۔"

کلاوتی کے چہرے پر تناؤ تھا لیکن آواز میں ٹھہراؤ تھا۔ کاظم نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو دکھی کیا لیکن یہ ضروری تھا۔"

"میں جانتی ہوں۔" کلاوتی نے دھیرے سے کہا۔ دیکھتے ہی دیکھتے جیسے اس کے چہرے کا غبار دھل گیا۔ وہ گرم جوشی سے مسکرائی۔ "میرے پاس نازنین کی خوش گوار یادیں ہیں۔ مجھے اس کے متعلق بات کرنا کبھی برا نہیں لگتا۔ وہ زندگی سے بھرپور لڑکی تھی۔ مجھے اس کا یہی روپ یاد ہے۔"

"فلمی مصنف منظور نظر سے اس کا تعلق کس نوع کا تھا؟" کاظم نے پوچھا۔

"وہ دونوں ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔"

"اوہ!" کاظم کو احساس ہوا کہ اب اس کے پاس سوالات ختم ہو رہے ہیں۔ "اچھا یہ بتائیں کہ اس کی املاک کا کیا بنا۔ ماں کے سوا تو شاید نازنین کا کوئی تھا ہی نہیں اور ماں اس کے ساتھ ہی جل مری تھی۔"

"ان کے رشتے دار تھے۔ تمام چیزیں انہوں نے نیلام کرا دیں اور نقد رقم آپس میں بانٹ لی۔ نازنین کی تمام چیزیں میرے دوست ساجد نقوی نے خریدی تھیں۔"

کاظم نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''ہدایت کار ساجد نقوی؟ جو نازنین سے محبت کرتا تھا؟''

''ہاں' وہ نازنین سے محبت بھی کرتا تھا اور اس کا گرویدہ بھی تھا۔ اسی لئے اس نے نازنین کی ہر چیز خرید لی۔''

''وہ زندہ ہے؟''

''ہاں۔ یہاں قریب ہی رہتا ہے۔ ہم ملتے رہتے ہیں۔ اس کی بیوی مر چکی ہے لیکن سچ یہ ہے کہ وہ نازنین کی محبت آج تک ختم نہیں کر سکا ہے۔ کیسی حماقت ہے۔''

''حماقت؟''

''ہاں یک طرفہ محبت حماقت ہی ہوتی ہے۔'' کلاوتی نے بے حد تلخ لہجے میں کہا۔

''میں نے آپ کو بہت زحمت دی ہے دیوی جی۔'' کاظم نے کہا۔ ''ایک زحمت اور دینا چاہتا ہوں آپ مجھے ساجد نقوی سے ملوادیں گی؟ ممکن ہے' مجھے ان سے نازنین کے متعلق کچھ معلومات حاصل ہو جائیں اور میں نازنین کی چیزوں کو بھی ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''کب ملنا چاہتے ہو نقوی سے؟'' کلاوتی نے پوچھا۔

''وہ یہیں تو رہتے ہیں۔ ابھی ملتا ہوا چلا جاؤں تو زیادہ اچھا ہے۔''

''اوہ تو مجھ سے ابھی سے بور ہو گئے؟'' کلاوتی نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''یہ بات نہیں۔'' کاظم نے احتجاج کیا۔ ''بات اتنی سی ہے کہ..........''

''چھوڑیں کاظم صاحب۔ میں سمجھتی ہوں مگر آپ پہلے میرے ایک سوال کا جواب دیں۔ آپ کو نازنین میں کیا دلچسپی ہے۔ صرف ناول کی حد تک؟''

کاظم سر جھکا کر اپنے پھیلے ہوئے ہاتھوں کو دیکھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسے کیا بتائے.......... کس حد تک بتائے پھر اس نے سوچا کہ اس سلسلے میں کلاوتی پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ آخر کار اس نے کہا۔ ''دیوی جی' ناول تو فکشن ہوتا ہے۔ میرے ناول کی ہیروئن نازنین ضرور ہے لیکن فرضی نام کے ساتھ۔ اس کے لئے حقائق کی ضرورت نہیں مگر اب بات صرف ناول کی نہیں۔ میں اس معاملے میں عجیب طرح سے الجھ گیا ہوں۔ آپ سوچیں گی' شاید میں پاگل ہو گیا ہوں لیکن سچ یہ ہے کہ نازنین کی فلم پیاسا ساون دیکھنے کے بعد میرے ساتھ عجیب واقعات پیش آ رہے ہیں۔ اب یہ میرے لئے ایک چیلنج بن گیا ہے۔ میں نازنین کے متعلق سب کچھ جاننا چاہتا ہوں۔''

کلاوتی اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ ''یہ سب بتانے کا شکریہ اگر میں آپ کو تم کہہ کر مخاطب کروں تو برا تو نہیں مانیں گے۔ مجھے لگتا ہے' جیسے ہم پرانے دوست ہیں۔''

''مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے دیوی..........''

''تم بھی یہ دیوی کا تکلف چھوڑو۔ میرے دوست مجھے کلی کہتے ہیں۔''

''شکریہ کلی۔''

''تو چلو۔ میں تمہیں ساجد سے ملوادوں۔''

☆==========☆==========☆

ساجد نقوی کی عمر ستر سال کے قریب تھی۔ لمبے قد نے اس کے دبلے پن کو نمایاں کر دیا تھا۔ وہ سنتے وقت سر ایک طرف جھکانے کا عادی تھا۔ آنکھوں پر دبیز شیشوں کی عینک تھی۔

اس نے گرم جوشی سے ان کا خیر مقدم کیا۔ ''کلی نے فون پر مجھے بتایا کہ تم نازنین کے متعلق کوئی کتاب لکھ رہے ہو؟'' اس نے کاظم سے کہا۔

''جی ہاں ناول لکھ رہا ہوں۔ میں نے سوچا' شاید آپ نازنین کی شخصیت کے بارے میں کچھ بتا سکیں۔''

ساجد کچھ دیر کسی گہری سوچ میں ڈوبا رہا' جیسے جاگتی آنکھوں کوئی خواب دیکھ رہا ہو پھر بولا۔ ''وہ شاندار لڑکی تھی۔ اپنے ظاہر و باطن میں یکساں طور پر حسین۔ ایک زمانے میں' میں سوچتا تھا کہ اس سے شادی کروں گا لیکن بات بنی نہیں۔ اس کی موت کے بعد میں نے شادی کر لی۔ میری بیوی کا ابھی دو سال پہلے انتقال ہوا ہے۔'' وہ کہتے کہتے رکا۔ ''نازنین زندگی سے بھرپور ایسی لڑکی تھی کہ میں نے ایسے زندہ لوگ کم ہی دیکھتے ہیں۔ فلمی دنیا کا تو آپ جانتے ہی ہیں۔ یہاں ایک سے ایک حسین لڑکی آتی ہے ہیروئن بننے کے لئے جو عقل سے پیدل ہوتی ہے لیکن نازنین ایسی نہیں تھی۔ اس نے عام لڑکیوں کی طرح ہیروئن بننے کے لئے کوئی سمجھوتا' کوئی سودے بازی نہیں کی۔ وہ بہت باوقار تھی اور اسے اپنا وقار بہت عزیز تھا۔ کبھی کوئی کسی زعم میں حد پھلانگنے کی کوشش کرتا تو وہ بڑے باوقار انداز میں اس کا دماغ درست کر دیتی۔''

کاظم حیرت سے ساجد کو دیکھ رہا تھا۔ نازنین کے متعلق بات کرتے ہوئے ساجد کے انداز میں، لہجے میں پرستش سی تھی۔

"مجھے ایک واقعہ یاد ہے۔" ساجد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہم ایک بار میٹروپول ہوٹل میں ڈنر کر رہے تھے۔ فلمی دنیا کے تمام بڑے لوگ اسی ہوٹل پر آتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا، جب اداکار آج کل کے اداکاروں کی طرح مشین بن کر کام نہیں کرتے تھے۔ ان کی سوشل لائف بھی ہوتی تھی۔ خیر تو ایک اداکار ہماری میز کی طرف آیا۔ میں اس کا نام نہیں بتاؤں گا۔ وہ اپنے وقت کا عظیم اداکار تھا۔ نازنین کی دوسری فلم میں وہ ہیرو تھا۔ اس نے ہمیشہ کی طرح اس فلم کی شوٹنگ کے دوران نازنین کے ساتھ دست درازی کی کوشش کی تھی اور نازنین نے سیٹ پر ہی اسے بری طرح جھڑک دیا تھا۔ وہ دل میں کینہ لئے بیٹھا تھا۔ وہ ہماری میز کی طرف آیا تو نشے میں دھت تھا۔ زخمی انا کے علاوہ اسے کسی بات کا احساس نہیں تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ ہماری میز پر ٹکائے اور بہت گھٹیا، بہت بے ہودہ اشارے کرنے لگا۔ ہوٹل میں موجود تمام لوگ ہماری طرف متوجہ تھے۔ میں اٹھنے لگا کہ اس کی خبر لوں تو نازنین نے میرا ہاتھ تھام کر مجھے بٹھا دیا۔ وہ اس وقت بھی پُرسکون تھی۔

"پھر وہ اداکار چیخ کر نازنین سے پوچھنے لگا......... بڑی پاکباز بنتی ہو۔ ذرا قسم تو کھاؤ کہ تم اب تک اچھوتی ہو۔ دوشیزہ ہو۔ وہ یہ بات بار بار دہراتا رہا۔ ہوٹل میں موجود ہر شخص سن رہا تھا۔ جانتے ہو، نازنین نے کیا کیا۔ وہ اس سے بولی......... معاف کیجئے گا آپ کا ہاتھ سالن کی قاب میں ہے۔ آپ نے میرا کھانا گندا کر دیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ یہ کہتے ہوئے نازنین بہت آہستگی سے سالن کی قاب اس کی طرف سرکاتی رہی تھی اور جب اس ہیرو نے ہاتھ اٹھایا تو نازنین نے سالن کی قاب اس کے کپڑوں پر الٹ دی۔ سب لوگ ہنسنے لگے۔ خوب مذاق اُڑا ہیرو کا۔ کپڑے الگ خراب ہوئے۔ کاش آپ اس وقت ہیرو کا چہرہ دیکھتے........."

"مگر وہ بہت نرم خو بہت مہربان بھی تھی۔" ساجد نقوی نے اپنی بات جاری رکھی۔ "کامیابی نے اوروں کی طرح اس کا دماغ خراب نہیں کیا۔ وہ منکسرالمزاج بھی تھی اور عزتِ نفس کا پاس رکھنا بھی جانتی تھی۔ وہ اسٹوڈیو کے نچلے اسٹاف، مثلاً لائٹ مین، صفائی کرنے والے وغیرہ......... سب سے عزت و احترام سے بات کرتی تھی۔ وہ دوستوں کی

وفادار تھی۔ بے حد وفادار۔ میں اس کی خوبیاں کہاں تک گنواؤں وہ تو خوبیوں کا مرقع تھی۔"

"آپ کے پاس نازنین کی کچھ چیزیں ہیں؟" کاظم نے کہا۔

"جی ہاں دیکھیں گے؟" ساجد نے پوچھا۔ کاظم نے اثبات میں جواب دیا تو وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ "آیئے میرے ساتھ۔"

وہ ایک کمرے کے دروازے پر جا کھڑے ہوئے جو مقفل تھا۔ ساجد نقوی نے دروازہ کھولا اور وہ اندر داخل ہوئے۔ وہ بہت بڑا کمرا تھا۔ جسے بڑی خوب صورتی سے آراستہ کیا گیا تھا۔ "یہ نازنین کا کمرا ہے۔" ساجد نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ "اسے میں نے اس کی یادوں سے سجایا ہے۔"

کمرا صاف ستھرا تھا۔ دیکھ کر لگتا تھا کہ روز صفائی کی جاتی رہی ہے۔

"یہاں ہر چیز نازنین کی ہے۔ یہ بیڈ بھی........." ساجد نے طاؤسی شکل کی مسہری کی طرف اشارہ کیا۔ "اور یہ بھی۔" اس نے سنگھار میز کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ایک ایک چیز کے بارے میں بتاتا رہا پھر اس نے ڈریسر کی دراز کھولی۔ "آپ کو شاید معلوم ہے کہ نازنین کو فیروزے کا خبط تھا۔ اس دراز میں اس کے زیور ہیں۔"

کاظم ایک ایک چیز کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اسے چکر سے آنے لگے۔ اس نے اپنی پیشانی کو چھو کر دیکھا۔ وہ پسینے سے بھیگ رہی تھی۔ اسے کچھ ہو رہا تھا۔

"یہ اسے بہت پسند تھا۔" اس نے کلاوتی کو کہتے سنا۔ "یہ وہ ہمیشہ پہنے رہتی تھی۔"

پھر اسے احساس ہوا کہ کلاوتی اس سے مخاطب ہے۔ وہ اس کی طرف مڑا۔ اسے سب کچھ دھندلا دھندلا نظر آ رہا تھا۔ کلاوتی سنہری زنجیر والا ایک لاکٹ اس کی طرف بڑھا رہی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر لاکٹ لے لیا۔ لاکٹ کے بیچ میں دل کی شکل کا ایک فیروزہ جڑا ہوا تھا۔

"بہت خوب صورت ہے۔" اس نے اپنی آواز سنی۔

ایک لمحے تو کچھ نہیں ہوا پھر جو کچھ ہوا، اس کے نتیجے میں اس کی چیخ نکل گئی۔ "خدا کی پناہ۔" لاکٹ اس کی مٹھی میں تھا اور جیسے دہکتا ہوا انگارہ بن گیا تھا۔ اس نے جلدی سے مٹھی کھولی، لاکٹ نیچے گر گیا۔ وہ بے تابی سے بائیں ہاتھ سے اپنی داہنی ہتھیلی کو رگڑتا رہا۔

ساجد نقوی نے جیسے کچھ سنا ہی نہیں۔ وہ زیورات کی دراز ٹٹولتا رہا۔ کلاوتی البتہ کاظم کو دیکھ رہی تھی لیکن بے تاثر آنکھوں سے۔

"اس نے تو میرا ہاتھ جلا دیا۔" کاظم نے بے ساختہ کہا۔

کلاوتی نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھاما اور ہتھیلی کو غور سے دیکھا۔ اگلے ہی لمحے اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ ہتھیلی کے بیچ میں دل کی شکل کا سرخ نشان بے حد نمایاں تھا مگر اب اس کی رنگت ہلکی پڑ رہی تھی۔ اس نے جلدی سے کاظم کا ہاتھ چھوڑا اور لاکٹ اٹھانے کے لئے جھکی۔ لاکٹ اٹھانے کے بعد وہ اسے پُرخیال نظروں سے دیکھتی رہی پھر وہ بہت دھیمی آواز میں بولی۔ "کتنی عجیب بات ہے۔ یہ لاکٹ منظور نظر کی داہنی مٹھی میں دبا ملا تھا۔ اس کی موت کے بعد۔ اس میں ایک خفیہ کھٹکا ہے۔ مجھے اس کو دریافت کرنے میں کئی گھنٹے لگے تھے مگر میرا خیال ہے کہ تم اسے ایک لمحے میں کھول سکتے ہو لیکن میں تمہیں آزمائش میں نہیں ڈالوں گی۔"

☆==========☆==========☆

کاظم ایک بار پھر کلاوتی کے گھر میں' لان میں بیٹھا تھا۔ اس کا حال عجیب تھا' ذہن پر دھند سی چھائی ہوئی تھی۔ وہ کچھ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

"یہ لو۔" کلاوتی نے اسے چونکا دیا۔ وہ ہاتھ میں لیموں کے شربت کا گلاس لئے کھڑی تھی۔ "یہ پی لو۔ تمہیں اس کی ضرورت ہے۔" اس کے نرم لہجے میں تحکم تھا۔

کاظم گلاس سے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔ کلاوتی گھر میں چلی گئی۔ کاظم سوچتا رہا۔ اس کی دنیا تہہ و بالا ہوئی جا رہی تھی۔ وہ سوچتا رہا۔

اچانک عقب سے کلاوتی نے اسے پکارا "منظور!" اس کی آواز بلند تھی اور لہجہ ہیجانی تھا۔

اور کاظم نے یوں اسے پلٹ کر دیکھا' جیسے کلاوتی نے اسی کا نام لیا ہو۔ اس نے سر اٹھایا تو کلاوتی کی آنکھیں اس کے سامنے تھیں اور وہ جیسے ان آنکھوں میں تحلیل ہو رہا تھا۔ جانے یونہی کتنی دیر ہوگئی۔ جانے کب وہ آنکھوں کے سحر سے نکلا اور پہلا احساس اسے یہ ہوا کہ وہ جان گیا ہے اور کلاوتی بھی جان گئی ہے کہ وہ منظور نظر کا دوسرا روپ ہے۔

اسے اپنے پیٹ میں گرہیں سی پڑتی محسوس ہوئیں۔ سینے میں جیسے کچھ پھنسنے لگا۔

ساتھ ہی عجیب سے سکون کا احساس بھی ہو رہا تھا۔

"مجھے افسوس ہے لیکن یہ ضروری تھا۔" کلاوتی بولی۔ "لیکن تم خطرناک مرحلے میں تھے۔ بے یقینی کے نتیجے میں تمہارا دماغ بھی الٹ سکتا تھا۔"

"شکریہ لیکن آپ کو کیسے معلوم ہُوا؟" کاظم نے پوچھا۔

"میں نے تمہیں ابتدا میں ہی پہچان لیا تھا۔ دیکھو ہر آدمی کی اپنی مخصوص خوشبو ہوتی ہے۔ وہ کبھی نہیں بدلتی پھر ایک اور بات تھی منظور جب کسی سوچ میں گم ہوتا تو وہ انگلی اور انگوٹھے سے اپنے کان کی لَو مسلتا تھا۔ میں نے تمہیں بھی یہی کرتے دیکھا تو شبے کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔"

"تو آپ نے اسی وقت کیوں نہیں بتا دیا مجھے؟"

وہ مسکرائی۔ "تم یقین کر لیتے؟" اس کے لہجے میں چیلنج تھا۔

"ٹھیک کہتی ہیں آپ۔"

"اور میں سمجھتی ہوں کہ تمہاری پچھلے جنم کی یادداشت بھی اب رفتہ رفتہ لوٹ آئے گی۔ شاید ایسا کئی مرحلوں میں ہوگا۔ ایسا ہو تو عقل پہ نازاں ہو کے اس کا تجزیہ کرنے نہ بیٹھ جانا۔ بس اسے سچ مان لینا۔ یہ میرا مشورہ ہے۔"

☆==========☆==========☆

مگر کاظم سعید' کلاوتی کے گھر سے نکلا تو اب تک کی صورتِ حال کا تجزیہ ہی کر رہا تھا۔ وہ ہر واقعے کا عقلی جواز تلاش کر رہا تھا۔ وہ نازنین کے کردار کو بنیاد بنا کر ناول لکھ رہا تھا۔ اس کا تخیل غیر معمولی طور پر زرخیز تھا۔ وہ بے حد حساس تھا۔ وہ نازنین کو سمجھنا چاہتا تھا۔ اسی لئے لاکٹ نے اس کا ہاتھ جلایا تھا۔ لاکٹ انگارے جیسا لگا تو یہ اس کے تخیل کا کرشمہ تھا۔ منظور کے نام پر اس نے پلٹ کر دیکھا تو یہ اس کی غیر شعوری خواہش تھی.......... منظور نظر کا کردار اپنانے کی۔ اس لئے کہ منظور نازنین کا محبوب تھا اور نازنین کو سب سے زیادہ وہی سمجھتا تھا۔ درحقیقت کہانی کے آئیڈیے نے اسے بے حد گہرائی میں متاثر کیا تھا۔ وہ اس کہانی پر کہانی کے ماحول میں ڈوب کر کام کرنا چاہتا تھا۔

الماس ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔ وہ گھر پہنچتے ہی سیدھا اپنی اسٹڈی میں چلا گیا۔ اپنی کرسی پر بیٹھ کر اس نے رائٹنگ پیڈ سامنے گھسیٹا اور منظور نظر کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس کا مختصر سا سوانحی خاکہ اسے یاد تھا۔ نام منظور حسین' پیدائش ۹ جون ۱۸ء جام نگر

آخری فلم پیاسا ساون۔

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ اسے منظور کے بارے میں سوچنا تھا۔ آخر وہ ناول کا ہیرو تھا اور وہ اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ وہ ذہن پر زور دیتا رہا پھر اچانک جیسے پورا منظر اس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ کیا اسے اپنا پچھلا جنم یاد آرہا تھا۔ یا ایک تخلیق کار تخلیق کے الوہی مرحلے میں داخل ہوگیا تھا۔ اس نے لکھنا شروع کردیا، جو کچھ وہ دیکھ رہا تھا اسے کاغذ پر منتقل بھی کررہا تھا۔

وہ جام نگر کا پرانے طرز کا بہت بڑا مکان تھا۔ نیلے رنگ کا مکان۔ اور عقبی صحن؟ ہاں عقبی صحن میں بائیں جانب ایک قطعہ تھا، جس میں سبزیاں لگی تھیں۔ دائیں جانب ایک اونچا درخت تھا۔ غالباً صنوبر کا، جس پر بچپن میں وہ چڑھا کرتا تھا۔ ایک بار وہ گر بھی گیا تھا اور اس کی بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔

اور اس کا باپ.........؟ اس کا نام منصور حسین تھا۔ اس کے پاس اوزار تھے۔ وہ ہاتھ کا کام کرتا تھا۔ کیا؟ معمار تھا شاید۔ نہیں بڑھئی تھا وہ۔ لمبا چوڑا، خوش مزاج آدمی۔ وہ یادیں، وہ بہت تیزی سے امنڈی چلی آرہی تھیں، اس رفتار سے کہ انہیں الگ الگ شناخت کرنا بہت مشکل تھا۔

اس کا باپ منصور حسین بہت اچھا کاریگر تھا۔ لوگ اسے پسند کرتے تھے اور اپنے دوستوں سے متعارف کراتے تھے۔ بھئی اپنا کام منصور سے کراؤ۔ ایماندار اور ہنرمند آدمی ہے۔ اس کے نتیجے میں گھر میں خوش حالی تھی لیکن منصور حسین نے اپنا مکان کبھی نہیں چھوڑا۔ وہ کہتا تھا۔ یہی ہمارا گھر ہے برکت والا۔ ہم اسے چھوڑ کر کہیں اور کیوں جائیں۔

اس کی ماں کا نام مریم تھا۔ وہ دھان پان سی، نرم مزاج لیکن مضبوط شخصیت کی مالک تھی۔ ہروقت گھر کے کسی نہ کسی کام میں لگی رہتی۔ اس کے مزاج میں فوجیوں کا سا ڈسپلن تھا۔ ناشتہ صبح سات بجے، دوپہر کا کھانا ڈیڑھ بجے، شام کی چائے پانچ بجے اور رات کا کھانا ٹھیک آٹھ بجے۔ وہ عمر میں شوہر سے کافی چھوٹی تھی لیکن اپنے شوہر سے پاگل پن کی حد تک محبت کرتی تھی مگر اس محبت کا انداز جارحانہ نہیں تھا۔

اور جب وہ آگ میں جل کر مرا تو اس کے ماں اور باپ دونوں زندہ تھے۔ سوال یہ تھا کہ اس کے ماں باپ پر کیا گزری ہوگی۔ وہ ان کا اکلوتا بیٹا تھا اور ان کے درمیان گہری محبت کا رشتہ بھی تھا۔ منظور کے بمبئی آجانے سے......... اس کی کامیابی سے بھی وہ رشتہ

کمزور نہیں پڑا تھا۔ درحقیقت اس کے والدین کو اس پر فخر تھا۔

پھر یادوں میں کچھ ٹھہراؤ سا آگیا۔ باتیں واضح ہونے لگیں۔ عکس دھندلے نہیں رہے۔ اس کا قلم چلتا رہا۔

یہ ۱۹۴۸ء تھا۔ منظور نظر فلم انڈسٹری کا سب سے کامیاب منظرنامہ نگار تھا۔ پچھلے دس برسوں میں اس نے ان گنت کامیاب فلمیں مکمل تھیں، ہر بڑے ادارے، ہر بڑے ہدایت کار کے ساتھ کام کیا تھا۔ وہ کبھی ہدایت کار نہیں بنا لیکن سب جانتے تھے کہ اس میں فلم میکنگ کی خداداد صلاحیت موجود ہے۔ وہ اہم شاٹس کی ٹیکنگ کے سلسلے میں ہدایت کاروں کی بڑی مدد کرتا۔ اس کے پاس ساکھ بھی تھی اور دولت بھی۔

دوڑتے ہوئے عکس یوں ٹھہر گئے، جیسے تیزی سے فارورڈ کی جانے والی فلم کو روک کر پلے کا بٹن دبا دیا جائے۔

وہ لکھتا رہا......... رات کا وقت تھا۔ وہ ایک پارٹی میں جانے کے لئے تیار ہو رہا تھا۔ وہ بے حد خوش لباس آدمی تھا۔ بالوں میں کنگھا کرتے ہوئے اس نے اپنا عکس دیکھا اور طمانیت سے سر ہلا دیا۔ اس کے خوب صورت لیکن ناہموار چہرے میں صنفِ مخالف کے لئے بے پناہ کشش تھی۔

پارٹی مینا کے گھر ہو رہی تھی۔ چند برس پہلے منظور کا مینا کے ساتھ بھی مختصر لیکن پُرجوش معاشقہ چلا تھا۔ اب بھی وہ ایک دوسرے سے اچھی طرح ملتے تھے۔

مینا کا گھر بے حد روشن نظر آرہا تھا۔ باہر کاریں کھڑی تھیں۔ اس پارٹی میں فلمی دنیا کے بڑے لوگ شریک ہو رہے تھے۔ منظور نے بھی اپنی کار مناسب جگہ دیکھ کر پارک کی پھر وہ اندر داخل ہوا۔ وہ ایک بے حد وسیع و عریض بنگلا تھا۔ بیشتر مہمان لان میں ہی موجود تھے۔ مینا نے اسے دیکھا تو اس کی طرف لپکی۔ ”مجھے تمہاری آمد سے خوشی ہوئی ہے۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”تمہارے بغیر پارٹی بے رونق لگ رہی تھی۔“ وہ اسے ہاتھ تھام کر مہمانوں کے درمیان لے چلی۔ ”سبھی لوگ آچکے ہیں تقریباً مجھے یقین ہے کہ تم پُرلطف وقت گزارو گے۔“

منظور نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ مینا نے ٹھیک کہا تھا۔ وہاں فلمی دنیا کی ہر اہم شخصیت موجود تھی۔ اس نے پہلے اداکاراؤں کا جائزہ لیا۔ جمنا دیوی تین ہدایت کاروں کے درمیان گھری ہوئی تھی۔ ماہ پارہ، جسے حال ہی میں طلاق ہوئی تھی آزاد پرندے کی طرح چہکاتی

پھر رہی تھی۔ وہاں پدمنی بھی تھی اور شاردا بھی۔ ایک طرف پاربتی مجمع عشاق میں کھڑی تھی پھر تمام بڑے اداکار' اسٹوڈیوز کے مالکان' پروڈیوسرز اور ڈائریکٹر نظر آئے۔

"آیئے اب اندر چلے آیئے۔" مینا نے باآواز بلند اعلان کیا۔ وہ سب بنگلے کے بڑے ہال میں آ گئے۔ ہال میں کچھ گروپ ٹوٹے اور کچھ نئے گروپ بنے۔ کچھ جوڑے اندر کے کمروں کی طرف ہو لیے۔

منظور نظر جنوب کے اداکار بھنکر اور اسکرین پلے رائٹر گوسوامی سے باتیں کر رہا تھا بھنکر بہت اچھا اداکار تھا۔ لیکن بہت منہ پھٹ اور خود سر ہونے کی وجہ سے اسے کم ہی فلمیں ملتی تھیں۔ تاہم ناقدین اسے بہت بڑا اداکار قرار دیتے تھے۔ ایک سال پہلے اس نے ایک اسٹوڈیو کے مالک کی پٹائی کر دی تھی۔ جو اسے کانٹریکٹ سے آزاد کرنے پر تیار نہیں تھا۔ اس کے بعد بھنکر کو آزادی تو مل گئی لیکن اس اسٹوڈیو میں اس کا داخلہ بند ہو گیا۔

گوسوامی ایک لطیفہ سنا رہا تھا کہ اداکارہ کامنی آ گئی۔ "اے تم گندے لطیفے تو نہیں سنا رہے ہو؟" اس نے گوسوامی سے پوچھا۔

"لطیفے صرف لطیفے ہوتے ہیں۔" گوسوامی نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔ "ان کی درجہ بندی ممکن نہیں۔"

کامنی بولی۔ "اس کا مطلب ہے' تم گندے لطیفے ہی سنا رہے ہو۔" پھر اس نے منظور کا ہاتھ تھام کر اسے اپنی طرف کھینچا۔ "میں ذرا دیر کے لئے منظور کو چرا کر لے جا رہی ہوں۔"

ان کے جاتے ہی گوسوامی نے کہا۔ "یہ نام ہی اس نے ایسا رکھا ہے۔ ہر کسی کا منظورِ نظر ہو جاتا ہے۔ گیذر سنگھی ہے شاید اس کے پاس۔"

دوسری طرف منظور کامنی سے جان چھڑا کے آیا تو اس کا موڈ بہت خراب تھا۔ اسے کامنی جیسی تیز و طرار عورتیں اچھی نہیں لگتی تھیں۔ آتے ہوئے اس نے ٹیبل سے ایک جام اٹھا لیا۔ وہ بھنکر اور گوسوامی کی طرف واپس آیا۔ "کہو کیسا رہا؟" گوسوامی نے اسے چھیڑا۔

"فسٹ کلاس" وہ مسکرایا لیکن وہ زبردستی کی مسکراہٹ تھی۔

اسی وقت اس نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔ وہ سفید لباس پہنے سب سے اوپری زینے پر

کھڑی تھی! وہ اسے دیکھتے کا دیکھتا رہا گیا۔ اس کے نزدیک وہ کمرا تو کیا جیسے کائنات بھی ساکت ہو گئی تھی۔ اس حسین لڑکی کے سوا جیسے کہیں کچھ بھی نہیں تھا۔ باقی سب کچھ جیسے کسی دھندلے پردے میں چھپ گیا تھا۔

وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ اس کے ترشے ہوئے ہونٹوں پر ایک ملکوتی مسکراہٹ تھرک رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کی گہرائی اسے اشارے کر رہی تھی' بلا رہی تھی' ڈوب جانے کی دعوت دے رہی تھی۔

وہ سحرزدہ سا اس کی طرف بڑھنے لگا۔ پلکیں جھپکائے بغیر۔ لوگ ایک طرف ہٹ کر اسے راستہ دینے لگے۔ وہ اس کے سامنے پہنچ گیا "ہیلو" وہ بولا۔

"ہیلو" اس کی آواز بے حد مترنم تھی۔

"تم.......... تم نازنین ہو نا۔ میں نے تمہاری ایک فلم دیکھی تھی۔"

اس نے بڑی ادا سے سر ایک طرف جھکایا اور آنکھوں سے تائید کی پھر وہ مسکرائی۔ وہ نگاہوں کو خیرہ کر دینے والی جگمگاتی مسکراہٹ تھی۔ کمرے میں جیسے دھند چھٹ گئی۔ اسے گردوپیش کی آوازیں سنائیں دینے لگیں۔

اچانک اسے احساس ہوا کہ نازنین کا ہاتھ اس کی طرف بڑھا ہوا ہے۔ اس نے وہ ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ وہ چند لمحے یونہی ساکت و صامت کھڑا رہا.......... ہونقوں کی طرح پھر اس نے پوچھا۔ "تم اس پارٹی میں کس کے ساتھ آئی ہو؟"

"ساجد نقوی کے ساتھ۔"

"ابھی.......... اسی وقت میرے ساتھ چل سکتی ہو؟" وہ اب بھی اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔

"کیوں نہیں' بس ذرا ساجد کو بتا آؤں۔" اس نے کہا اور پھر مسکرائی۔ وہی جگمگاتی ہوئی مسکراہٹ۔ وہ مسکراہٹ اس کے جسم میں ہیجان جگاتی تھی۔

نیچے گوسوامی نے دھیمی آواز میں تبصرہ کیا۔ "یہ تو جادوگر ہے یارو۔ لو.......... ونڈر گرل کو بھی لے بھاگا۔"

"حد ہو گئی۔" بھنکر نے پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "یہ تو کلجگ ہے کلجگ۔"

ذرا دیر بعد نازنین آ گئی۔ اس نے منظور کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ "چلو۔"

منظور کو اپنے وجود میں نظریں چبھتی محسوس ہوئیں۔ یوں تو ہر شخص اسے حسد

بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا لیکن جن نظروں نے اسے جاتے جاتے پلٹ کر دیکھنے پر مجبور کیا وہ ساجد نقوی کی نظریں تھیں۔ ان نظروں میں حسد نہیں تھا' رشک تھا' ستائش تھی اس کے لئے۔

منظور کا اپنا وجود جیسے بھر چکا تھا۔ ایک تند جذبے نے اسے ہلا ڈالا تھا۔ اس کا بس چلتا تو وہ نازنین پر نثار ہو جاتا پھر وہ سب کچھ اس کی برداشت سے باہر ہو گیا۔ اس نے بے حد اچانک اور بے حد شدت سے کہا۔ "نازنین.......... میں تم سے محبت کرتا ہوں۔"

وہ اس وقت تک گیٹ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ اس کی بات سن کر نازنین رکی اور اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کے ہونٹ قدرے کھل گئے تھے اور نظریں منظور کو اپنے وجود سے پار نکلتی محسوس ہو رہی تھیں۔ "یہ بات تم اکثر کہتے رہتے ہو؟" اس نے بڑی سادگی سے پوچھا۔

"میں فرشتہ نہیں' انسان ہوں۔ پارسائی کا دعویٰ نہیں لیکن میں نے یہ لفظ کسی سے نہیں کہے کبھی۔" اور یہ سچ تھا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس لڑکی سے وہ صرف سچ بول سکتا ہے۔

"یہ تو بہت اچھا ہوا۔" وہ بولی۔

"تم نے ساجد نقوی سے کیا کہا؟" منظور نے پوچھا۔

وہ مسکرائی۔ "میں نے اسے بتا دیا کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔ سنو تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ اپنی حیرت نہ چھپا سکا۔ "تو تمہیں میرا نام بھی معلوم نہیں اور تمہیں مجھ سے محبت ہو گئی ہے؟"

"محبت مجھے تمہارے نام سے تو نہیں کرنا تھی۔"

"میرا نام منظور نظر ہے۔"

"اوہ کہانی نویس!"

منظور نے اثبات میں سر ہلایا پھر اس کے لئے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اس نے کہا۔ "کیا خیال ہے.........."

"ساحل پر نہ چلیں۔" نازنین نے اس کی بات پوری کر دی۔ منظور خود بھی یہی کہنے والا تھا۔

ڈرائیو کے دوران وہ باتیں کرتے رہے۔ منظور خود کو بدلا ہوا آدمی محسوس کر رہا تھا۔ وہ یوں باتیں کرتے رہے' جیسے برسوں پرانے دوست ہوں۔ منظور نے اس سے وہ باتیں بھی کہہ دیں جو کبھی کسی کو نہیں بتائی تھیں۔ نازنین نے اس سے اس کے کام کے متعلق پوچھا۔

"مجھے اپنا کام بہت اچھا لگتا ہے۔" منظور نے اسے بتایا۔ "مجھے اس کا معاوضہ بھی اچھا ملتا ہے۔ ایک حد تک یہ تخلیقی کام بھی ہے لیکن اب اسے آگے بڑھانا چاہتا ہوں۔ میں نے ایک ناول شروع کیا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ میں اسے زیادہ وقت نہیں دے پاتا ہوں۔ ورنہ وہ اب تک مکمل ہو گیا ہوتا۔"

"مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔"

منظور نے اسے آئیڈیا سنایا پھر دو اور ناولوں کے آئیڈیے بھی سنائے پھر وہ بولا۔ "میرا ذہن بڑا زرخیز ہے۔ ایسے درجنوں آئیڈیے اس میں چکراتے پھرتے ہیں مگر میں انہیں وقت تو دوں۔"

"مجھے تمہارے آئیڈیے بہت پسند آئے۔" نازنین کے لہجے میں دبا دبا جوش تھا "انہیں تکمیل تک پہنچاؤ۔ تم اجازت دو تو میں اس کام میں تمہاری مدد کروں گی۔"

"وہ کیسے؟"

"ایسے کہ تمہیں وقت ضائع کرنے سے روکوں گی اور کام کرنے پر مجبور کروں گی۔" نازنین نے اسے گھونسا دکھاتے ہوئے کہا۔ "آج بھی تمہیں پارٹی میں شرکت کے بجائے گھر پر رک کر کام کرنا چاہئے تھا۔"

"ایسا ہوتا تو میں تم سے کیسے ملتا۔" منظور کے لہجے میں احتجاج تھا۔

"ہاں لیکن اب تو مل چکے ہو۔ اب پارٹیوں کے چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔"

وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر خوش ہو کر بولا۔ "مجھ پر سختی کرنے کے لئے تمہیں مجھ پر نظر رکھنا ہو گی اور نظر رکھنے کے لئے میرے ساتھ بہت زیادہ وقت گزارنا ہو گا۔"

وہ بھی خوشی سے مسکرائی۔

منظور کو جیسے دو جہاں کی دولت مل گئی تھی۔ وہ تھی بھی پورے چاند کی رات۔ سمندر جگمگا رہا تھا۔ ساحل کی ریت بھی خوب صورت لگ رہی تھی۔

"یہ رات.......... آج کی رات مجھے اس دنیا کی چیز نہیں معلوم ہوتی۔" منظور نے

نازنین سے کہا "یہ تو جیسے کوئی سحر ہے۔"

دونوں نے جوتے اتار دیے تھے اور اب ہاتھ میں ہاتھ ڈالے پانی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ "تو کیا تم جادو پر یقین نہیں رکھتے؟" نازنین نے پوچھا۔

"اب یقین آگیا ہے۔"

"میرا خیال ہے' انسان اس دنیا کا سب سے بڑا ساحر ہے۔ کیا پتا' ہم نے یہ جادوئی لمحہ بہت پہلے تخلیق کیا ہو اور اس کی تکمیل اب ہوئی ہو۔"

منظور نے نازنین سے اس کے کیریر کے متعلق پوچھا۔

"اب مجھے اچھے رول مل رہے ہیں۔" وہ بولی۔ "سب کا کہنا ہے کہ اب میں اسٹار بن جاؤں گی۔"

"لیکن تمہارے انداز سے خوشی ظاہر نہیں ہوتی۔" منظور نے کہا۔ "لڑکیاں تو اسٹار بننے کی امید میں اپنا سب کچھ قربان کر دیتی ہیں۔"

"مجھے اپنا کام پسند ہے۔" نازنین کے لہجے میں ٹھہراؤ تھا۔ "لیکن وہ میری زندگی کی اہم ترین چیز نہیں ہے۔ ہے نا عجیب بات۔ مجھے بچپن سے اس کے لئے تیار کیا جاتا رہا ہے اور اب میں کامیابی کے قریب پہنچی ہوں تو مجھے احساس ہو رہا ہے کہ مجھے اس کی زیادہ پروا نہیں۔ اداکاری میرے نزدیک بس وقت گزاری ہے۔ مجھے ایک انتظار ہے۔"

منظور چلتے چلتے رک گیا۔ دم توڑتی موجوں کا پانی اب ان کے پیروں کو چوم رہا تھا

"کیسا انتظار؟" اس نے پوچھا۔

نازنین نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ "میرا خیال ہے' میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔"

خیالات کی فلم جیسے ٹوٹ گئی۔ کاظم نے قلم بند کئے بغیر میز پر رکھ دیا۔ وہ یوں ہانپ رہا تھا' جیسے میلوں دوڑ لگا کے آرہا ہو۔ اسے احساس تھا کہ اس نے کئی صفحے لکھ لیے ہیں لیکن جسمانی تھکن نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ ذرا دیر بعد جب اس کی حالت سنبھلی تو اس نے وہ صفحات پڑھے پھر اس نے حیرت سے سوچا یہ سب میرا تخیل تھا؟ یا.......... اس سے آگے وہ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔

نہ جانے کیسے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس نے بڑے دکھ سے سوچا۔ یہ کیسی محرومی ہے؟ کاش اس وقت نازنین میرے ساتھ ہوتی۔

اس نے آتش زنی کے واقعے کو تخیل کے زور پر جگانے کی کوشش کی لیکن تصور

کے پردے پر کوئی تصویر نہیں ابھری۔ البتہ شدید گرمی کا احساس ستانے لگا۔ جیسے وہ شعلوں میں گھرا ہو۔ اس نے اپنی پیشانی کو چھو کر دیکھا۔ وہ پسینے میں بھیگ رہی تھی۔ وہ اتنا خوف زدہ ہوا کہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ جھٹ پٹے کا وقت تھا۔ سورج غروب ہونے والا تھا۔ الماس ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔ اس کے دل میں شدت سے ایک خواہش ابھری.......... ساحل پر جانے کی خواہش۔ وہ اس خواہش کی زنجیر سے بندھا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

☆=========☆=========☆

اس نے جوتے اور موزے اتار دیے تھے۔ جینز کے پائنچے چڑھا لئے تھے۔ وہ ریت پر بیٹھا تھا۔ کچھ دور ریت پر سر پٹختی موجوں کے چھینٹے اسے بھگو رہے تھے۔ موجیں بتدریج چڑھ رہی تھیں۔ ہر بار وہ کچھ آگے آجاتی تھیں۔ وہ بیٹھا اس آگ کے بارے میں سوچنے کی کوشش کر رہا تھا' جس نے نازنین اور منظور نظر کو بھسم کر دیا تھا۔

ساحل پر اس وقت کچھ فیملیز موجود تھیں۔ بچے موجوں کے ساتھ اٹکھیلیاں کرتے پھر رہے تھے۔ اس کے قریب سے ایک کتا دوڑتا ہوا گزرا۔ کتے کے پیچھے ایک بے حد حسین لڑکی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔ اس کے دانت بے حد چمکدار تھے۔

وہ بیٹھا سوچتا رہا.......... یاد کرنے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔ سورج غروب ہو گیا۔ اندھیرا چھانے لگا۔ عورتوں کے قہقہے اور بچوں کا شور معدوم ہو گیا۔ وہ اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا کہ اسے وہاں بیٹھے ہوئے کتنی دیر ہو گئی ہے۔

اچانک ایک آواز نے اسے چونکا دیا پھر ایک کتا بھونکا۔ اس کے منہ میں گیند تھی اور وہ اس کے قریب آکر دھم سے گرا تھا۔ اس نے گیند اٹھا کر لانے میں جو ریت اور پانی اچھالا تھا' وہ کاظم پر گرا تھا۔

"لالو.......... لالو.......... یہاں آؤ۔" لڑکی پکار رہی تھی اور بھاگتی ہوئی اسی طرف آرہی تھی۔ یہ وہی لڑکی تھی جو کچھ دیر پہلے اسے مسکراہٹ سے نوازتی ہوئی گزری تھی۔

وہ آکر ریت پر اس کے قریب بیٹھ گئی۔ "مجھے افسوس ہے۔ یہ لالو کبھی کبھی خوشی میں آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ کچھ یہ بھی ہے کہ ابھی تک مجھے گیند سیدھ میں پھینکنا نہیں آیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔" کاظم نے دھیرے سے کہا۔ وہ لڑکی کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

اس کی پیشانی کشادہ تھی۔ بھرے بھرے ہونٹ اور مضبوط ٹھوڑی۔ آنکھیں بے حد گہری تھیں۔ ان کی رنگت ایسی بھوری تھی کہ کہیں سبز رنگ کی جھلک محسوس ہوتی تھی۔

لڑکی بھی اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ "آپ مجھے بہت جانے پہچانے لگ رہے ہیں۔" اس نے عین اس وقت کہا' جب کاظم یہی جملہ کہنے والا تھا۔ کاظم نے یہ بات کہہ بھی دی۔ "آپ کو غور سے دیکھنے کے بعد مجھے بہت کچھ یاد آ رہا ہے لیکن میں نہیں سمجھتی کہ وہ مجھ پر گزرا ہے۔" لڑکی نے اپنی بات جاری رکھی۔ "یعنی وہ یادیں بھی نہیں ہیں۔ نہ جانے کیا ہے۔"

کاظم کا جسم لرز کر رہ گیا۔

"مجھے لگتا ہے میں نے آپ کے ساتھ بہت زیادہ وقت گزارا ہے۔" لڑکی خواب ناک لہجے میں کہہ رہی تھی۔ "میں بہت قریب رہی ہوں آپ کے۔ یہ احساس مجھے اس وقت سے ستا رہا ہے' جب میں نے تھوڑی دیر پہلے یہاں سے گزرتے ہوئے آپ کو بیٹھے دیکھا تھا۔ اس وقت میں نے دانستہ طور پر گیند آپ کی طرف اچھالی تھی۔ آپ کے قریب آنے.......... آپ کو نزدیک سے دیکھنے کے لئے۔"

کاظم کو ایک اور احساس نے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اس لڑکی میں عجیب سے انداز میں نازنین کی شباہت تھی۔ ایسی شباہت جسے صرف محسوس کیا جا سکتا' بیان کرنا ناممکن تھا۔ اس کے جسم میں سنسنی سی دوڑنے لگی۔ اس نے کہا۔ "آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔"

"خود میری سمجھ میں بھی نہیں آتی۔" لڑکی کے لہجے میں عجیب سی بے بسی تھی "بس میں اتنا جانتی ہوں کہ میں پہلے کوئی اور تھی۔ میرا مطلب ہے اس زندگی سے پہلے۔ مختلف شکل میں' مختلف نام سے' لیکن وہ میں ہی تھی اور آپ کو دیکھ کر یاد آتا ہے کہ آپ اس زندگی میں میرے ساتھ تھے۔" یہ کہتے کہتے اس کا چہرہ شرم سے تمتما اٹھا تھا۔

"تم آواگون پر یقین رکھتی ہو؟" کاظم کو بعد میں احساس ہوا کہ اس نے لڑکی کو تم کہہ کر مخاطب کیا ہے۔

"نہیں میں مسلمان ہوں لیکن جو کچھ میرے ساتھ ہو رہا ہے' اس نے مجھے بے بس کر دیا ہے۔ میرے ذہن میں پچھلی زندگی کی تصویریں پھرتی ہیں۔ میں ان میں بھی خود کو ایک اداکارہ دیکھتی ہوں مگر مجھے اپنا نام معلوم نہیں ہوتا۔ میں سوچ سوچ کر ہلکان ہو گئی

ہوں' کبھی کبھی لگتا ہے میرا دماغ پھٹ جائے گا۔"

اس بار کاظم دہل کر رہ گیا۔ اس نے سوچا' یہ نازنین ہے شاید۔ بس اسے یہ بات یاد نہیں ہے۔ اسی لئے جانی پہچانی بھی لگ رہی ہے۔ اس نے نظریں اٹھائیں۔ لڑکی اسے والہانہ انداز میں دیکھ رہی تھی۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"نام تو میرا آسیہ ہے مگر فلم والوں نے آشا رکھ دیا ہے۔"

"میں نے تمہاری کوئی فلم نہیں دیکھی۔"

"سب کہتے ہیں کہ مجھ میں ٹیلنٹ کی کمی نہیں لیکن اب تک مجھے کوئی جان دار رول ملا ہی نہیں۔"

کاظم نے دل میں سوچا' اب مل جائے گا۔ تم نازنین کا کردار کرو گی اور بلندیوں میں پہنچ جاؤ گی۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ نازنین کا کردار آشا کو ہر قیمت پر دلوائے گا۔ نازنین کا رول نازنین سے بہتر کون کر سکتا ہے۔ یہ خیال اس کے ذہن میں آیا تو اس نے فوراً لاحول پڑھی۔ وہ ابھی تک منقسم تھا۔ آواگون کو خرافات سمجھتا تھا اور جو کچھ ہو رہا تھا' اس کی نفی بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"اور آپ کا کیا نام ہے؟" آشا نے پوچھا۔

"کاظم سعید.........."

"اوہ فلم رائٹر؟"

کاظم نے اثبات میں سر ہلا دیا پھر پوچھا۔ "تم کہاں رہتی ہو؟"

"یہیں ساحل سے قریب میرا ایک چھوٹا سا کاٹیج ہے۔ آئیں چلیں نا میں آپ کو چائے پلاؤں گی۔"

کاظم اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ چل دیا۔ راستے میں وہ اسے بتاتی رہی کہ اسے چھوٹے چھوٹے رول مل رہے ہیں اور وہ ان سے کام چلا رہی ہے۔ کاظم نے اسے بتایا کہ آج کل وہ ایک خاص آئیڈیے پر کام کر رہا ہے مگر اس کہانی کے بارے میں اسے کچھ بتایا نہیں۔

کاٹیج چھوٹا سا' مگر بے حد خوب صورت تھا۔ دو بیڈ روم تھے۔ سامنے چھوٹا سا باغیچہ تھا۔ آشا نے کاظم کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور خود کچن میں چلی گئی۔ ذرا دیر بعد وہ چائے لے آئی۔ چائے کی پیالیاں میز پر رکھ کر وہ خود کاظم کے برابر صوفے پر بیٹھ گئی۔ "ساحل

پر آپ کسی گہری سوچ میں گم تھے؟" وہ بولی۔

"ہاں میں سوچ رہا تھا۔ آواگون کے بارے میں۔"

"کیوں؟"

"میں جس کہانی پر کام کر رہا ہوں' اس میں آواگون کا چکر ہے۔ فی الحال میں آواگون پر ریسرچ کر رہا ہوں۔"

"میں نے اس کے بارے میں سنا بہت ہے مگر میں اس پر یقین نہیں رکھتی۔ حالانکہ خود اسی چکر میں بری طرح الجھی ہوئی ہوں۔"

"ایک بات تو ہے۔" کاظم نے کہا۔ "زندگی گزارنے کا ایک اور موقع ملنا ایک امید افزا خیال لگتا ہے۔"

آشا کچھ دیر سوچتی رہی۔ "اپنی اپنی سوچ پر منحصر ہے یہ۔ مجھے تو یہ سوچ کر ہول آتا ہے کہ آدمی ایک زندگی میں اپنا کیا بھگتتا ہے تو یہی کچھ کم تکلیف دہ نہیں۔ کجا یہ کہ ہر جنم میں آدمی اپنی غلطیاں دہراتا رہے اور سزا پاتا رہے۔ دیکھیں نا' موت بھی آزادی نہیں دیتی تو زندگی تو بے سود اور تھکا دینے والی چیز ہوئی نا۔ آئے جاؤ' زندگی گزارے جاؤ۔ پھر آؤ' پھر زندگی گزارو۔ میرے خیال میں تو یہ عمل مایوس کن بھی ہوا اور اذیت ناک بھی اور پھر ہم اشرف المخلوقات تو نہ رہے کٹھ پتلیاں ہو گئے۔"

چائے پینے کے بعد وہ کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے پھر کاظم نے گھڑی میں وقت دیکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "اب میں چلتا ہوں۔"

"رک جائیں نا۔ کھانا کھا کر جائیے گا۔" آشا نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے انداز میں محبت ہی محبت تھی۔ "آپ جانے مجھے کیا سمجھ رہے ہوں گے۔ میں یوں کسی سے بے تکلف نہیں ہوتی۔ فلمی دنیا میں بھی میں نے خود کو کبھی گرنے نہیں دیا مگر آپ کا معاملہ کچھ اور ہے.........." وہ پیشانی مسلنے لگی۔ "جانے کیا ہو گیا ہے مجھے۔"

کاظم کا جی چاہا کہ رک جائے لیکن پھر اسے الماس کا خیال آ گیا۔ وہ آ گئی ہو گی اور اس کی منتظر ہو گی۔ "سوری مجھے کسی سے ملنے جانا ہے۔ کام کے سلسلے میں۔" وہ خود بھی اپنے اس غیر ضروری جھوٹ پر حیران رہ گیا۔ "پھر آؤں گا کبھی۔ اپنا فون نمبر دے دو۔"

آشا کے چہرے پر مایوسی کا سایہ سا لہرا گیا مگر اس نے تیزی سے خود کو سنبھال لیا۔

اس نے اپنا فون نمبر ایک کاغذ پر لکھ کر اس کی طرف بڑھایا اور بولی۔ "میں آپ کا انتظار کروں گی۔"

باہر نکلتے ہوئے کاظم کو یہ احساس ستا رہا تھا کہ وہ اپنی نازنین کو مایوس چھوڑ کر واپس جا رہا ہے۔

☆=========☆=========☆

وہ گھر پہنچا تو الماس سو چکی تھی۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی۔ ورنہ اسے ڈر تھا کہ خاصی تلخی ہو گی۔ تماشا بنے گا۔ آشا کے گھر سے نکلنے کے بعد وہ گھر آنے کے بجائے دوبارہ ساحل کی طرف چل دیا تھا اور ساڑھے گیارہ بجے تک وہیں بیٹھا رہا تھا۔ اس کی سوچوں میں ایک اور جہت کا اضافہ ہو گیا تھا۔ آشا کا اضافہ!

صبح الماس اس سے کھنچی کھنچی سی تھی۔ تاہم اس کے رویے میں بدتمیزی بھی نہیں تھی۔ "تم رات کہاں تھے؟"

کاظم نے اسے واضح جواب دینے سے گریز کیا۔ "کام میں الجھا ہوا تھا" اس نے کہا۔

"کیسا کام؟"

"کہانی کے بیک گراؤنڈ پر ریسرچ کا کام۔"

الماس نے نخوت سے ہونٹ سکیڑتے ہوئے کہا۔ "آدھی رات تک ریسرچ کر رہے تھے؟" پھر وہ اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر گھر سے نکل گئی۔

کاظم نے سوچا' یہ بھی خوش قسمتی ہی ہے میری۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اس طرح ان کے درمیان فاصلہ بڑھ گیا ہے لیکن مسئلہ یہ بھی تھا کہ وہ اسے کیا بتاتا۔ جو کچھ اسے پیش آ رہا تھا' وہ خود اس کے لئے ناقابلِ یقین تھا۔ الماس اس پر کیسے یقین کرتی اور پھر وہ اس سلسلے میں کسی کو کچھ بتانا بھی نہیں چاہتا تھا۔

وہ اپنی اسٹڈی میں چلا آیا۔ کہانی کا خاکہ تو بن چکا تھا۔ جزئیات اس کا تخیل بُن لیتا مگر مسئلہ کہانی کے اختتام کا تھا۔ اس کہانی میں کلائمکس نام کی کوئی چیز نہیں تھی اور اختتام المیہ لیکن مبہم اور پھس پھسا تھا۔ اس نے سوچا' اختتام کی بعد میں دیکھی جائے گی پہلے کہانی تو آگے بڑھائی جائے مگر اس کے ذہن میں سوالات کا ایک ہجوم تھا۔

وہ بہرحال لکھنے بیٹھ گیا۔ اس کا ہاتھ بہت تیز چل رہا تھا۔

دوپہر کے قریب فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے ناصر

بول رہا تھا۔ ”آج سریش اگروال کے گھر پارٹی ہے تم اس میں مدعو ہو؟“

”سریش اگروال؟“

”ارے وہی آواگون والا۔ پارٹی میں آجاؤ اس سے بات کا موقع مل جائے گا۔“

”تم بھی ہو گے پارٹی میں؟“

”ہاں، میں بھی اور نرگس بھی۔ بے فکر رہو۔ ہم تمہیں بور نہیں ہونے دیں گے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں پہنچ جاؤں گا۔“

ریسیور رکھ کر اس نے طمانیت سے سر ہلایا۔ اس نے سوچا، کچھ سوالوں کے جواب سریش سے مل جائیں شاید اور کلاوتی کو بھی ٹرائی کیا جائے۔ یہ سوچ کر اس نے کلاوتی کو فون کیا۔

”کیا حال ہے تمہارا؟“ کلاوتی کے لہجے میں تشویش تھی۔

”ٹھیک ہوں لیکن تشنہ جواب سوالوں کے ہاتھوں پریشان ہو رہا ہوں اگر آپ کو فرصت ہو تو آجاؤں۔“

”ضرور آجاؤ۔ میں کبھی مصروف نہیں ہوتی۔“

☆=========☆=========☆

کلاوتی دروازے پر اس کی منتظر تھی۔ اسے دیکھ کر وہ مسکرائی۔ ”مجھے خوشی ہے تمہارے آنے کی۔“

ایک لمحے کو جیسے وقت ٹھہر گیا۔ بلکہ پیچھے چلا گیا۔ اب کلاوتی جوان تھی اور نازنین منظور کو اس سے متعارف کرا رہی تھی۔

”منجو...... اس سے ملو۔ یہ میری بہت، بہت بہت پیاری دوست ہے۔ کلاوتی اسے ہم پیار سے کلی کہتے ہیں اور کلی یہ وہ شخص ہے جس سے میں محبت کرتی ہوں منظور۔ پیار سے میں اسے منجو کہتی ہوں میں چاہتی ہوں کہ تم دونوں بھی ایک دوسرے کو پسند کرو۔“

اور منظور کے انداز سے لگتا تھا کہ کلاوتی اسے اچھی لگی ہے۔ البتہ کلاوتی کا چہرہ بے تاثر تھا۔

پچھلی بار کی طرح اس بار بھی کاظم اور کلاوتی باغیچے میں بیٹھے۔ کلاوتی اس بار چا

پانی ہی لے آئی تھی۔ اس نے چائے انڈیلتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا صورتِ حال ہے؟“

”ٹھیک ٹھاک ہے۔ حالات مجھے اس چیز کا یقین دلانے کی کوشش کر رہے ہیں، جسے میں نہیں مانتا۔“ پھر اس نے کلاوتی کو بتایا کہ اسے اب تک کیا کچھ یاد آچکا ہے۔

”نہ ماننے سے مسئلہ حل تو نہیں ہو گا۔“

کاظم نے سنی ان سنی کر دی۔ ”مجھے ایک بات بتاؤ کلی۔ میں اس زندگی میں نازنین کو تلاش کر سکتا ہوں؟“

کلاوتی کچھ پریشان نظر آنے لگی۔ ”میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ ممکن ہے، وہ تمہیں مل ہی جائے۔“

”دیکھو نا، میری طرح اسے بھی تو نیا جنم ملا ہو گا۔“

”یہ ضروری تو نہیں۔“ کلاوتی نے سرد لہجے میں کہا۔ ”مگر یہ ناممکن بھی نہیں۔“

”تم نے کبھی اس کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش بھی کی کہ اگر وہ موجود ہے تو کہاں ہے؟“

”ہاں میں اکثر سوچتی رہی ہوں اس کے بارے میں۔ میں نے اپنی صلاحیتوں کو بھی آزمایا ہے۔ میں اس کا تصور کرتی ہوں تو بس مجھے سمندر اور ساحل دکھائی دیتا ہے۔“

کاظم کے جسم میں سنسنی سی دوڑنے لگی۔ اس کی نگاہوں میں آشا کی صورت پھر گئی۔

”وہ کون سا سمندر ہے، کون سا ساحل ہے، میں نہیں جانتی۔“ کلاوتی نے مزید کہا ”تمہیں معلوم ہے، اس سیارے پر خشکی کم ہے اور پانی زیادہ ہے۔“ وہ چند لمحے خاموش رہ کر سوچتی رہی پھر بولی۔ ”میرا یقین ہے کہ کوئی کام بے سبب نہیں ہوتا۔ اب تمہاری پچھلی یادداشت واپس آ رہی ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ اس راستے پر بڑھتے رہو اور مجھے سب کچھ بتاتے رہو۔ جو کچھ بھی تمہیں یاد آئے۔“

”ٹھیک ہے۔“ کاظم نے کہا پھر چونک کر بولا۔ ”ہاں، ایک مسئلہ اور ہے۔ شاید تم اس سلسلے میں میری مدد کر سکو۔ میں اس دوران ایک ڈراؤنا خواب بھی دیکھتا ہوں اور مجھے خواب بھی حقیقت ہی لگتا ہے۔ میں بار بار کے اس خواب سے خوف زدہ ہوں۔“ کلاوتی کے کہنے پر کاظم نے اسے اپنا خواب سنا دیا۔

کلاوتی بے حد پریشان نظر آنے لگی۔ ”تم نے اس عورت کا چہرہ بھی دیکھا؟“ اس

نے پوچھا۔

"نہیں' وہ ہمیشہ نقاب میں چھپا رہتا ہے۔"

"تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے کہ وہ کون ہے؟"

کاظم نے جھرجھری لی۔ اسے اس وقت بھی خوف کا احساس ہو رہا تھا۔ "تم تو ایسے کہہ رہی ہو' جیسے وہ ہیولا کوئی حقیقی وجود ہو۔"

"وہ حقیقی ہے۔" کلاوتی نے سرسری انداز میں کہا۔ شاید وہ صورتِ حال کی سنگینی کم کرنے کی کوشش کر رہی تھی مگر اس کے لہجے کی کشیدگی نے اس کو ناکام بنا دیا۔

"کیا مطلب؟" کاظم نے پوچھا۔

کلاوتی نے فوراً جواب نہیں دیا۔ وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی پھر اس نے اپنی پیالی میں اور چائے انڈیلی۔ اس کے ہاتھ میں ہلکی سی لرزش تھی۔ "سنو تم پر حملہ کیا گیا ہے۔ میں تمہیں بتا رہی ہوں' کوئی سائیکک سطح پر تم پر حملہ کر رہا ہے۔"

"لیکن کلی' وہ بس ایک ڈراؤنا خواب ہے۔" کاظم کے لہجے میں احتجاج تھا۔

"احمقانہ باتیں مت کرو۔ تمہیں خود بھی احساس ہے کہ وہ محض خواب نہیں۔ ورنہ تم اتنے خوف زدہ نہ ہوتے اور مجھے یہ بات بتاتے بھی نہیں۔" کلاوتی نے اسے ڈانٹ دیا "اور پھر سائیکک اٹیک کی تمام علامتیں موجود ہیں۔ اس کی موجودگی کا یقینی احساس' تمہاری بے بسی اور یہ احساس کہ وہ خواب نہیں' حقیقت ہے۔"

کاظم نے گہری سانس لی اور کرسی کی پشت گاہ سے ٹک گیا۔ انداز ایسا تھا جیسے ڈھیر ہو گیا ہو۔ "میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا کلی۔ ذرا مجھے سمجھاؤ تو۔"

"اس کے کئی طریقے ہیں مگر راستہ ایک ہی ہے۔ ذہنی سطح یا سائیکک سطح۔ یہ طے ہے کہ کوئی تمہیں تباہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"وہ کون ہو سکتا ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں لیکن کسی نہ کسی طور پر اس کا تعلق نازنین سے ہو گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی بھوت' کوئی بدروح ہو۔ آسیب کے متعلق تو سنا ہو گا تم نے؟"

کاظم گنگ بیٹھا تھا۔ اس کا ذہن یہ سب کچھ تسلیم نہیں کر رہا تھا مگر اس کا بڑھتا ہوا خوف ثابت کر رہا تھا کہ بات درست ہے "مجھے کیا کرنا چاہئے؟" اس نے پوچھا۔

کلاوتی اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتی رہی۔ "پہلی بات تو یہ کہ پریشان نہ ہو۔

خوف' خوف ناک نتائج لاتا ہے۔ اگلی بار ایسا ہو تو تمہیں خوف زدہ ہونے کے بجائے اس سے لڑنے کی کوشش کرنا ہو گی۔ خود کو یہ احساس دلانا کہ دشمن تم پر حملہ آور ہوا ہے۔ یاد رکھنا' اس کے پاس صرف وہی قوت ہو گی جس کی تم اسے اجازت دو گے۔ اس کی اپنی کوئی قوت نہیں۔ تمہارا خوف ہی اس کی واحد طاقت ہے۔ قوتِ ارادی کے زور پر اسے چہرہ دکھانے پر مجبور کرنا۔ اسے حکم دینا۔ ایک بار یہ معلوم ہو گیا کہ وہ کون ہے تو تم زیادہ بہتر طور پر اپنا دفاع کر سکو گے۔"

"حد ہو گئی یہ تو یہ ناقابلِ یقین لگتا ہے۔" کاظم بڑبڑایا۔ اس کا چہرہ فق ہو گیا۔ "یعنی مجھے قوتِ ارادی کے زور پر بھوتوں سے لڑنا ہے؟"

"صرف لڑنا ہی نہیں' جیتنا بھی ہے۔" کلاوتی نے آگے جھکتے ہوئے کہا۔

☆=========☆=========☆

غصے کی شدت سے الماس کا چہرہ مسخ ہو رہا تھا۔ وہ کھانے کی میز پر یوں دونوں ہاتھ ٹکائے کھڑی تھی، جیسے میز کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے گی۔ کاظم اس کے سامنے کرسی پر بیٹھا خود کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں سگریٹ اور دوسرے میں کافی کی پیالی تھی۔ "تم قدیر نقوی کی دعوت بہت پہلے قبول کر چکے ہو۔" الماس غرائی۔ "اب اسے کینسل نہیں کر سکتے۔"

"لیکن میں اس پارٹی میں نہیں جانا چاہتا۔" کاظم نے ٹھنڈے دل سے کہا۔ "اور اگر چلا جاؤں تب بھی سریش اگروال کے ہاں مجھے لازماً جانا ہے۔"

"یہ سریش اگروال ہے کیا بلا۔ مجھے قدیر نقوی کی پارٹی میں جانا ہے۔ وہاں میں اہم لوگوں سے مل سکوں گی۔ سریش اگروال کے ہاں کون آئے گا۔"

"ایسی بات نہیں، اہم اور قابلِ استعمال لوگ تو کہیں بھی مل سکتے ہیں۔" کاظم نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔ "بات سنو۔ مجھے اپنے ناول کے سلسلے میں سریش سے کچھ معلومات حاصل کرنا ہیں۔ اس لئے میرا وہاں جانا ضروری ہے"۔ لیکن جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی اسے احساس ہوگیا کہ اس نے غلط بات کہہ دی ہے۔ الماس کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ انگلیوں کی پوریں سپید پڑ گئیں۔

"ریسرچ، ریسرچ، ریسرچ۔" وہ چلائی۔ "مجھے نفرت ہوگئی ہے اس لفظ سے اور میں تمہارے اس ناول سے اور تمہاری اس خود پسند زندگی سے بھی بے زار ہوگئی ہوں۔ میرے متعلق بھی کبھی سوچتے ہو تم؟"

"تمہارے متعلق کیا سوچوں الماس!" کاظم نے بے زاری سے کہا اور سگریٹ کو پوری قوت سے ایش ٹرے میں مسل دیا۔ وہ اب تھک گیا تھا۔ ویسے ہی پریشانیاں کچھ کم نہیں تھیں۔

الماس نے تھیٹریکل انداز میں آنکھیں نچائیں۔ "لو بھئی اب یہ بھی میں ہی بتاؤں کہ

میرے متعلق کیا سوچنا چاہئے۔ میں وہ ہوں، جس سے تمہیں محبت کرنی چاہئے۔ شاید تم یہ بھول گئے ہو۔ میں وہ ہوں، جس سے تمہیں سب کچھ شیئر کرنا چاہئے اور شاید تمہیں یہ بھی یاد نہیں کہ تم مجھ سے شادی کرنے والے ہو۔"

"دیکھو اگر منطقی تجزیہ کرو تو تمہاری سمجھ میں یہ بات آجائے گی۔" کاظم نے کہا۔ "تم قدیر نقوی کی پارٹی میں اس لئے جا رہی ہو کہ وہاں کام کے لوگوں سے ملاقات کا امکان ہے۔ یعنی معاملہ ہے مفاد کا اور میرا مفاد اس وقت سریش اگروال کی پارٹی میں ہے۔ لہٰذا ہم دونوں کو پوری سچائی سے یہ بات قبول کر لینی چاہئے کہ ہم دونوں ہی خودغرض اور مفاد پرست ہیں۔ صرف مجھے الزام نہ دو۔"

"تم نے مجھ سے نقوی کی پارٹی میں چلنے کا وعدہ کیا تھا۔" الماس چلائی۔

"میں نے وعدہ نہیں کیا تھا۔ کہا تھا کہ وہاں چلیں گے۔ اب میرا ارادہ بدل گیا ہے۔"

"لیکن میرا ارادہ نہیں بدلا۔" الماس کے لہجے میں دھمکی تھی۔

"تو یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں۔ تم قدیر نقوی کے ہاں چلی جاؤ۔ میں سریش اگروال کے ہاں چلا جاتا ہوں۔ سریش سے بات کرنے کے بعد میں نقوی کے ہاں چلا آؤں گا پھر ہم ساتھ ہی گھر واپس آجائیں گے۔ ٹھیک ہے؟"

"بہت خوب۔" الماس نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "لیکن تمہیں میری خاطر نقوی کے ہاں آنے کی ضرورت نہیں۔" اس نے میز پر گھونسا مارا اور باہر چل دی۔

"مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔" کاظم نے چیخ کر کہا اب اس کے لئے بھی غصے پر قابو پانا مشکل ہوگیا تھا۔

اس نے ایک سگریٹ سلگائی اور خود بھی بیٹھا سلگتا رہا۔ اب وہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ الماس کے ساتھ اس کی ازدواجی زندگی کیسی ہوگی۔ پہلے ان کے درمیان کبھی جھگڑا نہیں ہوا تھا۔ یہ سب نازنین کی کہانی شروع ہونے کے بعد کی باتیں تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اس نے الماس کو سب کچھ بتا دیا ہوتا تو کیسا تباہ کن نتیجہ نکلتا۔

اس نے کلاک پر نظر ڈالی اور پارٹی کے لئے تیاری کرنے کو اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ بیڈروم میں پہنچا تو الماس نہانے کے بعد ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی میک اپ کر رہی تھی۔ اس نے کاظم کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور اپنے کام میں لگی

رہی۔ کاظم بھی بے نیازی سے باتھ روم میں گھس گیا۔ وہ شیو کرنے اور نہانے کے بعد باہر آیا تو بھی الماس کو وہیں بیٹھا پایا۔ وہ اب بھی یہی ظاہر کر رہی تھی، جیسے اسے اس کی موجودگی کا احساس نہیں۔ کاظم کی انا کو ٹھیس پہنچی۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اس بار وہ صلح کے لئے پہل ہرگز نہیں کرے گا۔

☆==========☆==========☆

سریش اگروال نے بڑی گرم جوشی سے کاظم کا خیر مقدم کیا۔ "آؤ...... ناصر اور نرگس بھی آ چکے ہیں۔" اس نے کہا اور کاظم کا ہاتھ تھام کر اسے ہال نما کمرے میں لے گیا۔ وہاں مہمان چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں کی صورت میں کھڑے گپ شپ کر رہے تھے۔ کونے میں ایک میز پر سامانِ ناؤ نوش رکھا تھا۔

"ناصر بتا رہا تھا کہ تم مجھ سے بات کرنا چاہتے ہو" سریش نے کہا۔

"ہاں میں ایک کتاب کے سلسلے میں آواگون پر ریسرچ کر رہا ہوں۔ سنا ہے، تم اس موضوع پر اتھارٹی ہو۔"

"نہیں بھئی لیکن جو کچھ جانتا ہوں، وہ بخوشی تمہیں منتقل کر دوں گا۔" سریش نے کہا۔ اسی وقت اطلاعی گھنٹی بجی۔ "سنو کاظم!" وہ بولا۔ "میں اس وقت میزبان بھی ہوں، بعد میں دوسرے کمرے میں چل کر بات کریں گے جب تک تم خود کو بہلاؤ...... انجوائے کرو۔"

کاظم نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ سریش دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ مہمانوں کے خیر مقدم کے لئے۔

کاظم نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ ناصر اور نرگس کہیں نظر نہیں آئے۔ البتہ چند شناسا چہرے نظر آ گئے۔ وہ ان کی طرف بڑھ گیا۔ ہدایت کار انیل بھٹ نے آسکر کے لئے نامزدگی پر اسے مبارکباد دی۔ کاظم کو سوچنا پڑا۔ پچھلے چند روز میں وہ یہ اہم بات بھی بھول گیا تھا۔ یعنی نازنین کے سوا اسے کچھ یاد ہی نہیں تھا۔

پھر نرگس آ گئی۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے دوسرے کمرے میں لے گئی۔ جہاں ناصر ٹی وی کے ایک بڑبولے اسکرپٹ ایڈیٹر سے باتیں کر رہا تھا۔ اسکرپٹ ایڈیٹر ظفر عابد کو ایک ہی موضوع سے دلچسپی تھی...... اور وہ موضوع تھا ظفر عابد اور وہ بے تکان بولتا تھا۔ ناصر بے زار دکھائی دے رہا تھا۔ جلد ہی کاظم بھی بے زار ہو گیا۔ وہ کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا پھر

اُٹھ کھڑا ہوا۔

اس کی نظر دروازے کی طرف اٹھی اور جم کر رہ گئی۔ وقت جیسے رک گیا۔ وہ سفید لباس پہنے دروازے میں کھڑی تھی۔ کاظم کے لئے اب وہاں کوئی آواز نہیں تھی۔ وہ کمرا تو کیا، جیسے کائنات بھی ساکت ہو گئی تھی۔ اس حسین لڑکی کے سوا جیسے کہیں کچھ بھی نہیں تھا۔ باقی سب کچھ جیسے کسی دھند کے پردے میں چھپ گیا تھا۔

وہ براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ اس کے ترشے ہوئے ہونٹوں پر ایک ملکوتی مسکراہٹ تھرک رہی تھی۔ اس کی گہری سبزی مائل بھوری آنکھیں اسے اشارے کر رہی تھی۔ بلا رہی تھیں۔ ڈوب جانے کی دعوت دے رہی تھیں۔

وہ سحر زدہ سا اس کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے سامنے پہنچ کر وہ بولا۔ "ہیلو!"

"ہیلو" وہ مسکرائی۔ اس کی آواز بے حد مترنم تھی۔

"تم...... تم نازنین ہو نا؟" وہ اب اپنے آپ میں نہیں تھا۔

ایک لمحے کو اس کی آنکھوں میں الجھن سی نظر آئی پھر اس نے بڑی ادا سے سر ایک طرف جھکایا اور آنکھوں سے تائید کی پھر وہ مسکرائی۔ وہ نگاہوں کو خیرہ کر دینے والی جگمگاتی مسکراہٹ تھی۔ کمرے سے جیسے دھند چھٹ گئی۔ کاظم کو گرد و پیش کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

اچانک اسے احساس ہوا کہ نازنین کا ہاتھ اس کی طرف بڑھا ہوا ہے۔ اس نے وہ ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ وہ چند لمحے یونہی ساکت و صامت کھڑا رہا۔ ہونقوں کی طرح پھر اس نے پوچھا۔ "تم پارٹی میں کسی کے ساتھ آئی ہو؟"

"ہاں، اشوک سہنا کے ساتھ آئی ہوں۔"

"ابھی اسی وقت میرے ساتھ چل سکتی ہو؟" وہ اب بھی اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔

"کیوں نہیں بس ذرا اشوک کو بتا دوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ جگمگاتی ہوئی مسکراہٹ اس کے جسم میں ہیجان جگا رہی تھی۔ اس نے بڑی نرمی سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور پلٹ کر دوسرے کمرے کی طرف چل دی۔

ذرا دیر بعد وہ واپس آ گئی۔ "چلو" اس نے کاظم کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

وہ فلیٹ سے نکل آئے۔ کاظم کو اس وقت اپنا وجود سمندر جیسا محسوس ہو رہا تھا۔

اس کا بس چلتا تو وہ اس پر نثار ہو جاتا پھر وہ سب کچھ اس کی برداشت سے باہر ہو گیا۔ ایک تند جذبے نے اسے ہلا ڈالا تھا۔ اس نے بے حد اچانک اور بے حد شدت سے کہا "نازنین...... میں تم سے محبت کرتا ہوں۔"

وہ اس وقت زینے سے اتر رہے تھے۔ اس کی بات سن کر وہ رکی اور اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کے ہونٹ قدرے کھل گئے تھے اور نظریں کاظم کو اپنے وجود کے آر پار ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔ "یہ بات تم اکثر کہتے رہتے ہو؟" اس نے بڑی سادگی سے پوچھا۔

"میں فرشتہ نہیں' انسان ہوں۔ پارسائی کا دعویٰ نہیں لیکن میں نے یہ لفظ کسی سے نہیں کہے کبھی۔" اور یہ سچ تھا۔ یہ بات تو اس نے الماس سے بھی کبھی نہیں کہی تھی۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس لڑکی سے وہ صرف سچ بول سکتا ہے۔

"یہ تو بہت اچھا ہوا۔" وہ بولی۔

"تم نے اشوک سہنا سے کیا کہا؟" کاظم نے پوچھا۔

وہ مسکرائی۔ "میں نے اسے بتا دیا کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔"

کاظم نے اس کے لئے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اس نے کہا۔ "کیا خیال ہے......"

"ساحل پر نہ چلیں۔" اس نے اس کی بات پوری کر دی۔ کاظم خود بھی یہی کہنے والا تھا۔

وہ پورے چاند کی رات تھی۔ سمندر چڑھا ہوا تھا اور جگمگا رہا تھا۔ چڑھے ہوئے پانی نے ساحل کو پیچھے دھکیل دیا تھا۔ وہ ریت پر بیٹھے گھروندا بنا رہے تھے۔ اچانک اس نے سر اٹھا کر کاظم کی آنکھوں میں دیکھا اور پوچھا۔ "یہ نازنین کون ہے؟"

"تم نہیں جانتیں؟"

"نہیں!"

"تو میں نے تمہیں نازنین کہہ کر پکارا تو تم نے اعتراض کیوں نہیں کیا؟"

"میں تمہیں ٹوکنا چاہتی تھی لیکن میرے ہونٹ جیسے سِل گئے۔ میرے اندر کسی نے کہا...... تم نازنین ہی ہو آشا۔"

"مجھے نازنین کے بارے میں بتاؤ۔"

"نازنین میرے ناول کی ہیروئن ہے۔ اس ناول پر فلم بھی بنے گی اور فلم میں نازنین کا کردار تمہارے علاوہ کوئی نہیں کرے گا۔"

"اس کا فیصلہ تو پروڈیوسر اور ڈائریکٹر کریں گے۔"

"نہیں میں اسکرپٹ دیتے وقت یہ شرط رکھوں گا۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ تم ہی نازنین ہو۔ تمہارے علاوہ کوئی یہ کردار نہیں کر سکتا۔"

آشا نے اپنا پاؤں کھینچا تو گھروندا گر گیا۔ وہ دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سمندر میں مچلتی چاندنی کو دیکھتے رہے۔ "یہ رات...... آج کی رات مجھے اس دنیا کی چیز نہیں معلوم ہوتی۔" کاظم نے آشا سے کہا۔ "یہ تو جیسے کوئی سحر ہے۔"

"تو کیا تم جادو پر یقین نہیں رکھتے؟" آشا نے پوچھا۔

"اب یقین آ گیا ہے۔"

"میرا خیال ہے' انسان اس دنیا کا سب سے بڑا ساحر ہے۔ کیا پتا ہم نے یہ جادوئی لمحہ بہت پہلے تخلیق کیا ہو اور اس کی تکمیل اب ہوئی ہو۔"

خنکی بڑھ گئی تھی۔ انہیں سردی لگنے لگی۔ "میرے گھر چلو۔" آشا نے کہا۔ کاظم اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے کاٹیج کی طرف چل دیئے۔ راستے میں آشا نے کہا۔ "ایک بات کہوں۔ برا تو نہیں مانو گے؟"

"کہو میں برا نہیں مانوں گا۔"

"میں تمہاری ہوں لیکن بے صبرا پن کر کے مجھے میری نظروں سے نہ گرا دینا۔ اس لئے کہ میں تم سے لڑوں گی نہیں' سپر ڈال دوں گی۔"

کاظم نے چونک کر اسے دیکھا۔ اسے ایسا لگا' جیسے یہ بات بھی نازنین نے منظور سے کہی تھی۔ گویا ناول آگے بڑھ رہا تھا۔ "تم فکر نہ کرو اب تم میری ذمے داری ہو۔"

اور درحقیقت اس رات ناول کی کہانی تیزی سے آگے بڑھی۔ کاظم نے سوچا' گھر پہنچ کر یہ سب کچھ لکھ لے گا۔

☆=========☆=========☆

کاظم صبح سات بجے گھر پہنچا تو الماس موجود نہیں تھی۔ اس نے کار گیراج میں کھڑی

کی اور عقبی باغیچے سے گزر کر گھر کی طرف بڑھا لیکن اندر جانے کے بجائے وہ مچھلیوں کے چھوٹے سے تالاب کے کنارے بیٹھ گیا۔ اب اسے احساسِ جرم ہو رہا تھا۔ وہ الماس کے ساتھ جو کچھ کر رہا تھا' وہ اس کی مستحق نہیں تھی۔ وہ اپنا سب کچھ اسے سونپ چکی تھی لہٰذا اب اسے بہرحال اس سے شادی کرنا تھی۔ وہ ان مردوں میں سے تھا جو اپنی لغزش کو آخر تک نبھانا چاہتے ہیں۔ صرف اسی وجہ سے وہ الٹا الماس سے دبنے لگا تھا کوئی اور مرد ہوتا تو اب تک الماس اس کے نزدیک بے وقعت ہو چکی ہوتی۔

لیکن وہ خود بھی کیا کرتا۔ جو کچھ ہو رہا تھا' اس پر اس کا اپنا کچھ اختیار نہیں تھا۔ وہ تو ویسے ہی ایک بہت بڑی جنگ لڑ رہا تھا۔ حالات اسے بھرپور انداز میں یقین دلا رہے تھے کہ وہ پچھلے جنم میں منظرنامہ نگار منظور کی حیثیت سے زندگی گزار چکا ہے مگر اس کا عقیدہ' اس کا مذہب اسے اس بات کی نفی کرنے پر مجبور کرتا تھا پھر اس کے اندر ایک تضاد تھا' وہ مصلحت کوش بھی تھا۔ ناول لکھنے کی خاطر' کہانی میں جان ڈالنے کے لئے وہ وقتی طور پر تسلیم کر لیتا تھا کہ یہ اس کا دوسرا جنم ہے۔ بلکہ وہ اس خیال کو خود پر طاری کر لیتا تھا' اس کے بعد اس کا تصور بے لگام ہو جاتا تھا۔

اور اب ایسے میں آشا سامنے آ گئی تھی۔ یہ حقیقت تھی کہ اسے پہلی نظر میں ہی اس سے محبت ہو گئی تھی اور وہ محبت اسے تازہ نہیں بہت پرانی چیز لگتی تھی اور یہ بھی لگتا تھا کہ آسیہ یا آشا درحقیقت نازنین کا دوسرا جنم ہے۔ اس نے اپنے لئے بڑی پیچیدگیاں' بڑے مسائل کھڑے کر لئے تھے اور اب وہ ضمیر کے کچوکے بھی برداشت کر رہا تھا۔

اس نے سوچا' الماس کو یہ سب کچھ بتا دے لیکن ہو گا کیا؟ الماس غصے میں آپے سے باہر ہو جائے گی۔ آواگون کے حوالے سے اس کا مذاق اڑائے گی اور حاصل کچھ بھی نہیں ہو گا۔

دائیں جانب پھولوں کے پودوں میں ہونے والی آہٹ نے اسے چونکا دیا۔ میاؤں میاؤں کی آواز سنائی دی اور پھر اس کا پالتو بلا جونی سامنے آ گیا۔ وہ اس کی پنڈلیوں سے اپنا جسم رگڑنے لگا۔ اس کے حلق سے لاڈ والی خرخراہٹ کی آواز نکل رہی تھی۔ کاظم نے بلے کو پچکارا اور سہلایا پھر بولا۔ "تم شاید بھوکے ہو جونی آؤ' تمہیں کھانا کھلا دوں۔"

وہ اٹھا اور گھر کی طرف چلا۔ بلا اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ کاظم نے دروازہ کھولا اور ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ بلے کی عادت تھی کہ وہ پہلے اندر داخل ہوتا تھا۔

عقب سے اسے غراہٹ سی سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ بلا دروازے سے کوئی دو گز پیچھے رک گیا تھا۔ اس کا رخ دروازے ہی کی طرف تھا۔

"آؤ جونی' اندر آ جاؤ۔ تمہیں کھانا ملے گا۔" کاظم نے بلے کو پچکارا۔

بلا اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ بلکہ اب وہ حملہ کرنے والے انداز میں پیٹ کے بل کھڑا تھا۔

"کم آن جونی۔ میں پورا دن تو تمہارا انتظار نہیں کروں گا۔" کاظم نے جھلا کر کہا۔

مگر بلا اپنی جگہ سے ایک انچ بڑھنے کو تیار نہیں تھا۔

کاظم نے متوقع نظروں سے اندر جھانکا لیکن اندر کوئی بھی نہیں تھا۔ اس نے پھر بلے کو پچکارا اور خوشامدانہ لہجے میں کہا۔ "آ جاؤ جونی۔ اندر آ جاؤ۔"

لیکن بلے کا معاندانہ انداز ذرا بھی تبدیل نہیں ہوا۔ کاظم آگے بڑھا اور بلے کو اٹھانے کے لئے جھکا۔ بلے کو گود میں اٹھانے کے بعد وہ دروازے کی طرف مڑا ہی تھا کہ بلا جیسے پاگل ہو گیا۔ اس نے پنجے چلانے شروع کر دیئے۔ کاظم نے گھبرا کر بلے کو چھوڑ دیا۔ وہ پریشان تھا۔ جونی نے پہلے کبھی ایسی حرکتیں نہیں کی تھیں۔

اس نے سر جھٹکا اور گھر میں چلا گیا۔ دروازہ اس نے کھلا ہی چھوڑ دیا تھا۔

کچن میں جا کر اس نے چولہے پر کافی کا پانی رکھا۔ آنچ اس نے دھیمی کر دی۔ وہ اس دوران نہا لینا چاہتا تھا۔

بیڈ روم میں اس نے الماری سے کپڑے نکالے' قمیص اتار کر بیڈ پر پھینکی اور باتھ روم کی طرف چلا مگر اچانک ہی وہ ٹھہر گیا۔ اس نے گھوم کر بیڈ کی طرف دیکھا بستر بے شکن تھا اور گواہی دے رہا تھا کہ اس پر کوئی سویا نہیں ہے۔

اسے حیرت ہوئی کہ الماس رات کو واپس ہی نہیں آئی۔ بلکہ اب تک واپس نہیں آئی ہے۔ وہ جلد بازی میں کوئی رائے قائم کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن اس سوچ کے باوجود بہت آہستہ آہستہ غصہ اس کے وجود میں ابل رہا تھا۔ جمع ہو رہا تھا۔

وہ باتھ روم سے نکلا۔ اسی وقت باہر گاڑی رکنے کی آواز سنائی دی۔ ذرا دیر بعد قدموں کی آہٹ ابھری۔ وہ بیڈ پر بیٹھ گیا۔ اس نے سوچا' اب حقیقت سامنے آ جائے گی۔

پھر دروازہ کھلا اور الماس کی صورت نظر آئی۔ وہ بہت تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔ یہ طے تھا کہ وہ بھی رات بھر نہیں سوئی ہے۔

"کہاں تھیں تم؟" کاظم نے زہریلے لہجے میں پوچھا۔

الماس نے اسے نظرانداز کر دیا اور ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے آئینے میں اپنے عکس کو غور سے دیکھا۔

"الماس، میں پوچھ رہا ہوں، تم کہاں تھیں؟"

"کہیں گئی تھی، تمہیں اس سے کیا......" الماس نے کہا۔ اسی وقت اس کی نظر بیڈ پر پڑی پھر اس نے بیڈ پر پڑی کاظم کی شرٹ پر نگاہ ڈالی جو اس نے نہانے کے لئے جانے سے پہلے اتار کر وہاں رکھی تھی۔ "کمینے...... ذلیل...... بے وفا" وہ چیخی اور جنگلی بلی کی طرح اس پر جھپٹ پڑی۔ اس سے پہلے کہ کاظم سنبھلتا' الماس نے اسے اچھی طرح نوچ ڈالا۔ کاظم ششدر تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بات کیا ہے۔

بڑی مشکل سے کاظم نے اسے پرے دھکیلا۔ "سیدھی ہو جاؤ ورنہ اب تھپڑ رسید کردوں گا۔" وہ غرایا۔ "پتا تو چلے کہ بات کیا ہے؟"

الماس نے نفرت سے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔ "کمینے' مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ بات کیا ہے۔" اتنا کہہ کر وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"بتاؤ تم......" کاظم بوکھلا گیا۔

"یہ بیڈ...... یہ تمہاری شرٹ کیا کہانی سنا رہی ہے۔ خود دیکھ لو۔"

بیڈ کا تو کاظم کو معلوم تھا۔ اس نے شرٹ چیک کی تو پتا چلا کہ شرٹ پر سینے کے مقام پر ہونٹوں کے سرخ نشان بنے ہوئے ہیں۔ اس کا تو اسے خیال نہیں رہا تھا۔ رات آشا نے اس کے سینے میں منہ چھپایا تھا۔

الماس روئے جا رہی تھی پھر وہ باتھ روم میں چلی گئی۔ ذرا دیر بعد اس کی سسکیاں تھم گئیں۔ وہ باہر آئی تو اس کی آنکھیں متورم تھیں۔ وہ آتے ہی کاظم سے لپٹ گئی "کاظم...... میرے کاظم۔ یہ سب میرا قصور ہے۔ میری غلطی ہے۔"

کاظم اسے پیار سے تھپتھپا رہا تھا۔ "سب ٹھیک ہو جائے گا ڈیئر۔ پلیز تم اب رونا نہیں۔"

"غلطی میری ہے کاظم' جانے مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں ایسی ہوں نہیں جان!"

"سب ٹھیک ہے الماس۔ غلطی صرف تمہاری نہیں' میری بھی ہے۔" کاظم کے ضمیر کا بوجھ سر چڑھ کر بول رہا تھا۔

"کاظم شاید میں تم سے اتنی زیادہ توقعات رکھتی ہوں کہ تم چاہو بھی تو انہیں پورا ہیں کر سکتے۔"

وہ مناسب موقع تھا الماس کو اعتماد میں لینے کا۔ اسے سب کچھ بتانے کا لیکن کاظم کو ت نہیں ہوئی۔ وہ بس یہی کہتا رہا کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

الماس اس کی شرٹ کے دھبے کو سہلاتی رہی پھر اس نے اچانک پوچھا۔ "کیا وہ بہت ب صورت تھی؟"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں اس سے پروجیکٹ کے سلسلے میں ملا تھا اور ہمارے میان ایسی ویسی کوئی بات نہیں۔" کاظم نے کہا۔ اسے احساس ہوا کہ پروجیکٹ کا سن کر پھر بھڑک اٹھے گی۔ چنانچہ اس نے حملہ کیا۔ "تم اپنی تو بتاؤ۔ تم نے رات کہاں ذاری؟"

"یہ میں نہیں بتا سکتی۔"

اب کاظم کو غصہ آ گیا۔ "تم میری ہونے والی بیوی ہو۔ تمہیں بتانا پڑے گا۔"

وہ اب انگلیوں سے اپنی پیشانی مسل رہی تھی۔ "کاظم میں مجبور ہوں۔ میرے اندر ئی چیز چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے۔ کچھ نہ بتانا کسی کو کچھ نہ بتانا۔"

"نہیں چلے گی ڈیئر۔ یہ جاننا میرا حق ہے۔"

الماس چند لمحے کسی غیر مرئی نکتے کو تکتی رہی پھر بولی۔ "لیکن کیا نہ بتانا۔" انداز ڈکلای کا سا تھا۔ "میں کیا بتا سکتی ہوں۔ مجھے یاد ہی نہیں آ رہا کہ پارٹی سے نکل کر میں ہاں گئی تھی۔ یاد کرنے کی کوشش کرتی ہوں تو سر چکرانے لگتا ہے۔ ذہن جیسے سادہ کاغذ جاتا ہے۔"

کاظم اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اداکاری تو نہیں لگ رہی تھی پھر اس کے ن میں ایک شبے نے سر اٹھایا۔ "تو تم نے رات پی بھی تھی؟"

"نہیں کاظم' خدا کی قسم۔ میں نے چکھی بھی نہیں مگر مجھے کچھ یاد نہیں۔"

"کوشش کرو یاد کرنے کی۔"

الماس ذہن پر زور دے رہی تھی اور کاظم اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ اچانک الماس چکرا ری اور بے دم سی ہو گئی۔ کاظم کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔ وہ جھک کر الماس کا سر سہلاتا رہا۔ چند لمحے بعد الماس نے آنکھیں کھولیں تو آنکھوں سے نقاہت جھانک رہی

تھی۔

"اب سو جاؤ۔" کاظم نے کہا۔ "سو کر اٹھو گی تو شاید یاد آجائے گا۔" لیکن خود اسے بھی اس بات پر یقین نہیں تھا۔ الماس کی کیفیت اسے غیر معمولی اور پُراسرار لگ رہی تھی۔

اسی وقت کچن کی طرف سے سیٹی کی آواز سنائی دی۔ کاظم کو یاد آیا کہ وہ کافی کے لئے پانی چولہے پر رکھ کر آیا تھا۔ الماس بھی وہ آواز سن کر چونکی۔ "اوہ تم کافی بنا رہے تھے۔" اس نے کہا۔ "تم یہیں بیٹھو میں کافی بنا کر لاتی ہوں۔"

ذرا دیر بعد وہ کافی لے آئی۔ کاظم نے کہا۔ "ایک زحمت اور کرلو۔ ذرا اسٹڈی میں جاکر فون ریکارڈ کرنے والی مشین کو چیک کرلو۔"

الماس اسٹڈی کی طرف چلی گئی۔ کاظم کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔ "کاظم!" الماس کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ وہ آواز کسی چیخ سے مشابہ تھی۔ نہ جانے کیوں کاظم کو اپنے جسم میں سنسنی دوڑتی محسوس ہوئی۔ وہ اٹھ کر اسٹڈی کی طرف لپکا۔ الماس اسے بیڈ روم کی طرف آتی مل گئی۔ "تم اسٹڈی میں نہیں گئے تھے؟" الماس کی آواز لرز رہی تھی۔

"نہیں تو۔ کیوں، کیا ہوا؟"

"چل کر دیکھ لو۔" الماس نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

اسٹڈی کا جو حشر ہو رہا تھا۔ اس نے کاظم کو بھی دہلا دیا۔ اس کی میز فرش پر الٹی پڑی تھی۔ آرام کرسی بھی اوندھی پڑھی تھی۔ ٹائپ رائٹر فرش پر پڑا تھا اور ہر طرف کاغذ بکھرے ہوئے تھے۔ وہ بوکھلا کر اسٹڈی میں گھسا۔ کتابیں بھی شیلف سے گرا دی گئی تھیں۔ ٹیبل لیمپ ٹوٹ چکا تھا۔ فرش پر جابجا سگریٹوں کے ٹوٹے اور راکھ پڑی تھی۔

اس نے تیزی سے چیک کیا۔ بظاہر غائب کچھ بھی نہیں تھا اور یہ چوروں کی حرکت ہوتی تو وہ سب سے پہلے ٹائپ رائٹر لے کر جاتے جو بالکل نیا تھا۔

کاظم اسٹڈی کے درمیان کھڑا پھٹی پھٹی آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ یہ کیا ہوا ہے، کیوں ہوا ہے...... اور یہ سب کچھ میرے ہی ساتھ کیوں ہو رہا ہے۔

الماس اس واقعے کو پولیس میں رپورٹ کرنا چاہتی تھی لیکن کاظم نے اسے قائل کر لیا کہ یہ لاحاصل ہوگا۔ ویسے انہوں نے پورے گھر کا جائزہ لے لیا تھا۔ ہر چیز اپنی جگہ

موجود تھی۔ ٹی وی، وی سی آر، ٹیپ ریکارڈر، ہر چیز موجود تھی۔ کوئی کھڑکی نہ کھولی گئی تھی نہ ہی توڑی گئی تھی۔ دروازے بھی سب صحیح سلامت تھے۔

کاظم فی الحال صفائی کے موڈ میں بھی نہیں تھا۔ انہوں نے کچن میں بیٹھ کر ناشتہ کیا۔ کاظم نے گفتگو سے بچنے کے لئے اخبار کے پیچھے چہرہ چھپا لیا تھا۔

"یہ ہوا کیا ہے؟" الماس نے تیسری بار یہ سوال اٹھایا تھا۔

"مجھے کیا معلوم؟" کاظم نے جھنجلا کر کہا۔ "اب اس موضوع کو چھوڑ دو۔ ممکن ہے کسی نے مذاق کیا ہو۔ بہرحال بگڑا تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

"کچھ بھی نہیں بگڑا! ذرا اسٹڈی کا حشر دیکھو۔"

"سو کر اٹھنے کے بعد میں سب ٹھیک کرلوں گا۔ تم بے فکر رہو۔ مجھے کام بھی کرنا ہے۔"

الماس خاموشی سے پلیٹیں سمیٹنے لگی۔ "سنو کل میں جام نگر جا رہا ہوں۔" کاظم نے کہا۔

"کس لئے؟"

"کچھ ریسرچ کرنی ہے کہانی کے سلسلے میں۔"

الماس کے ہونٹ بھنچ گئے۔ "وہی ناول؟" اس کے لہجے میں تندی تھی۔

"ہاں!"

"پھر وہی منحوس ناول۔ اتنا کچھ ہو چکا ہے ہمارے بیچ اور وہ ناول اب بھی......"

"سنو جان، بس ایک دن کی ہی تو بات ہے۔" کاظم نے پیار سے کہا۔ "ضروری نہ ہوتا تو میں کبھی نہ جاتا۔ میں صبح جاؤں گا اور رات تک واپس آجاؤں گا۔"

الماس کچھ نہ بولی۔ برتن سمیٹتی رہی۔ کاظم نے اخبار ایک طرف رکھ دیا۔ "دیکھو الماس، خلافِ توقع ہمیں مل جل کر صورتِ حال کو بہتر بنانا ہے۔ یہ کوئی یک طرفہ ذمے داری نہیں ہے۔"

"سوری کاظم۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" خلافِ توقع الماس نرم پڑ گئی۔ "ویسے بھی آج کل میری شوٹنگ ہے۔ پتا نہیں، مجھے کیا ہوگیا ہے۔"

کاظم نے اسے بہت غور سے دیکھا۔ اس کے انداز میں خلوص تھا لیکن کاظم جانتا تھا کہ بنیادی طور پر وہ اداکارہ ہے۔ کبھی کبھی وہ یہ بات بھول جاتا تھا۔ اس وقت وہ جس

محبت سے اسے دیکھ رہی تھی' اس میں اداکاری بھی محسوس ہو رہی تھی۔ کبھی کبھی تو ا
کو لگتا تھا کہ الماس اس صورتِ حال کو الٹا انجوائے کر رہی ہے۔ ویسے بھی اداکاراؤں کے
بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ ان کی زندگی میں حقیقت اور اداکاری کا عجیب
امتزاج ہوتا ہے۔ یہ یقین سے کہنا مشکل ہوتا ہے کہ کب وہ سچ بول رہی ہیں اور کب
اداکاری کر رہی ہیں۔

کاظم نے اخبار سنبھال لیا۔ "بھئی' میں تو سونے جا رہی ہوں۔" الماس نے انگڑائی
لیتے ہوئے کہا۔ کاظم اٹھ گیا۔ بیڈ روم کی طرف جاتے جاتے وہ اچانک پلٹا اور اسٹڈی
طرف چل دیا۔ اسے اچانک ٹائپ رائٹر کا خیال آگیا تھا اور وہ اسے دیکھنا چاہتا تھا۔

ٹائپ رائٹر بدستور فرش پر پڑا تھا۔ وہ اس کے پاس اکڑوں بیٹھ گیا۔ اس کی عادت
تھی کہ ٹائپ رائٹر میں ایک کاغذ ضرور لگا کر رکھتا تھا۔ کاغذ اس وقت بھی موجود تھا مگر
پر کچھ ٹائپ کیا گیا تھا۔ اس نے جھک کر کاغذ کو دیکھا تاکہ پڑھ سکے۔

کاغذ پر بڑے حروف میں لکھا تھا.......... "میں نے تنبیہہ کی تھی کہ نازنین
دور رہو۔"

☆=========☆=========☆

کاظم جام نگر جانے والی صبح کی فلائٹ پر تھا۔ جہاز ٹیک آف کر چکا تھا۔ کاظم خود کو
پُرسکون محسوس کر رہا تھا۔ گزشتہ روز وہ تقریباً دن بھر سویا تھا پھر اس نے اٹھ کر اسٹڈی
درست کیا تھا۔ وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ اسٹڈی کی ابتری ایک طرح کا اعلانِ جنگ تھی
اس کا دشمن جو کوئی بھی تھا' یا تھی' اس نے اب خوابوں کی سطح کو خیرباد کہہ کر مادی طور
اسے ہراساں کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ وہ توہمات میں
ہے لیکن جو کچھ ہو رہا تھا اس میں شک کی گنجائش بھی نہیں تھی۔ ایسے میں انسان توہمات
سے کیسے بچ سکتا ہے اور کوئی توضیح بھی نہیں تھی۔

اس نے ٹائپ رائٹر والے پیغام کے متعلق الماس کو نہیں بتایا تھا۔ گزشتہ صبح
کے درمیان جو ہم آہنگی پیدا ہوئی تھی وہ آج صبح تقریباً ختم ہوگئی تھی۔ اس نے الماس
سے پھر پوچھا تھا کہ اس رات وہ کہاں تھی اور الماس نے وہی جواب دیا تھا۔ یہ میں
نہیں بتا سکتی۔

"کیوں نہیں بتا سکتیں؟"

"میرے اندر کوئی منع کر رہا ہے مجھے۔"

"اچھا...... تمہیں یہ تو معلوم ہے کہ تم پارٹی والی رات کہاں تھیں' کس کے ساتھ
تھیں؟" کاظم نے کچھ سوچ کر پوچھا تھا۔

الماس چند لمحے ذہن پر زور دیتی رہی پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا
"اُف میرا سر پھٹ جائے گا۔" اس نے کراہتے ہوئے کہا۔ "میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

کاظم نے مزید اصرار نہیں کیا۔ وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ اس کی ہونے والی بیوی اس
رات بے وفائی کی مرتکب ہوئی تھی اور اب پردہ پوشی کے لئے ایسی پُراسرار اداکاری کر
رہی ہے۔

بہرکیف صبح وہ جدا ہوئے تو دونوں کے دل صاف نہیں تھے۔

جہاز میں بیٹھ کر یہ سب سوچتے ہوئے اس نے اپنی توجہ نازنین پر مرکوز کی۔ اس کے
تصور کے پردے پر عکس ابھرنے لگے۔

جھگڑے منظور اور نازنین کے درمیان بھی ہوئے تھے مگر وہ مختلف تھے۔ وہ بھی بڑی
شدت سے لڑتے تھے لیکن لڑائی کے بعد فضا صاف ہو جاتی تھی۔ دلوں میں غبار نہیں رہتا
تھا۔ اس نے جہاز کی کھڑکی سے باہر دیکھا۔ جہاز اس وقت بادلوں کے درمیان پرواز کر رہا
تھا۔ اس کا تصور بھی محوِ پرواز تھا۔

وہ ان کے درمیان ہونے والا پہلا جھگڑا تھا۔ جھگڑے کی وجہ بہت سادہ سی تھی۔
اس نے نازنین کو فون کیا تھا اور فون ریسیو نازنین کی ماں جمیلہ نے ریسیو کیا تھا۔ اس نے
بتایا کہ نازنین گھر پر موجود نہیں ہے۔ بعد میں اسے پتا چلا کہ نازنین اس وقت گھر میں ہی
تھی۔

اس نے ایک روز یہ معاملہ اٹھایا۔ وہ دونوں اس وقت منظور کے گھر کے ڈرائنگ
روم میں بیٹھے تھے۔ "نازنین! تمہیں اب اپنی والدہ سے جدا ہو جانا چاہئے۔" اس نے کہا
تھا

نازنین کو یہ سن کر شاک لگا۔ "کیسی باتیں کرتے ہو۔ میں امی کو یوں کیسے چھوڑ سکتی
ہوں۔ انہیں تکلیف پہنچاؤں میں؟"

"اور ہماری شادی کے بعد کیا ہوگا؟" منظور نے کہا۔ "کیا وہ ہمارے ساتھ رہیں
گی؟"

"وہ اور بات ہے۔" نازنین نے چڑچڑے پن سے کہا۔ "لیکن میں ابھی تو انہیں نہیں چھوڑ سکتی...... بغیر کسی وجہ کے۔"

"وجہ تو ہے نازنین۔" منظور نے بڑے تحمل سے کہا۔ "وہ ہمارے درمیان دیوار بن رہی ہیں۔ میں یہ بات کافی دنوں سے محسوس کر رہا ہوں اور مزید برداشت نہیں کر سکوں گا۔"

نازنین کی مٹھیاں بھینچ گئیں۔ منظور کے الفاظ اس کے لئے اذیت کا باعث بنے تھے

"میرے خیال میں یہ غلط ہے منجو۔ صرف اس فون والی بات سے تم نے یہ نتیجہ نکال لیا۔" وہ بولی۔

منظور نے نفی میں سرہلایا۔ "بات صرف اس فون کی نہیں۔ وہ مجھے تمہارے قابل نہیں سمجھتیں۔ کسی کو بھی نہیں سمجھیں گی۔ تم ان کے لئے سونے کی چڑیا ہو' جس کا اڑ جانا وہ کبھی گوارا نہیں کر سکتیں۔ وہ مجھے ناپسند کرتی ہیں۔ وہ ہر اس شخص کو ناپسند کریں گی جو تمہاری طرف سنجیدگی سے بڑھے گا۔ بلکہ مجھ سے تو وہ نفرت کرتی ہیں۔"

نازنین برہم ہوگئی۔ "یہ تم زیادتی کر رہے ہو منجو۔ انہوں نے کبھی تمہارے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں کی۔"

"میں جو کہہ رہا ہوں' میں واضح طور پر اس نفرت کو محسوس کر سکتا ہوں۔ بس تم ان سے پیچھا چھڑالو۔"

"میں ان سے پیچھا چھڑالوں۔" نازنین نے سرد لہجے میں دہرایا۔ "یہ تم میری زندگی کے بارے میں فیصلے کب سے کرنے لگے؟"

"اس وقت سے' جب سے مجھے تم سے محبت ہوئی۔" منظور نے نہایت اطمینان سے کہا۔ "اور جب سے یہ دیکھا ہے کہ تم بے وقوف ہو۔ اتنی کہ اپنی بھلائی برائی بھی نہیں سمجھ سکتیں۔ اس لئے کہ اب تمہاری بھلائی برائی میری بھی ہے۔ میں تمہیں بتا رہا ہوں' وہ ہمارے خوب صورت تعلق کو تباہ کردیں گی۔"

"یعنی میں بے وقوف بھی ہوں۔" نازنین اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا۔ "یہ نہ بھولو کہ میں جو کچھ بھی ہوں' اپنی ماں کی بدولت ہوں۔ میری زندگی ان کا احسان ہے۔"

"صرف اپنے کیریر کی حد تک...... اور تمہیں اپنے کیریر سے دلچسپی بھی نہیں۔

تمہاری زندگی کی اہم ترین شے میں ہوں اور مجھ پر تمہاری ماں کا کوئی احسان نہیں۔"

"خدا کی پناہ......" نازنین بولی۔

منظور نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا۔ "میری بات کو غلط رنگ نہ دو۔ تم خوب جانتی ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ میں وہ کچھ کہہ رہا ہوں' جس میں ہم دونوں کی بہتری ہے۔ تمہیں بھی میری اور اپنی بہتری عزیز ہے تو میری بات مان لو۔"

"اور اگر میں نہ مانوں؟"

منظور جواب نہیں دینا چاہتا تھا' بات بہت آگے نکل گئی تھی۔ نازنین کے رخسار سرخ ہوگئے تھے اور ہونٹ لرز رہے تھے۔ اس کا جی چاہا کہ اسے بانہوں میں بھرلے اور کہے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے' بھول جاؤ لیکن اس کی انا آڑے آگئی۔ "تو میں سمجھوں گا کہ نہ تم میرے ساتھ مخلص ہو نہ اپنے ساتھ۔" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

نازنین نے اسے شرربار آنکھوں سے دیکھا اور بولی۔ "مجھے دروازے تک چھوڑنے کے لئے آنے کی زحمت نہ کرنا۔" پھر وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

ان کے درمیان دو دن لڑائی رہی۔ منظور کے لئے وہ بہت اذیت ناک وقت تھا۔ وہ متضاد جذبوں کا شکار ہو رہا تھا۔ کبھی وہ خود کو درست سمجھتا اور کبھی سمجھتا کہ غلطی اس کی اپنی تھی پھر تیسرے روز صبح فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے اس یقین کے ساتھ ریسیور اٹھایا کہ فون نازنین کا ہے "نازنین؟" اس نے ریسیور اٹھاتے ہی کہا۔

"منجو' میں......"

"میں بھی شرمندہ ہوں نازو!" اس نے اس کی بات کاٹ دی۔ "میں سچ مچ شرمندہ ہوں۔ مجھے تم سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہئے تھی۔ میں تم پر حکم نہیں چلانا چاہتا...... فیصلے تھوپنا نہیں چاہتا۔ خدا جانتا ہے' میری یہ نیت نہیں تھی۔ مجھے تم سے محبت ہے اور تمہاری آزادی اور خودمختاری بھی عزیز ہے۔ میں تمہاری آزادی چھیننے سے پہلے مرجانا پسند کروں گا۔ میں......"

"منجو' میں نے بہت سوچا۔ بہت غور کیا۔ میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔ بس میں اس حقیقت کا سامنا کرنا نہیں چاہتی تھی۔ سنو' میں نے اپنے لئے مکان لے لیا ہے اور شفٹ بھی ہوگئی ہوں۔"

"کل؟" منظور نے پوچھا۔

"ہاں اور میرا یہ گھر تمہارے گھر کے قریب ہی ہے۔"

"مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی ڈیئر مگر مجھے تم سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہئے تھی، مجھے معاف کردو۔"

"منجو...... معافی تو مجھے مانگنی ہے تم سے......"

"چھوڑو معافی کو۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔"

"میں بھی تم سے محبت کرتی ہوں۔ اچھا پتا سمجھ لو میرا۔" وہ اسے پتا سمجھانے لگی۔ پھر بولی۔ "چابی کیکٹس کے بڑے گملے کے نیچے رکھ دوں گی۔ اسٹوڈیو سے میری واپسی آٹھ بجے ہوگی۔ تم جلدی آجاؤ تو میرا انتظار کرلینا۔"

اس رات نازنین گھر پہنچی تو منظور اسے گھر کے داخلی دروازے پر منتظر ملا۔ وہ اسے گھر میں لے گیا پھر اس نے کہا۔ "اب ذرا آنکھیں بند کرلو۔"

نازنین نے آنکھیں بند کرلیں۔ منظور اسے کمرے میں لے گیا۔ "ہاں...... اب آنکھیں کھول دو۔"

نازنین نے آنکھیں کھولیں تو وہ جیسے سانس لینا بھی بھول گئی اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ کمرے کے ایک ایک گوشے کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

وہاں میز پر گلاب تھے، کاؤچ پر گلاب تھے، کرسیوں پر گلاب تھے، فرش پر گلاب تھے۔ وہ کمرا عملاً سرخ گلابوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہر چیز پھولوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔ ہزاروں پھول!

نازنین کی کیفیت عجیب تھی۔ وہ ہنس بھی رہی تھی اور رو بھی رہی تھی۔

منظور اس کا ہاتھ تھام کر اسے بیڈروم میں لے گیا۔ اس آرائش میں اسے کئی گھنٹے لگے تھے۔ نازنین نے بیڈ کو دیکھا تو بت بن کر رہ گئی۔ گلاب کا کوئی ایسا رنگ نہیں تھا جو بستر پر موجود نہیں تھا۔ سرخ، گلابی، زرد، سفید...... بستر نظر ہی نہیں آرہا تھا۔

"منجو...... کیا آج ہماری شادی ہے؟" نازنین نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"نہیں، لیکن تم چاہو تو کل ہوسکتی ہے۔" منظور نے کہا۔ "اس لئے کہ شادی تو میرے گھر میں ہوگی۔"

"بس تو کل سے کہو کہ جلدی سے آجائے۔ اب میں انتظار کرنا نہیں چاہتی۔"

جہاز میں ہونے والی اناؤنسمنٹ نے منظور کو چونکا دیا۔ وہ سیٹ بیلٹ کسنے لگا۔ جہاز

جام نگر ائرپورٹ پر لینڈ کرنے والا تھا۔

☆=========☆=========☆

جام نگر ائرپورٹ کے قریب ایک ریسٹورنٹ تھا۔ کاظم وہاں بیٹھ کر کافی پینے کے دوران سوچتا رہا کہ کیا کرنا ہے۔ ائرپورٹ کے "رینٹ اے کار" سے اس نے کار حاصل کرلی تھی۔

وہ اس مکان کی تلاش میں نکلا تھا، جو اسے اپنے تصور میں نظر آیا تھا، جہاں منظور نے اپنا بچپن گزارا تھا۔ اسے خود بھی حیرت ہوئی۔ کیونکہ کام بہت دشوار تھا۔ اول تو یہی ضروری نہیں تھا کہ وہ مکان حقیقی ہو اور اگر وہ حقیقی تھا بھی تو اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ جام نگر کے کس علاقے میں ہے۔ اسے سڑک کا نام بھی معلوم نہیں تھا اور یہ بھی یقین نہیں تھا کہ وہ مکان اب بھی موجود ہوگا۔ کیا پتا، گرایا جاچکا ہو مگر ان تمام باتوں کے باوجود وہ اس مکان کو تلاش کرنے کی کوشش پر مجبور تھا۔

اس کے دل میں خیال آیا کہ اگر وہ مکان مل گیا تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ جسے وہ تخیل قرار دیتا رہا ہے، وہ درحقیقت اس کی پچھلی زندگی کی یادداشت ہے اور یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ پچھلی زندگی میں وہ منظور نظر تھا۔

یہ سوچ کر وہ لرز گیا۔ اس کا جی چاہا کہ وہ فوراً واپس ہو جائے۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اسے اس انداز میں سوچنا ہی نہیں چاہئے تھا۔ کجا کہ اس سلسلے میں عملی کوشش کرنا۔ وہ جانتا تھا کہ اپنی پوری شخصیت کی تباہی کا سامان کر رہا ہے اس کی شخصیت کی بنیادی اینٹ عقیدہ آخرت...... حیات بعدالموت تھا۔ یہ اینٹ نکل گئی تو اس کے پاس کیا بچے گا پھر اس نے سوچا، سوچوں پر انسان کا قابو کب ہوتا ہے۔ یہ سوچیں تو خودبخود میرے ذہن میں آتی رہی ہیں۔ اسے یہ خیال نہیں آیا کہ عام طور پر پہلے سوچوں میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے پھر آدمی غلط راستے پر قدم بڑھانے لگتا ہے۔

کافی بہت اچھی اور خوش ذائقہ تھی۔ وہ سوچتا رہا اور کافی کے گھونٹ لیتا رہا۔ مکان کی تلاش کے سلسلے میں اس کے سامنے کئی راستے تھے۔ وہ تیس سال پرانی ٹیلی فون ڈائریکٹری چیک کر سکتا تھا۔ اگر اس میں منظور حسین کا فون نمبر ہوتا تو ایڈریس بھی یقیناً ہوتا۔ وہ اسٹیٹ ایجنسی جاکر منظور حسین کے نام کے حوالے سے چیک کر سکتا تھا لیکن ان طریقوں میں اس کے لئے کشش نہیں تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس مکان کو خود تلاش

کر سکتا ہے۔ بس ایک بار اسے کوئی جانی پہچانی جگہ نظر آئے گی اور اس کے بعد اس کی یادداشت متحرک ہو جائے گی۔ یہ سوچ اس کے ذہن میں خود بخود آتی تھی مگر اب اسے اس یقین نہیں تھا۔ اب وہ سوچ رہا تھا۔ کیسی یادداشت...... کس کی یادداشت...... ایک مردہ شخص کی یادداشت جو اس کے ساتھ ہی مرگئی تھی مگر وہ اب بھی اس تلاش سے دست بردار ہونے پر آمادہ نہیں تھا۔

اس نے یاد کرنے کی کوشش کی کہ منظور کی حیثیت سے وہ آخری بار یہاں کب آیا تھا۔ یہ نازنین سے پہلی ملاقات سے چھ ماہ پہلے کی بات تھی۔ وہ والدین سے اس کی آخری ملاقات تھی۔ اس نے ماں کو خط میں نازنین کے بارے میں لکھا تھا لیکن وہ خواہش کے باوجود نازنین کو ان سے ملوانے نہیں لے جاسکا تھا۔ اس کی وجہ مصروفیت تھی۔ کبھی اس کی اپنی اور کبھی نازنین کی مصروفیت۔ اس نے نازنین کو اپنے والدین کے بارے میں تفصیل سے بتایا تھا اور اسے یقین تھا کہ وہ انہیں پسند کرے گی۔ اس نے نازنین کو اپنے بچپن کے قصے بھی سنائے تھے۔

یہ سوچتے سوچتے اسے خیال آیا کہ اس کا مکان کسی پہاڑی علاقے میں تھا' کسی پہاڑی کے دامن میں۔ وہ جہاں رہتے تھے' وہ متوسط طبقے کی آبادی تھی' جو متمول لوگوں کی آبادی اور غریب طبقے کے لوگوں کے درمیان حدِفاصل کا کام کرتی تھی پھر اس کے ذہن میں ایک نام گونجا...... سبزہ زار۔

اس نے اشارے سے ویٹر کو اپنی طرف بلایا۔ "کچھ اور لاؤں آپ کے لئے؟" ویٹر نے پوچھا۔

"نہیں شکریہ۔ ایک بات بتاؤ۔ یہاں سبزہ زار نام کی کوئی بستی بھی ہے؟"

"جی ہاں' اس طرف پہاڑوں کے درمیان ہے۔" ویٹر نے اشارے سے بتایا۔

اس نے بل ادا کیا اور ریسٹورنٹ سے نکل آیا۔

وہ کرائے کی گاڑی میں ویٹر کی بتائی ہوئی سمت چل پڑا۔ ایک دوراہے پر وہ داہنی سمت مڑا۔ یہ سوچ کر کہ یہ سڑک اسے پہاڑوں کے درمیان لے جائے گی۔ سڑک اسے واقعی پہاڑوں کے درمیان لے گئی لیکن اسے کہیں کوئی جانی پہچانی چیز نظر نہیں آئی' جو یادداشت کے تحرک کا باعث بنتی۔ وہ جیسے جیسے اوپر بڑھتا گیا' مکان نسبتاً بڑے ہوتے گئے۔

اچانک اسے خیال آیا کہ شاید یہ نئی سڑک ہے اور بعد میں بنی ہوگی۔ اسے کسی

سائیڈ اسٹریٹ پر مڑ جانا چاہئے مگر یوں مڑنا خطرناک تھا۔ وہ بھٹکتا ہی رہ جاتا۔ اس نے گاڑی روکی اور ایک راہ گیر سے سبزہ زار کے بارے میں پوچھا لیکن راہ گیر بھی اس علاقے میں اجنبی تھا۔

وہ آگے بڑھ گیا۔ کوئی دو فرلانگ آگے کچھ لوگ درختوں سے نارنگیاں توڑ رہے تھے۔ اس نے ان کے قریب کار روک دی "یہ سبزہ زار کس طرف ہے؟"

ایک شخص نے عقب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ اس وقت سبزہ زار ہی میں ہیں۔ پیچھے ایک سڑک دائیں جانب مڑتی ہے۔ اس پر چلے جائیں۔"

کاظم نے اس کا شکریہ ادا کیا' گاڑی بیک کی اور سائیڈ اسٹریٹ پر ڈال دی۔ وہ جگہ کبھی متوسط طبقے کی آبادی رہی ہوگی مگر اب اس کا شمار فیشن ایبل بستیوں میں ہوتا ہوگا۔ وہاں جدید طرز کے بڑے اور خوب صورت بنگلے کھڑے تھے۔ اس نے ایک ٹیلے کے سامنے کار روک دی اور نیچے اتر آیا۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ نہ جانے کیوں وہ سب کچھ اسے جانا پہچانا' دیکھا بھالا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے یاد آرہا تھا کہ اس پہاڑی کے نیچے کی طرف اس کا گھر تھا۔

وہ اس سڑک پر نیچے کی طرف چل دیا۔ دونوں جانب کے مکانات دیکھتا ہوا۔ جدید طرز کے بنگلوں کے بعد پرانے طرز کے مکانات کا سلسلہ شروع ہوا۔ بڑی عمارتیں اور اپارٹمنٹ ہاؤس بھی نظر آئے۔ اس نے کار کی رفتار بہت کم رکھی تھی۔ اب وہ پریشان ہو رہا تھا' اونچی عمارتیں اور اپارٹمنٹ ہاؤس اس کے زمانے میں نہیں تھے۔ یعنی وقت نے سب کچھ بدل ڈالا تھا۔ کون جانے اس مکان کی جگہ بھی اب کوئی اونچی عمارت کھڑی ہو۔

پھر اچانک اس کے ذہن میں گھنٹی سی بجی۔ کارنر پر اسے کریانہ کا ایک اسٹور نظر آیا تھا۔ بورڈ تو جانا پہچانا نہیں لگا لیکن اسٹور کو دیکھ کر اسے کچھ خیال آرہا تھا۔ اس نے اسٹور کی سائیڈ میں کار روک دی۔ اس اسٹور کی لائن میں ہی اس کا گھر تھا۔ منظور کا گھر۔ اس نے خود کو ٹوکا۔ "تو منظور کا گھر تمہیں یاد کیسے آرہا ہے۔ اندر ایک آواز ابھری۔ اس کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور سائیڈ اسٹریٹ میں موڑ لی۔ اس اسٹور سے وہ ٹافیاں' چاکلیٹ اور بسکٹ خریدتا تھا۔ اسی گلی میں اس کا گھر تھا۔ تب یہ اسٹریٹ نہیں تھی۔

اس اسٹریٹ پر ابتدا میں کچھ فلیٹ تھے پھر کچھ پرانے مکان تھے۔ یہ مکان بھی اسے

یاد تھے۔ اسٹیئرنگ پر اس کی گرفت سخت ہوگئی۔ جسم میں سنسنی دوڑنے لگی۔ ہاں یہ وہی جگہ ہے لیکن میرا مکان کہاں ہے؟

پہلی نظر میں وہ اسے مِس کر گیا مگر پھر اس نے بریک لگائے۔ ہاں یہ وہی مکان تھا۔ نیلا رنگ اب موجود نہیں تھا۔ اب دیوار پر سفید رنگ تھا مگر مکان سو فیصد وہی تھا۔

وہ کچھ دیر ساکت بیٹھا رہا۔ اسے زمین آسمان گھومتے محسوس ہو رہے تھے۔ وہ مکان صرف اس کے تخیل کا کرشمہ نہیں تھا۔ وہ حقیقی چیز تھا۔ اس کا مطلب ہے...... اس سے آگے وہ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ کار سے اترا۔ دروازے کے برابر لیٹر باکس نصب تھا۔ اس پر منصور حسین کا نام لکھا تھا۔ اسے یہ خیال تو آیا ہی نہیں تھا کہ اس کے...... والدین زندہ بھی ہوسکتے ہیں۔

اس کا ذہن عجیب انداز میں کام کر رہا تھا۔ کتنی عجیب بات تھی۔ وہ ان لوگوں سے ملنے والا تھا، جو پچھلے جنم میں اس کے والدین تھے۔ جبکہ اس کی اپنی والدہ، جنہوں نے اسے جنم دیا تھا، وہ بھی زندہ تھیں پھر اسے خیال آیا، ممکن ہے منصور حسین اور اس کی بیوی مر چکے ہوں۔ نئے مالک مکان نے ان کا نام مٹانے کی زحمت نہ کی ہو۔

یہ معلوم کرنے کا ایک ہی طریقہ تھا۔ وہ کار سے اترا اور مکان کے دروازے پر آیا۔ اس نے اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا اور انتظار کرنے لگا۔ اس کے پیٹ میں گرہیں سی پڑ رہی تھیں۔ اندر سے کوئی آہٹ نہیں سنائی دی تو اس نے دوبارہ گھنٹی بجائی۔ اس بار قدموں کی بڑھتی ہوئی چاپیں سنائی دیں۔ پھر بڑی آہستگی اور بے یقینی سے دروازہ کھلا۔

دروازہ جس عورت نے کھولا، وہ بہت بوڑھی تھی۔ اس نے اندازہ لگایا۔ اس کی عمر اَسی سے کم تو نہیں ہوسکتی۔ وقت کے بوجھ نے اس کی کمر جھکا دی تھی۔ چہرے پر جھریوں کا جال بچھا تھا لیکن اس کی نظر ٹھیک ٹھاک معلوم ہوتی تھی۔ اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی

"جی فرمائیے؟"

"آپ بیگم منصور ہیں...... مریم منصور؟"

"ہاں میں ہی ہوں۔" وہ حیران نظر آئی کہ کوئی اسے پوچھنے بھی آسکتا ہے۔

"خاتون، میرا نام کاظم سعید ہے۔ میں رائٹر ہوں اور آپ سے کچھ دیر بات کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ......"

"رائٹر؟ آہ میرا بیٹا بھی رائٹر تھا۔"

"میں جانتا ہوں خاتون اور اسی کے متعلق آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"منظور کے متعلق؟ اب تو اس کے انتقال کو بھی تیس برس ہوگئے۔"

"جی، میں یہ بھی جانتا ہوں۔ مجھے اندر آنے کو نہیں کہیں گی آپ؟"

مریم نے اسے بہت غور سے دیکھا پھر بولی۔ "آجاؤ بیٹے۔"

کاظم اس کے پیچھے مکان میں داخل ہوا۔ وہ اسے ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ ڈرائنگ روم اب بھی ویسا ہی تھا۔ وہی سبز رنگ کی کاؤچ، وہی آتش دان اور اس کے اوپر لگی ہوئی پینٹنگ۔ ہاں یہی اس کا گھر تھا۔

مریم کاؤچ پر بیٹھ گئی اور وہ صوفے پر۔ "ہاں تو بیٹے...... کیا نام بتایا تھا۔"

"کاظم۔ کاظم سعید۔"

"کاظم، چائے پیو گے؟"

"جی نہیں شکریہ۔" کاظم نے کہا۔ وہ اس سے صرف باتیں کرنا چاہتا تھا۔

"تکلف نہ کرنا بیٹے۔"

"جی ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

"ہاں تو تم کیا باتیں کرنا چاہتے ہو؟"

کاظم کا جی چاہا کہ اس بوڑھی عورت کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لے۔ اسے بتائے کہ چہرے کو دکھ کی لکیروں سے سجانے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہارا بیٹا تمہارے پاس لوٹ آیا ہوں۔ میں وہی ہوں، جس کا تم برسوں سے سوگ منا رہی ہو۔ وہ عجیب سی جذباتی کیفیت میں اسے دیکھتا رہا۔ "جی میں وہ نازنین کے متعلق ایک کتاب لکھ رہا ہوں۔" اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "اور آپ کا بیٹا نازنین سے شادی کرنے والا تھا۔ اس لحاظ سے منظور کی اہمیت بھی کم نہیں۔ میں اس کے متعلق جاننا چاہتا ہوں۔"

"ہاں وہ بے رحم آگ نہ لگی ہوتی تو نازنین میری بہو بن گئی ہوتی۔" مریم نے آہ بھر کر کہا۔ "میں اور منصور نازنین سے کبھی نہیں ملے لیکن منظور کا کہنا تھا کہ وہ پیاری لڑکی ہے۔"

"منصور صاحب زندہ ہیں ابھی؟"

"نہیں ان کا انتقال تو منظور کے دو سال بعد ہوگیا تھا۔ میں اب اکیلی ہوں۔"

"پلیز...... آپ مجھے اپنے بیٹے کے متعلق بتائیں۔"

"یہ صرف کہنے کی بات نہیں۔ منظور سچ مچ بہت اچھا بیٹا تھا۔ وہ اپنے پیشے میں بھی کامیاب تھا۔ جب بھی موقع ملتا وہ ہم سے ملنے ضرور آتا۔ وہ ہم سے محبت کرتا تھا اور ہم دونوں بھی اس پر جان چھڑکتے تھے۔ وہ ہمارے لئے قابل فخر بیٹا تھا۔ ہمارا اتنا خیال رکھتا تھا کہ ملنے نہ آپاتا تو باقاعدگی سے خط لکھتا۔ حالانکہ دن بھر لکھنے کا کام کرنے والوں کے لئے خط لکھنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ میں نے اس کے خط اب تک سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں۔" وہ مسکرائی۔

"مجھے دکھائیں گی وہ خط؟" کاظم نے بے تابی سے پوچھا۔ "خط آدمی کے متعلق بہت کچھ بتا سکتے ہیں۔ اس کے خطوط میں نازنین کا تذکرہ بھی ہے؟"

مریم چند لمحے سوچتی رہی پھر بولی۔ "دوسرے کمرے میں رکھے ہیں۔ میرے ساتھ چلو۔ میں دکھا دیتی ہوں۔"

مریم اٹھنے لگی تو کاظم نے اسے سہارا دیا۔ مریم کے ہونٹوں پر شکرگزاری کی مسکراہٹ ابھری۔ "تم بہت اچھے بیٹے ہوگے۔" وہ بولی۔ "آج کل کے لڑکے ہم بڈھوں کو کہاں توجہ دیتے ہیں۔"

"آپ کے رشتے دار نہیں ہیں؟"

"میرا ایک بھائی ہے مگر وہ دوسرے شہر میں رہتا ہے۔ اب تو اس سے ملے ہوئے بھی دس سال ہوگئے۔ مکان کے اوپر والے حصے میں کرائے دار ہیں۔ وہ میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔"

تیسرے کمرے میں ایک الماری تھی۔ مریم نے اسے کھولا اور اوپری خانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "وہاں ایک صندوقچی رکھی ہے۔ اسے اتارو۔ میرا ہاتھ نہیں جاتا وہاں تک۔"

کاظم نے صندوقچی اتار کر اسے دی۔ وہ اسے سامنے رکھ کر بیٹھ گئی۔ "یہ میری یادوں کا خزانہ ہے۔" یہ کہہ کر اس نے صندوقچی کھولی۔ صندوقچی میں سے اس نے خطوط کا ایک بنڈل نکالا' جسے سرخ ربن سے باندھا گیا تھا۔ وہ اس نے کاظم کی طرف بڑھا دیا۔ "بیڈ پر بیٹھ جاؤ آرام سے...... اور پڑھ لو۔"

کاظم نے بیڈ پر بیٹھ کر بڑی آہستگی سے ربن کی گرہ کھولی۔ اس نے خطوط کو سرسری طور پر دیکھا۔ ہر خط کا اختتام...... آپ کا محبت کرنے والا بیٹا' منظور...... پر ہوا تھا۔ وہ خطوط

کو ٹٹولتا رہا۔ آخرکار اس نے وہ پہلا خط نکال لیا۔ جس میں منظور نے نازنین کا تذکرہ کیا تھا۔ اس میں اپنی خیریت کا تذکرہ تھا پھر لکھا تھا...... "حال ہی میں ایک بہت پیاری لڑکی سے ملاقات ہوئی ہے۔ اس کا نام نازنین ہے۔ کہنے کو وہ اداکارہ ہے لیکن یقین کریں' عام زندگی میں بے حد سادہ اور منکسرالمزاج لڑکی ہے۔ میرا خیال ہے ایک دن وہ شہرت کی بلندیوں کو چھولے گی۔ امی آپ برا تو نہیں مانیں گی۔ میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن آپ جانتی ہیں' آپ کی اجازت کے بغیر میں اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی بھی پوری نہیں کروں گا۔ میں اسے آپ سے ملوانے کے لئے لانے کی کوشش کروں گا۔ مجھے یقین ہے' وہ آپ کو پسند آئے گی۔"

"میرے پاس منظور کی کچھ چیزیں بھی ہیں۔ یہ چیزیں فلمستان والوں نے ہمیں بھجوادی تھیں۔" مریم نے کاظم کو چونکا دیا پھر اس نے دراز کھول کر کچھ چیزیں نکالیں۔ ان میں چند کف لنکس تھے' ٹائی پن تھے' ایک رسٹ واچ تھی اور ایک انگوٹھی تھی۔ کاظم نے انگوٹھی اٹھالی۔ وہ سونے کی خاصی بھاری انگوٹھی تھی' جس میں سیاہ پتھر لگا تھا۔ اس نے پہاڑی والے خواب میں خود کو ہر بار یہی انگوٹھی پہنے دیکھا تھا۔

مریم باتیں کئے جارہی تھی لیکن کاظم کچھ نہیں سن رہا تھا۔ اسے یاد آرہا تھا۔ کسی کو بھی نہیں معلوم تھا لیکن یہ حقیقت تھی کہ منظور اور نازنین کی شادی ہوگئی تھی۔ شادی انہوں نے دوسرے شہر میں جاکر کی تھی اور اسے راز میں رکھا تھا پھر وہ یہ راز سینے میں چھپائے چھپائے دنیا سے رخصت ہوگئے تھے۔ یہ انگوٹھی نازنین نے اسے شادی کے موقع پر دی تھی۔

مریم کی آواز اسے پھر حال میں کھینچ لائی۔ "میں نازنین سے کبھی نہیں ملی لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ بہت پیاری لڑکی تھی لیکن اس کی ماں کے متعلق میں یہ بات نہیں کہہ سکتی۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟"

"جمیلہ میرے بیٹے کو ناپسند کرتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ ہم شادی کے معاملے میں منظور کی حوصلہ شکنی کریں۔"

"اس نے آپ سے بات کی تھی اس سلسلے میں؟" کاظم نے پوچھا۔

"خط لکھا تھا اس نے۔" مریم نے جواب دیا اور صندوقچی میں کچھ ٹٹولنے لگی۔ "وہ

خط بھی اسی صندوقچی میں تھا۔ یہ رہا۔" اس نے خط نکال کر کاظم کی طرف بڑھایا۔ "میں کسی مرے ہوئے شخص کی برائی نہیں کرنا چاہتی۔ اللہ اس کی مغفرت فرمائے لیکن وہ اچھی عورت نہیں تھی۔"

کاظم نے بے تابی سے جمیلہ کا وہ خط کھولا۔ لکھا تھا......

"بیگم منصور' آپ جانتی ہیں کہ آپ کا بیٹا منظور میری بیٹی نازنین کو چاہتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ تعلق ان دونوں ہی کے لئے مضر ہے۔ میں اس صورتِ حال پر تبادلہ خیال کے لئے آپ سے ملنے جام نگر آنا چاہتی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ اس ملاقات کے بعد آپ بھی قائل ہو جائیں گی کہ ان کی محبت ان دونوں کے مفاد کے خلاف ہے۔ میں آپ کے جواب کی منتظر ہوں۔ فقط جمیلہ بیگم۔"

جمیلہ کے دستخط خاصے پیچیدہ تھے۔ اس نے ج کو مخصوص انداز میں گھمایا تھا۔ وہ دستخط اب کاظم کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ "پھر وہ آپ کے پاس آئی تھیں؟" کاظم نے پوچھا۔

"نہیں...... میں نے جوابی خط لکھ دیا تھا میں اپنے بیٹے کی خوشیوں کی راہ میں کبھی رکاوٹ نہیں بنوں گی۔ مجھے بھروسا تھا کہ میرا منظور غلط فیصلہ نہیں کرسکتا۔" مریم نے کہا پھر وہ چیزیں سمیٹ کر دوبارہ صندوقچی میں رکھنے لگی پھر اس نے سر اٹھا کر کاظم کو دیکھا اور مسکرائی۔ "کتنے افسوس کی بات ہے کہ یہ خوب صورت انگوٹھی اس صندوقچی میں پڑی سڑ رہی ہے۔ تم اچھے لڑکے ہو کاظم۔ تم نے ایک بوڑھی اور تنہا عورت کو وقت دیا ہے۔ تم یہ انگوٹھی رکھ لو۔ تمہیں مجھ سے یہ ملاقات ہمیشہ یاد رہے گی۔"

کاظم نے اٹھ کر اسے لپٹا لیا۔ "آپ بہت پیاری خاتون ہیں۔ میں آپ کو امی کہوں تو برا تو نہیں مانیں گی؟"

مریم کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ "برا کیوں مانوں گی۔ میں تو یہ لفظ سننے کو ترس گئی ہوں۔"

"تو امی' آپ مجھے اپنا بیٹا منظور ہی سمجھیں۔" کاظم نے کہا۔ پھر وہ اسے لپٹائے ہوئے ڈرائنگ روم تک لے آیا۔ وہ پھر بیٹھ گئے۔ "بیٹے چائے پیو گے؟" مریم نے پھر پوچھا۔

اس بار کاظم نے انکار نہیں کیا۔ "ضرور پیوں گا امی لیکن آپ کا ہاتھ بھی بٹاؤں

گا۔"

کچن کی طرف جاتے ہوئے کاظم نے عقبی صحن کو دیکھا۔ وہ اسے پہلے سے چھوٹا لگ رہا تھا۔ وہاں درخت بھی نہیں تھا۔

مریم نے چولہے پر کیتلی رکھ دی۔ کاظم نے اس سے پوچھا۔ "کیا یہ صحن شروع سے اتنا ہی ہے؟"

"نہیں بیٹے۔ یہ تو بہت بڑا تھا۔ وہ کونے میں صنوبر کا ایک بڑا درخت تھا۔ ادھر ایک قطعہ تھا۔ جس میں ہم سبزیاں لگاتے تھے۔ منصور کی موت کے بعد میں نے آدھا بیچ دیا۔ یوں یہ صحن چھوٹا ہو گیا۔ وہ پیڑ بھی کٹ گیا اب اس جگہ پڑوس والا مکان کھڑا ہے۔"

تو جو کچھ میں نے دیکھا تھا' بالکل درست تھا۔ کاظم نے سوچا۔ میں صنوبر کے اس درخت سے گرا بھی تھا۔

"ڈرائنگ روم میں چلو۔" مریم نے کہا۔ "چائے بن گئی ہے۔"

"نہیں امی۔ یہیں بیٹھ کر پیوں گا میں۔"

مریم نے بڑی محبت سے اسے دیکھا۔ "منظور بھی یہی کہتا تھا ہمیشہ۔ اسے میرے ساتھ کچن میں بیٹھ کر کھانا پینا اچھا لگتا تھا۔"

کاظم کو یہ جان کر اطمینان ہوا کہ مریم مالی پریشانی سے آزاد ہے۔ کچھ رقم بینک میں جمع تھی اور پھر ہر ماہ مکان کے اوپر والے حصے کا کرایہ آجاتا تھا۔

رخصت ہوتے ہوئے مریم کاظم کو بہت غور سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "بیٹے تم میں کوئی چیز ایسی ہے جو منظور کی یاد دلاتی ہے۔ منظور بھی ایسا ہی تھا۔"

"اور اگر میں آپ سے کہوں کہ میں منظور ہی ہوں۔"

"یہ تمہاری محبت ہے بیٹے۔"

"نہیں میں کہہ رہا ہوں کہ میں سچ مچ منظور ہوں۔"

"منظور مر چکا ہے بیٹے۔"

"مگر مجھے سب کچھ یاد ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ "اسی لئے تم نے صحن کے متعلق پوچھا تھا؟" اس کا انداز خود کلامی کا سا تھا۔

"جی ہاں۔ آپ یقین کریں' پہلے میں منظور ہی تھا۔"

"ایسی باتیں نہ کرو بیٹے۔" مریم کے لہجے میں تنبیہہ تھی۔ "اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ تم منظور ہو' میں تب بھی تمہیں اپنا منظور نہیں مانوں گی۔" اب اس کے لہجے میں قطعیت تھی۔ "ہمارا ایمان ہے کہ موت حتمی ہے' یہاں تک کہ حشر کے روز سب اٹھائے جائیں گے اور اس کے بعد ابدی زندگی شروع ہوگی۔"

"تو پھر یہ سب کیا ہے؟" کاظم نے کہا۔ "مجھے وہ سب کچھ کیوں یاد ہے؟"

"یہ آزمائش ہے یا پھر ایمان کی کمزوری کی سزا۔ میری بات پر غور کرنا اور گمراہی میں نہ پڑنا۔ گمراہی میں پڑے رہو گے تو اللہ تمہارے گمان کو یقین میں بدل دے گا۔ اس کے لئے کچھ بھی ناممکن نہیں پھر زندگی عذاب ہو جائے گی تمہاری۔ مجھے دیکھو' مجھے عاقبت کی قیمت پر بچھڑا ہوا اکلوتا بیٹا بھی قبول نہیں۔"

کاظم نے سوچا' زندگی تو عذاب ہو ہی گئی ہے مگر میں اپنی سوچوں کو کیسے سنسر کروں

"اچھا...... امی اب میں چلتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"خدا حافظ بیٹے۔ اللہ تمہیں اپنی امان میں رکھے۔ ہر شے سے محفوظ فرمائے۔ میں تمہارے لئے مرتے دم تک دعا کرتی رہوں گی۔" مریم کے لہجے میں سچائی تھی۔

☆==========☆==========☆

واپسی کے سفر میں وہ اب تک کی صورتِ حال کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس کی سوچ کا مرکز نازنین کی ماں جمیلہ تھی۔ اس کا خط پڑھ کر اس کی اضافی یادداشت میں ہلچل سی مچی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ اب اسے پچھلی یا پچھلے جنم کی یادداشت کے بجائے اضافی یادداشت کہے گا۔

اس کے ذہن میں پھر فلم سی چلنے لگی۔ تصور میں عکس بننے مٹنے لگے۔ ہاں جمیلہ ایک بار اس سے ملنے تو آئی تھی۔

اس نے نیا مکان خریدا تھا۔ مکان کے سب سے روشن کمرے کو اس نے اپنی اسٹڈی بنایا تھا۔ کھڑکیاں کھول دی جاتیں تو وہاں گرمی میں بھی ٹھنڈک کا احساس ہونے لگتا۔ ایک کھڑکی کے ساتھ ہی یوکلپٹس کا ایک درخت تھا۔ باغیچہ بھی اسی طرف تھا۔

وہ جس وقت آئی' وہ کام کر رہا تھا۔ چند ہفتے پہلے اس نے پیاسا ساون کا اسکرپٹ مکمل کیا تھا۔ فلم اب شوٹنگ کے مرحلے میں تھی۔ فلمستان اسٹوڈیوز کے مالک گردھاری نے بھاری معاوضہ ادا کرکے اس سے وہ اسکرپٹ خریدا تھا۔ اسے وہ کہانی بہت پسند آئی

تھی۔ اس نے بھی مرکزی کردار نازنین کو ہی سونپا تھا۔ یہ الگ بات کہ منظور نے نازنین کو سامنے رکھ کر کہانی کی ہیروئن کا کردار تخلیق کیا تھا۔ اب وہ ناول لکھ رہا تھا۔ اس ناول کا آئیڈیا اس نے نازنین کو پہلی ملاقات میں سنایا تھا۔ تب سے نازنین اس کے پیچھے پڑی تھی کہ اسے مکمل کرو۔

اطلاعی گھنٹی بجی تو اس نے جملہ ادھورا چھوڑ کر سر اٹھایا۔ سگریٹ کو ایش ٹرے میں مسل کر وہ دروازے کی طرف چل دیا۔

اس نے دروازہ کھولا تو نازنین کی ماں جمیلہ کھڑی نظر آئی۔ وہ حیران رہ گیا۔ جب سے نازنین ماں سے علیحدہ ہوئی تھی' منظور اس سے اب تک نہیں ملا تھا۔ اس سے پہلے بھی ان کے درمیان ہمیشہ بس رسمی گفتگو ہوئی تھی۔ بے تکلفی ان کے درمیان کبھی نہیں رہی تھی۔

"میں اندر آسکتی ہوں؟" جمیلہ نے پوچھا۔

"جی...... کیوں نہیں۔" منظور نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "آیئے تشریف لایئے۔" وہ اسے ڈرائنگ روم میں لے گیا۔ "کچھ پیجئے گا؟"

"نہیں شکریہ۔" جمیلہ ایک آرام کرسی پر بیٹھ گئی اور دونوں ہاتھ ہتھوں پر پھیلا دیئے۔

منظور کاؤچ پر جا بیٹھا۔ اس نے دونوں کہنیاں گھٹنوں پر رکھ لیں۔ "آپ کی آمد سے مجھے خوشی ہوئی ہے۔" وہ بولا۔ "فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟"

وہ کچھ دیر خاموش رہی۔ منظور کو اس دوران نازنین کا اپنی ماں کے بارے میں لفظی خاکہ یاد آتا رہا' میری ماں نہایت بے غرض اور ایثار پیشہ عورت ہے' نازنین نے کہا تھا۔ اس نے مجھے سب کچھ دیا۔ اپنی زندگی تج دی میری خاطر۔ بس وہ مجھے اسٹار بنانا چاہتی تھی۔ مگر منظور کا خیال تھا کہ جمیلہ اندر سے بے حد خودغرض عورت ہے۔ ویسے ابھی تک وہ اس کے معاملے میں حتمی فیصلہ نہیں کرسکا تھا۔

"میں تم سے نازنین کے متعلق بات کرنا چاہتی ہوں۔" جمیلہ نے کہا۔

"نازنین کے متعلق؟"

"ہاں۔ میں چاہتی ہوں کہ تم اس سے ملنا چھوڑ دو۔"

منظور نے اپنے اندر غصہ مچلتا محسوس کیا۔ "ذرا صاف صاف بات کریں' کیا مطلب

ہے آپ کا؟"

جمیلہ نے سرد نگاہوں سے اسے سر تاپا دیکھا۔ "سنو منظور' بے وقوف تم بھی نہیں ہو اور میں بھی نہیں اور ہم دونوں ہی کو نازنین کی بہتری عزیز ہے۔ اسی بنیاد پر میں تم سے بات کر رہی ہوں۔ میرا خیال ہے ہم آزادی سے بات کرسکتے ہیں؟"

"بالکل۔ آپ جو جی چاہے کہہ سکتی ہیں۔"

"تو یہ سادی سی حقیقت ہے کہ تم نازنین کی بہتری ہرگز نہیں ہو۔"

"یہ فیصلہ کرنے کا حق آپ کو کیسے مل گیا کہ نازنین کے لئے کیا بہتر ہے اور کیا نقصان دہ ہے؟" منظور کے لہجے میں کاٹ تھی۔

"یہ حق کہیں سے ملتا نہیں' ہر ماں کے پاس ہوتا ہے۔" جمیلہ کے لہجے میں عجیب سا تحکم تھا۔ "ایک بات بتاؤ۔ ابھی تک میں نے اس کی بہترین رہنمائی کی ہے کہ نہیں؟ انصاف سے کہو اور اب جلد ہی وہ ملک کی صفِ اول کی ہیروئن ہوگی۔ اس کے سامنے روشن مستقبل ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ کسی بھی وجہ سے اس کے مستقبل کو خطرہ لاحق ہو اور ایک معمولی رائٹر کی طرف سے لاحق ہونے والے خطرے کو تو میں کسی طور بھی خاطر میں نہیں لاؤں گی۔"

منظور نے دانستہ طور پر اس توہین کو نظر انداز کردیا۔ "اور آپ کو اس سلسلے میں نازنین کے جذبات کی کوئی پرواہ نہیں؟" اس نے پوچھا۔ "اس بات کی آپ کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں کہ نازنین کیا چاہتی ہے؟"

جمیلہ اس لمحے خود پر اپنا کنٹرول کھوتی محسوس ہوئی۔ اس کے ہونٹ اور جبڑے بھنچ گئے تھے۔ "مجھے صرف اور صرف اس کے مفادات کا خیال رکھنا ہے۔ میں ہمیشہ سے جانتی ہوں کہ اس کے لئے کیا بہتر ہے اور کیا نہیں۔ تمہارے معاملے میں نازنین جذباتی ہوگئی ہے۔ اس لئے درست تجزیہ نہیں کرسکتی۔ محبت...... شادی......!" اس نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں قہقہہ لگایا۔ "یہ وہ فضولیات ہیں' جن کی وہ متحمل نہیں ہوسکتی خواہ کسی ہم پلہ کے ساتھ ہو۔ یہ سب کچھ عام لوگوں کے لئے ہے۔ نازنین کوئی عام لڑکی نہیں۔ اسے ایک خاص مقام پر پہنچنا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں ایسے حیوانی جذبے...... ایسی حیوانی کشش کو اس کی راہ میں رکاوٹ بننے دوں گی۔ یہ ناممکن ہے۔"

منظور اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ اب غصے میں کھول رہا تھا۔ تاہم وہ بولا تو اس کا لہجہ

پرسکون تھا۔ "جمیلہ بیگم' میں یہ بات مانتا ہوں کہ نازنین کوئی عام لڑکی نہیں لیکن آپ کی کہی ہوئی بس یہی ایک بات ہے' جس سے میں اتفاق کرتا ہوں۔ نازنین غیر معمولی اور منفرد لڑکی ہے۔ اتنی غیر معمولی اور منفرد کہ آپ اسے کٹھ پتلی کی طرح زندگی بھر نچا نہیں سکتیں۔ وہ اپنی خواہشات' اپنی ضروریات سے خوب واقف ہے۔ جب بھی آپ کی اور اس کی خواہشات کے مابین تصادم ہوگا' وہ آپ کو ایک طرف ہٹادے گی۔ وہ دودھ پیتی بچی نہیں' عاقل و بالغ اور خودمختار عورت ہے۔ آپ کو تو شاید اب نازنین نظر ہی نہیں آتی۔ جیسی کہ وہ ہے۔ آپ تو اس کے روپ میں وہ خواب دیکھتی ہیں جو برسوں سے دیکھتی آرہی تھیں۔ اب نازنین کے اپنے بھی کچھ خواب ہیں۔ بہتر ہوگا کہ آپ انہیں سمجھ لیں۔ ورنہ آپ اسے ہمیشہ کے لئے کھو بیٹھیں گی۔"

جمیلہ نے لرزتی ہوئی انگلی اس کی طرف اٹھائی۔ "تم...... تم اس کے ذمے دار ہو۔ تم نے اس کے ذہن کو خراب کیا ہے۔ تم نے اس کی قدریں بدل کر رکھ دی ہیں۔ تم سے پہلے سب کچھ ٹھیک تھا۔ اس سے پہلے اس نے شادی کا سوچا تک نہیں تھا۔ یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے۔"

"میری بات سنیں۔ آپ کو شاک لگے گا یہ سن کر مگر یہ حقیت ہے کہ مجھ سے ملنے سے پہلے نازنین خوش نہیں تھی۔ آپ کی آنکھوں پر تو اپنی خواہش کی پٹی بندھی تھی۔ آپ کبھی یہ دیکھ ہی نہ سکیں اور یہ بھی سن لیں۔ میں نے کبھی نازنین سے یہ نہیں کہا کہ وہ اپنے کیریر سے دستبردار ہو جائے اور میں کبھی ایسا کروں گا بھی نہیں۔ یہ فیصلہ جب بھی ہوگا نازنین کا اپنا ہوگا۔ ہاں میں ہر قدم پر اس کی تائید اور حوصلہ افزائی کروں گا۔ اس لئے کہ مجھے صرف اس کی خوشی عزیز ہے۔ آپ کچھ بھی نہیں کرسکیں گی۔"

جمیلہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے چہرے سے جیسے کسی نے سارا خون نچوڑ لیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شیطانی چمک تھی۔ "اس کا مطلب ہے' تم سے بات کرنا بے سود ہے۔" اس نے سرد لہجے میں کہا۔ "لیکن تم نے ابھی میری آخری بات نہیں سنی۔ میں اس خرافات کو جسے تم محبت کہتے ہو' ہر قیمت پر ختم کردوں گی۔ میں تمہیں اور اسے روکوں گی۔ تم میری بیٹی کی خاکِ پا کے برابر بھی نہیں اور نہ کبھی ہوسکو گے۔ میں تمہیں اس سے جدا کرنے کے لئے وہ سب کچھ کروں گی' جو میری طاقت' میرے امکان میں ہے۔" یہ کہہ کر وہ پلٹی اور دروازے کی طرف چل دی۔

منظور دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑا تھا۔ وہ مسکرایا۔ "خاتون' آپ جنگ چاہتی ہیں تو جنگ ہی سہی لیکن میں آپ کو پہلے ہی خبردار کر رہا ہوں کہ آپ ہار جائیں گی۔" اس نے پکارا۔

وہ دروازے پر پہنچ کر پلٹی اور نفرت سے اسے دیکھا۔ "منظور' تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔ میں کبھی نہیں ہارتی۔" اس کی آواز پھنکار سے مشابہ تھی۔

کاظم نے آنکھیں کھول دیں اور جہاز کی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ ظاہری بے پروائی کے باوجود منظور نے جمیلہ کی دھمکی کو پوری اہمیت دی تھی۔ اسے غیر اہم یا کسی عورت کی بڑ سمجھ کر نظرانداز نہیں کیا تھا۔ کاظم کو تو اس وقت بھی وہ منظر یاد کر کے اپنے پیٹ میں گرہیں سی پڑتی محسوس ہو رہی تھیں اور جمیلہ بیگم دھڑ سے دروازہ بند کر کے نکلی تھی تو منظور کی بھی یہی کیفیت تھی۔

☆=========☆=========☆

اچانک یہ سب کچھ اسے بہت زیادہ محسوس ہونے لگا۔ وہ سہ پہر کے تین بجے واپس ایرپورٹ پر اترا تھا۔ اس نے گاڑی گیراج میں لے جا کر کھڑی کرنے کے بجائے گھر کے سامنے کھڑی کی تھی اور دونوں ہاتھوں سے اسٹیئرنگ دبوچے بیٹھا رہا تھا۔ اسے اپنا وجود سرد ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

اس نے آنکھیں موند لیں اور سر اسٹیئرنگ وہیل پر ٹکا دیا۔ جو کچھ ہو رہا تھا' وہ ایک عام آدمی کی برداشت سے باہر تھا اور وہ خود ایک عام آدمی ہی تھا۔ اس کے پاس کوئی ایسی خصوصی صلاحیت نہیں تھی جو اس بوجھ کو کم کر دیتی جو وہ اٹھائے پھر رہا تھا۔ اس کی بہتری اسی میں تھی کہ جو کچھ اس کے ساتھ ہو رہا تھا' اس کی کسی طرح نفی کر دیتا۔ کاش وہ پہلے جیسا ہو جاتا۔

اس نے آنکھیں کھولیں اور اسٹیئرنگ سے ہاتھ ہٹا لئے۔ اس کی انگلیوں کی پوریں سفید پڑ گئی تھیں۔ وہ کار سے اترا اور ٹانگیں سیدھی کیں۔ وہ خود کو نڈھال نڈھال محسوس کر رہا تھا۔ جمیلہ اور منظور کے زبانی تصادم نے اسے تھکا دیا تھا۔

اس نے دروازہ کھولا اور نیچے پڑے ہوئے خط اٹھائے۔ انہیں اس نے ہال میں میز پر رکھ دیا۔ گھر اسے ویران ویران لگ رہا تھا۔ وہاں گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ اس نے کچن میں جا کر کافی کا پانی رکھا اور عقبی دروازہ کھول کر جونی کو بلانے

کے لئے سیٹی بجائی۔ جونی کو اس نے جھاڑیوں سے نکلتے دیکھا مگر بلا دروازے سے کوئی دو گز پیچھے رک گیا اور معاندانہ نظروں سے اندر دیکھتا رہا۔ اس کا اندر آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

کاظم نے سر جھٹکا اور دروازہ کھلا چھوڑ کر اندر چلا گیا۔ اس نے ڈرائنگ روم میں جا کر ٹیلی فون سے منسلک ریکارڈنگ مشین کو چیک کیا۔ اس میں الماس کے لئے ایک پیغام تھا۔ وہ اس نے پیڈ پر لکھ لیا۔ ایک پیغام اس کے لئے تھا۔ ایاز کو فون کرو۔ اس نے ایاز کا نمبر ملایا۔ ایاز کی سیکریٹری نے فوراً اس کی بات اپنے باس سے کرا دی۔

"ہیلو کاظم۔ کل رات میرے ہاں ایک پارٹی ہے۔ بہت تھوڑے لوگوں کو مدعو کیا ہے۔ تم اور الماس آ سکتے ہو؟" ایاز نے پوچھا۔

کاظم انکار کرنا چاہتا تھا لیکن نہ کر سکا۔ اس نے الماس کو خوش کرنے کے لئے دعوت قبول کر لی تھی۔ وہاں اس کے کچھ اور اہم لوگوں سے تعلقات بن سکیں گے۔ اس نے جل کر سوچا۔ ایاز کے نزدیک جو مہمانوں کی کم تعداد تھی' وہ پچاس کے لگ بھگ ہو گی۔

اس نے کافی کی پیالی سے گھونٹ لیا پھر اسے ڈاک کا خیال آ گیا۔ وہ کافی کی پیالی لے کر ہال میں چلا گیا۔ اس نے ڈاک کو ٹٹولا۔ کچھ بل تھے۔ ایک بینک کا لیٹر تھا اور ایک خط تھا اس کے نام۔ اس نے لفافے کو پلٹ کر دیکھا۔ خط بھیجنے والے کا نام پتا ندارد تھا۔ وہ خط اور کافی کی پیالی لے کر ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ کاؤچ پر بیٹھ کر اس نے پیالی میز پر رکھی اور لفافہ چاک کیا۔

چند لمحوں کو اس کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا اور پھر بہت تیز رفتاری سے دھڑکنے لگا۔ اس کا چہرہ اس کاغذ کی طرح سفید ہو رہا تھا جو وہ ہاتھ میں تھامے ہوئے تھا۔ وہ مختصر سا خط تھا۔

"میں نے تمہیں تنبیہہ کی تھی کہ نازنین سے دور رہو۔ یہ آخری وارننگ ہے تمہارے لئے۔ نازنین سے دور رہو۔ تم اس کی موت کے ذمے دار تھے۔ اب پھر اسے تباہ کرنا چاہتے ہو لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ جمیلہ بیگم۔"

جمیلہ کے دستخط دیکھ کر کاظم کی جان نکل گئی۔ وہ دستخط اس نے آج ہی دیکھے تھے اور انہیں کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ اسے احساس ہی نہیں ہوا کہ کاغذ اس کے ہاتھ سے گر گیا ہے اور جب احساس ہوا تو اس سے جھکا بھی نہیں گیا۔

اسے سنبھلنے میں خاصی دیر لگی۔ وہ سوچ رہا تھا۔ یہ جمیلہ بیگم کے اصلی دستخط تو نہیں ہو سکتے۔ یہ ناممکن ہے۔ وہ تو مر چکی ہے پھر اس کے ذہن میں ایک لغو خیال آیا۔ مر تو میں بھی چکا ہوں۔ اس نے رقعہ اٹھا کر دستخط کو غور سے دیکھا۔ وہ وہی دستخط تھے جو اس نے مریم منصور کے نام جمیلہ کے خط میں دیکھے تھے۔

اس نے ریسیور اٹھا کر ساجد نقوی کا نمبر ڈائل کیا۔ "نقوی صاحب' میں کاظم سعید بول رہا ہوں۔ آپ کو یاد ہو گا میں کلاوتی کے ساتھ آپ سے ملنے آیا تھا۔"

"ہاں مجھے یاد ہے۔" دوسری طرف سے ساجد نقوی نے کہا۔ "فرمایئے کیسے زحمت کی آپ نے؟"

"ایک بات بتائیں۔ آپ کے پاس جو نازنین کی چیزیں ہیں' ان میں اس کی ماں جمیلہ کے لکھے ہوئے کچھ خطوط بھی ہیں؟"

ساجد نقوی نے چند لمحوں کے توقف کے بعد کہا۔ "ہاں شاید ایک دو ایسے خطوط ہیں جو اس نے نازنین کو اس وقت لکھے تھے' جب وہ آؤٹ ڈور شوٹنگ پر گئی ہوئی تھی۔"

کاظم کو یہی امید تھی۔ وہ بولا۔ "میں انہیں ایک نظر دیکھ سکتا ہوں؟"

"ضرور تشریف لے آیئے۔"

"بس تو میں ابھی آ رہا ہوں۔" کاظم نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

کاظم نے ڈرائیو کرتے ہوئے ٹریفک کے ضابطوں کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ اسے کسی بات کی پروا نہیں تھی۔ بس وہ حقیقت جاننا چاہتا تھا۔ وہ بار بار خود سے کہہ رہا تھا کہ یہ ناممکن ہے۔ مُردے خط نہیں لکھتے۔ نہ ہی دستخط کرتے ہیں۔ یہ زندگی ہے' کوئی ڈراؤنی کہانی یا فلم نہیں۔ جس میں سب کچھ ممکن ہے۔ بلکہ رونما بھی ہو جائے۔

لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ خط بھی حقیقی ہے اور اس پر موجود دستخط بھی!

اسے کلاوتی کی بات یاد آئی۔ خوف سے خوف بڑھتا ہے اور آدمی کمزور ہو جاتا ہے۔ ٹھیک ہے اگر دستخط اصلی ثابت ہو جاتے ہیں تو اسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس کا دشمن کون ہے اور پھر خط کے زور پر کسی کو نقصان تو نہیں پہنچایا جا سکتا۔ خواہ خط کسی بدروح نے لکھا ہو۔

دروازہ ساجد نقوی نے ہی کھولا تھا۔ "آؤ نوجوان' اندر آ جاؤ۔" اس کے لہجے میں

گرم جوشی تھی۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے اندر لے گیا۔ "میں نے تمہارے مطلوبہ خط تلاش کر لئے ہیں۔ کچھ پیو گے؟"

کاظم نے انکار کر دیا۔ ساجد نے ڈرائنگ روم میں آرام کرسی پر اسے بٹھا دیا پھر وہ جا کر میز سے تین لفافے اٹھا لایا۔ وہ بہت پرانے تھے اور زرد پڑ چکے تھے۔ "مجھے بس یہی تین خط ملے ہیں۔ دیکھ لو۔ کاظم نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس کے سر پر کھڑا رہے۔ لہٰذا اس نے کہا۔ "میں وہ نازنین کا لاکٹ بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ کو زحمت تو ہو گی.........."

"زحمت کی کوئی بات نہیں مگر تم کس لاکٹ کی بات کر رہے ہو؟"

"وہ چاندی کا دل کی شکل والا لاکٹ' جس کے بیچ میں فیروزہ جڑا ہے۔"

ساجد کے اندر جاتے ہی کاظم نے جیب سے رقعہ نکالا اور لفافے سے خط۔ دونوں چیزوں کو گھٹنے پر پھیلاتے ہوئے اس نے دونوں دستخطوں کا موازنہ کیا۔ شبے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ دونون دستخطوں میں سرِ مو فرق نہیں تھا پھر بھی اس نے تینوں خط چیک کئے۔

اتنی دیر میں ساجد نقوی لاکٹ لے کر واپس آ چکا تھا۔ کاظم نے اپنا خط جیب میں رکھ لیا اور تینوں لفافے اس کی طرف بڑھا دیئے۔ اس کے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ گویا اسے دھمکی آمیز خط نازنین کی ماں جمیلہ نے لکھا تھا جو مر چکی تھی۔

"یہ لو لاکٹ۔" ساجد نقوی نے اسے چونکا دیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر لاکٹ لے لیا وہ خوف زدہ تھا کہ لاکٹ اس کا ہاتھ جلا دے گا مگر اس بار ایسا نہیں ہوا۔ لاکٹ بالکل ٹھنڈا تھا اور اس کا لمس اچھا لگ رہا تھا۔ کاظم کو یاد آیا کہ کلاوتی نے اس کے خفیہ کھٹکے کے بارے میں کچھ کہا تھا۔

اس نے ننھا سا ایک لیور دبایا لیکن کچھ نہیں ہوا۔ اس نے سر اٹھا کر ساجد کو دیکھا' جو اس کی طرف متوجہ تھا۔ "ایک گلاس پانی پلا دیں۔"

ساجد کے جانے کے بعد وہ دوبارہ لاکٹ کی طرف متوجہ ہوا۔ لاکٹ پر پیچھے کی طرف دو ابھرے ہوئے نقطے سے تھے۔ اس نے انہیں دبایا۔ ہلکی سی آواز کے ساتھ لاکٹ کھل گیا۔ اندر ایک چھوٹی سی تصویر تھی۔ ایک مسکراتا ہوا چہرہ اسے گھور رہا تھا۔ وہ اس چہرے سے ناآشنا تھا لیکن یقینی طور پر جانتا تھا کہ وہ منظور نظر کا چہرہ ہے۔

"یہ منظور نظر ہے۔ جس کی محبت میں وہ گرفتار ہو گئی تھی۔" ساجد نقوی کی آواز

نے اسے چونکا دیا۔ وہ پانی کا گلاس لئے کھڑا تھا۔ کاظم نے لاکٹ اسے دیتے ہوئے گلاس لے لیا۔

کاظم کو رخصت کرتے وقت ساجد نقوی نے کہا۔ ''کتاب چھپنے کے بعد ایک جلد بھجواؤ گے نا؟''

کاظم کو اب یقین نہیں تھا کہ وہ کتاب مکمل کرنا چاہتا ہے اور کرے گا پھر بھی اس نے ساجد کو یقین دلایا کہ وہ اسے اپنے دستخطوں والی ایک جلد بھجوائے گا۔ اس نے یہ وضاحت نہیں کی کہ وہ کوئی بایوگرافی نہیں ہوگی بلکہ فکشن ہوگا۔

کلاوتی کا گھر راستے میں ہی پڑتا تھا۔ کاظم نے فیصلہ کیا کہ لگے ہاتھوں اس سے بھی مل لیا جائے۔ اس نے گاڑی اس کے ڈرائیو وے میں موڑی۔ اس نے اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ چند لمحے بعد کلاوتی نے دروازہ کھولا اور اسے دیکھ کر حیران نظر آئی پھر وہ مسکرائی

''آؤ...... اندر آجاؤ۔ کسی کی غیر متوقع آمد کی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔''

وہ اس کے ساتھ اندر ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ لان میں نہیں بیٹھے تھے۔ ''میں ساجد نقوی کے گھر آیا تھا۔ سوچا آپ سے بھی مل لوں۔'' کاظم نے کہا۔

''ساجد نقوی کے ہاں کیوں آئے تھے؟''

''مجھے ایک دستخط چیک کرنا تھا۔'' کاظم نے جیب سے موصول شدہ رقعہ نکال کر ا کے سامنے رکھ دیا۔

کلاوتی نے لفافے میں رقعہ نکال کر پڑھا۔ اس کا چہرہ فق ہوگیا۔ ''ہے بھگوان!'' ا کے منہ سے نکلا۔

''اور میں نے چیک کرلیا ہے۔ یہ جمیلہ ہی کے دستخط ہیں۔''

وہ کچھ نہ بولی۔ خاموشی سے کاغذ پر انگلی سے خیالی دائرے بناتی رہی۔

''اس کا کیا مطلب ہے؟'' کاظم نے پوچھا۔

''میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔'' وہ بولی۔ ''یہ تمہیں کب ملا؟''

''آج کی ڈاک سے اور میں یہ بھی بتادوں کہ میں بری طرح خوف زدہ ہوگیا۔ م مطلب ہے، مجھے تو یہ ناممکن ہی لگتا ہے۔''

''ناممکن کیسے۔ یہ تو تمہارے ہاتھ میں موجود ہے۔'' کلاوتی نے خط کی طرف اشا

کر کے کہا۔ ''ایک بات بتاؤ۔ مجھ سے آخری ملاقات کے بعد سے اب تک کیا کچھ ہو چکا ہے؟'' پھر وہ بولی۔ ''میں تمہارے لئے چائے لے آؤں؟''

''جی ہاں مجھے ضرورت بھی محسوس ہو رہی ہے۔''

ذرا دیر بعد وہ چائے کے گھونٹ لیتے ہوئے کلاوتی کو اب تک کی روداد بتا رہا تھا۔ کچھ باتیں اس نے روک بھی لیں۔ اس نے کلاوتی کو اسٹڈی کی ابتری کے بارے میں بتایا۔ اپنے جام نگر کے سفر کی تفصیل سنائی۔ رقعہ ملنے کا احوال سنایا۔

وہ خاموش ہوا تو کلاوتی نے اس کی پیالی میں دوبارہ چائے بھر دی پھر وہ بولی۔ ''اچھا ہم تجزیہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پہلی بات...... ہم جانتے ہیں کہ تم پر سائیکک لیول پر اٹیک کیا گیا تھا۔ دوسری بات...... اب ہم جانتے ہیں کہ حملے میں جمیلہ کا ہاتھ ہے۔ تیسری بات...... اب وہ تم پر مادی حملے بھی کر رہی ہے۔ چوتھی بات...... وہ تم سے شدید نفرت کرتی ہے اور نازنین کی موت کا ذمے دار تمہیں سمجھتی ہے۔''

آخری بات کاظم کے لئے بے حد تکلیف دہ تھی۔ اب وہ سوچ رہا تھا شاید اسی لئے وہ آتش زنی اور موت کے بارے میں کوشش کے باوجود یاد نہیں کرسکا ہے۔ شاید احساسِ جرم نے اس کی اضافی یادداشت کو دھندلا دیا ہے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا یہ جاننے کے بعد وہ زندہ رہ سکے گا کہ نازنین کی موت کا ذمے دار وہ تھا۔

اس نے اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ ''مگر اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟''

''ہمارے سامنے کئی امکانات آتے ہیں۔'' کلاوتی بولی۔ ''یا تو جمیلہ کی روح تمہارے خلاف انتقامی کارروائی کر رہی ہے یا پھر وہ کسی جسم پر قابض ہوگئی ہے۔ میرے خیال میں دوسرا امکان زیادہ قوی ہے۔''

کاظم نے سوچا' اب یہ پورا معاملہ ڈراؤنی کہانی بنتا جا رہا ہے۔ ''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟''

''دیکھو...... روح تم پر سائیکک لیول پر حملہ کرسکتی ہے لیکن روح کے لئے قلم سنبھال کر خط لکھنا اور دستخط کرنا ممکن نہیں' نہ وہ خط پوسٹ کرسکتی ہے۔ نہیں یہ تو انسان کا کام ہے۔ میرے اور تمہارے جیسے کسی انسان کا۔'' وہ آگے کو جھک آئی۔ ''تمہارے ساتھ عجیب واقعات پیش آئے ہیں لیکن عجیب ہونے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ اب یہ روح کا معاملہ نہیں رہا۔''

"کوئی روح کسی انسان کے جسم پر قابض ہو سکتی ہے؟" کاظم کے لہجے میں حیرت تھی۔

"بالکل ہو سکتی ہے لیکن تمہارے معاملے میں ایک امکان اور بھی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تمہاری طرح جمیلہ نے بھی دوسرا جنم لیا ہو اور اسے بھی تمہاری طرح سب کچھ یاد آگیا ہو۔"

"لیکن اس کی غیر معمولی طاقتوں کے سلسلے میں آپ کیا وضاحت کریں گی؟"

"میں جمیلہ سے واقف ہوں۔ وہ بہت مضبوط اور توانا عورت تھی اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ یہ سب کچھ لاشعوری طور پر کر رہی ہو۔"

"سوال یہ ہے کہ میں اپنا دفاع کیسے کروں؟"

"یہ تو میں نہیں بتا سکتی۔ ہمیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ اگلا وار کب اور کیسے کرے گی۔ اب تمہیں اس پر ایک فوقیت حاصل ہے۔ تم جانتے ہو کہ تمہارا مقابلہ کس سے ہے۔"

"ویسے ایک بات ہے۔" کاظم نے پُرخیال لہجے میں کہا۔ "اس کا دوسرا جنم ہو یا وہ کسی انسان پر قابض ہو۔ وہ مجھے ہوش مند نہیں لگتی۔"

"یہ سو فیصد درست ہے۔ کوئی ہوش مند انسان انتقام کے لئے یوں دیوانہ نہیں ہو سکتا لیکن یہ بھی ہے کہ شدید نفرت آدمی کو پاگل کر دیتی ہے اسے کمزور ہرگز نہ سمجھنا۔"

"اچھا کلی اب میں چلتا ہوں۔" کاظم نے اٹھتے ہوئے کہا۔

گھر جاتے ہوئے کاظم خاصا پُراعتماد تھا۔ وہ خود کو یاد دلا رہا تھا کہ یہ بیسویں صدی ہے' اس سائنسی دور میں یہ سب کچھ ممکن نہیں۔ اس نے سگریٹ کا پیکٹ نکالنے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اس کی انگلیاں اسی خط سے ٹکرائیں۔ وہ فوراً ہی سنجیدہ ہوگیا۔ وہ خط اسے اسی بیسویں صدی میں موصول ہوا تھا!

☆========☆========☆

گھر پہنچتے ہی وہ اسٹڈی میں چلا گیا اور کہانی پر کام کرنے لگا۔ تمام معلومات کو وہ نوٹس کی شکل میں یکجا کر رہا تھا پھر اس نے کہانی کو ابواب میں تقسیم کرنے کی منصوبہ بندی شروع کر دی۔ اس نے سوچا تھا کہ تمام معلومات حاصل ہو جانے کے بعد وہ پوری یکسوئی

سے ناول شروع کرے گا۔ ابھی کہانی ابتدائی تیاریوں کے مرحلے میں تھی۔

اسے گھر پہنچے ایک گھنٹا ہوا ہو گا کہ باہر گاڑی رکنے اور آگے بڑھنے کی آوازیں سنائی دی۔ وہ اعصاب کو جھنجھنا دینے والی تیز چیخ تھی۔ وہ تیزی سے اٹھا اور عقبی دروازے کی طرف بھاگا۔ اس نے باہر کی روشنی کا سوئچ آن کیا اور دروازہ کھول دیا۔ اس نے قدم باہر نکالا ہی تھا کہ ہسٹریائی انداز میں چیختی' سسکیاں بھرتی الماس اس سے آلپٹی۔ "اوہ.......... تم موجود ہو' خدا کا شکر ہے.......... خدا کی پناہ۔"

"ہوا کیا ہے؟" کاظم نے پوچھا۔ وہ باہر اندھیرے میں ٹٹولنے والی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ کوئی غیر معمولی بات رُونما ہوئی ہے۔

الماس روئے جا رہی تھی۔ وہ اسے لپٹائے لپٹائے گھر میں لے گیا۔ الماس کا بازو گیلا ہو رہا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ ہٹا کر اسے دیکھا۔ وہ خون تھا۔ "کیا ہوا؟" اس نے پھر پوچھا۔

"جونی نے.......... تمہارے بِلّے نے مجھ پر حملہ کر دیا تھا۔" الماس نے سسکتے ہوئے بتایا۔

کاظم کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ "جونی نے؟"

"ہاں میں آرہی تھی کہ وہ مجھ پر جھپٹ پڑا۔ میرے خدا.......... کیسی خوف ناک بات ہے۔" وہ پھر رونے لگی۔

کاظم اسے تھپکتا' تسلی دیتا رہا۔ "چلو.......... باتھ میں چلو۔"

باتھ روم میں اس نے اس کا جائزہ لیا۔ الماس کے بازو پر تین بڑے کھرونچے تھے۔ چھوٹے کھرونچے بے شمار تھے۔ اس نے پانی میں ڈیٹول ملا کر کھرونچوں کو دھویا پھر دوا لگائی اور پٹی کو ٹیپ سے چپکا دیا۔

الماس آہستہ آہستہ سنبھل گئی مگر کاظم کو شک تھا کہ ابھی وہ شاک کی حالت میں ہے۔ اس کی آنکھیں پھیلی ہوئی اور خالی خالی تھیں۔ وقتاً فوقتاً اس پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ اس نے اسے بیڈ پر لٹایا اور اس پر کمبل ڈال دیا پھر وہ اس کے لئے گلاس میں پانی لے آیا۔ الماس نے اٹھ کر پانی پیا۔

"صبح سب سے پہلے ڈاکٹر کو دکھائیں گے۔" کاظم نے کہا۔ اسے یاد آگیا تھا کہ بِلّیوں میں ریبیز کے جراثیم بھی ہوتے ہیں۔ جونی کے معاملے میں یہ امکان نہیں تھا پھر بھی احتیاط اچھی چیز ہے۔

"خدایا......... میرے ساتھ ایسی خوفناک کبھی نہیں بیتی۔" الماس نے کہا۔ اس کی آواز کی لرزش بڑی حد تک کم ہوگئی تھی۔

"مجھے تفصیل سے بتاؤ۔ کیا ہوا تھا؟" کاظم نے سگریٹ سلگاتے ہوئے پوچھا۔

"میں ٹیکسی سے اتری۔ عقبی راستے سے آرہی تھی۔ تم جانتے ہو کہ وہاں کتنا اندھیرا ہوتا ہے۔ اچانک مجھے غراہٹ سنائی دی۔ وہ اتنی اچانک اور غیر متوقع تھی کہ اسے سن کر ہی میرا دم نکل گیا۔ اسی لمحے جونی جھاڑیوں سے نکلا اور مجھ پر حملہ آور ہوگیا۔ میں نے ہاتھوں سے اسے دھکیلنے کی کوشش کی۔ میں بغیر آستین کی قمیض پہنے ہوئے تھی۔ بس میرے بازوؤں پر قیامت گزر گئی۔" وہ پھر کانپنے لگی، جیسے وہ منظر یاد آگیا ہو۔ "خدا کا شکر ہے کہ میرا چہرہ محفوظ ہے۔"

"تمہیں یقین ہے کہ وہ جونی ہی تھا۔ ہوسکتا ہے کوئی اور بلی ہو۔ جونی ایسا تو نہیں ہے۔"

"میں یقین سے کہہ رہی ہوں۔ میں نے اسے صاف دیکھا تھا۔ کاظم، اس بلّے کو بھگا دو یہاں سے۔ زہر کا انجکشن دے دو اسے۔" الماس کی کیفیت پھر ہسٹریائی ہونے لگی۔

کاظم نے تسلی دینے والے انداز میں اس کا شانہ تھپتھپایا۔ "یہ معاملہ صبح نمٹائیں گے۔ تم اب آرام سے سو جاؤ۔ میں سٹڈی میں جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آکر تمہیں دیکھوں گا۔"

وہ اسٹڈی میں چلا گیا لیکن کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ اس نے ایک اور سگریٹ سلگائی اور جاکر عقبی دروازہ کھولا۔ "جونی......... جونی آؤ کم آن۔" اس نے پچکارا۔

ذرا دیر بعد میاؤں میاؤں سنائی دی پھر جونی دروازے کی طرف آتا دکھائی دیا لیکن پچھلے چند دنوں کی طرح وہ دروازے سے دو گز پیچھے رکا اور وہیں بیٹھ گیا۔

کاظم باہر نکلا اور آہستہ آہستہ بلّے کی طرف بڑھا۔ وہ اس کے حملے کی طرف سے چوکنا تھا لیکن وہ اس تک پہنچ گیا اور کچھ بھی نہیں ہوا۔ وہ کھڑا نظریں جھکائے جونی کو دیکھتا رہا۔

پھر جونی اٹھا اور اس کی پنڈلیوں سے اپنا جسم رگڑتے ہوئے خرخرانے لگا۔ کاظم نے ایک گہری سانس لے کر جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ اس سے پہلے وہ تناؤ کا شکار تھا پھر اس نے جھک کر جونی کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔ جونی کی خرخراہٹ اور بڑھ گئی۔

☆========☆========☆

اس رات کاظم کی ہر کوشش کے باوجود جونی نے گھر میں قدم بھی نہیں رکھا۔ کاظم کو خود بھی اچھی نیند نہیں آئی۔ صبح اس کے اور الماس کے درمیان کھنچاؤ موجود رہا۔ دونوں ہی ہاں یا نہیں میں باتیں کرتے رہے کاظم ابھی تک بلّے کے الماس پر حملے کے سلسلے میں فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔ بلّے کو مارنے کا خیال اس کے لئے تکلیف دہ تھا۔ یہ تو ایسا ہی تھا، جیسے کوئی کسی وفادار قابلِ اعتماد دوست کو قتل کر دے لیکن الماس بہرحال اپنا مطالبہ نہیں بھولی تھی۔ صبح اس نے اسے دہرایا بھی تھا۔

کاظم کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکا تو عقبی باغیچے میں چلا گیا۔ اس نے سوچا، جونی سے باتیں کرے گا اور اس کے بعد کوئی فیصلہ کرے گا۔

وہ جونی کو پچکارتا، آوازیں دیتا رہا لیکن جونی نہیں آیا۔ کاظم ٹہلتا ہوا مکان کے سامنے والے حصے کی طرف چل دیا۔ وہ خاصا دور تھا کہ اسے سامنے والی دیوار کے خاردار تاروں کے جنگلے سے کوئی چیز لٹکی نظر آئی۔ لگتا تھا کسی نے شاپنگ بیگ میں کوڑا بھر کر اچھالا تھا، جو تاروں میں اٹک گیا تھا۔ کچھ قریب ہوا تو اسے احساس ہوا کہ وہ کوڑے کا شاپنگ بیگ نہیں ہے۔ ایک انجانے احساس کے زیر اثر وہ اس طرف بھاگنے لگا۔

پھر اس کے وجود میں دہشت لہریں لینے لگی۔ وہ کچھ اور نہیں، اس کا بلّا جونی تھا!

اس نے کہیں پڑھا تھا کہ بلّیاں ہمیشہ اپنے پنجوں کے بل گرتی ہیں۔ صاف ظاہر تھا کہ جونی نے بھی یہی کوشش کی ہے۔ لوہے کا ایک کانٹا اس کے نرم پیٹ میں اتر گیا تھا۔ ایک اور کانٹا اس کے سینے میں گھسا ہوا تھا۔ خون بہہ بہہ کر نیچے جمع ہوتا رہا تھا اور ایک بڑے دھبے کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

کاظم اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اس کے لئے اس وقت ہلنا بھی ممکن نہیں تھا۔ اس کا دل بگڑ رہا تھا۔ اس بات کا کوئی امکان نہیں تھا کہ جونی خود کانٹوں پر کودا ہو۔ جنگلا پانچ فٹ اونچا تھا۔ یہ طے تھا کہ کسی نے اسے اٹھا کر جنگلے پر پھینکا ہے۔

اس نے اوپر چڑھ کر بلّے کو اتارا۔ حتی الامکان اس نے خود کو خون سے بچانے کی کوشش کی لیکن بلّا تاروں میں بری طرح الجھا ہوا تھا۔ اسے تاروں سے چھڑانا آسان کام نہیں تھا۔ جیسے تیسے وہ اسے چھڑانے اور نیچے اتارنے میں کامیاب ہوگیا۔

کانٹے اتنے اندر گھسے ہوئے تھے کہ ضروری تھا کہ اس کے لئے بے پناہ طاقت

استعمال کی گئی ہوگی۔ کاظم نے بلّے کی لاش کا بغور جائزہ لیا۔ خون غیر معمولی حد تک سیاہ تھا۔ یہ بات نارمل نہیں تھی۔ قریب سے دیکھنے پر ایک اور عجیب بات نظر آئی۔ بلّے کی پوری کھال ہلکی ہلکی جلی ہوئی سی نظر آرہی تھی۔

کاظم کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آرہا تھا۔ وہ بلّے کو اٹھا کر گیراج کے پاس لے گیا۔ وہاں سے پھاوڑا نکال کر اس نے نرم زمین دیکھ کر گڑھا کھودا۔ اس کے اندر عجیب سی برہمی تھی۔ ہاں......... وہ اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ کرنا چاہتا تھا۔ وہ انتقام لینا چاہتا تھا۔ اس شخص سے' جو بلّے کی اس دردناک موت کا ذمے دار تھا لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ کس کی حرکت ہے۔ اس وجہ سے وہ بے بسی محسوس کر رہا تھا۔ گڑھا کھودتے کھودتے وہ پسینے میں نہا گیا پھر اس نے جونی کو گڑھے میں ڈالا اور گڑھے کو مٹی سے پاٹنا شروع کر دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر اس نے پھاوڑا گیراج میں رکھا اور گھر کی طرف چل دیا۔

اس نے اپنے ہاتھوں پر لگی ہوئی مٹی اور خون دھویا' چہرے سے پسینہ پونچھا اور آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔ اس کے چہرے پر سختی تھی اور آنکھوں سے عجیب سی ضد جھانک رہی تھی۔ اپنے عکس کو دیکھ کر اس کا غصہ دوچند ہوگیا۔ وہ حملہ کرنا چاہتا تھا۔ سزا دینا چاہتا تھا لیکن اسے مجرم کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا۔

اسی وقت الماس باتھ روم میں آگئی۔ "کیا کر رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔ "جونی ملا تمہیں؟"

"ہاں!" اس نے تند لہجے میں کہا۔ "اسے دفن کر کے آرہا ہوں۔"

الماس کا ہاتھ بے اختیار اپنے منہ کی طرف گیا۔ "تو تم نے اسے خود مار ڈالا۔ اپنے ہاتھوں سے؟"

"نہیں یہ کام کوئی اور پہلے ہی کر چکا تھا۔"

الماس اس کے چہرے اور لہجے کی سختی سے پریشان ہوگئی۔ اسے اندازہ ہوگیا کہ اس وقت وہ پھٹ پڑنے کے موڈ میں ہے۔ "کیا کہہ رہے ہو کاظم؟" اس نے پوچھا۔

کاظم پلٹا اور اس کے سامنے تن کر کھڑا ہوگیا۔ "مجھے جونی سامنے والی دیوار کے خاردار جنگلے پر لٹکا ہوا ملا تھا۔ کسی نے اسے پوری قوت سے جنگلے پر پھینکا تھا۔"

"کس نے؟"

"یہ مجھے نہیں معلوم لیکن میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔"

"کتنی خوف ناک بات ہے۔" الماس بولی۔ "یہ تو بڑی بے رحمی ہوئی۔"

"تمہیں کیا۔ تم تو ویسے بھی اسے مروانا چاہتی تھیں۔" کاظم کو احساس تھا کہ اسے یہ بات نہیں کہنی چاہئے لیکن اسے اپنا غصہ کہیں نہ کہیں تو اتارنا تھا۔

الماس کا چہرہ تمتما گیا۔ "ہاں لیکن اتنی بے رحمی میرے خواب و خیال میں بھی نہیں تھی اور تم جانتے ہو یہ بات۔"

کاظم نرم پڑ گیا۔ "جانتا ہوں آئی ایم سوری۔"

"چلو جانے دو۔" الماس بھی یک دم بدل گئی۔ اس کا یہ پل پل بدلنا کاظم کو ہمیشہ حیران کر دیتا تھا۔ "مجھے جانا ہے میں پہلے ہی لیٹ ہو چکی ہوں۔ ہاں آج ایاز کی پارٹی میں چلنا ہے۔"

کاظم اسے بتانا چاہتا تھا کہ جونی کتنی دردناک موت مرا ہے۔ وہ پوری تفصیل بیان کرنا چاہتا تھا لیکن جانتا تھا کہ یہ لاحاصل ہے۔ "ہاں پارٹی میں جائیں گے۔" اس نے کہا اور زہریلے انداز میں مسکرایا۔ "وہاں تم خاصی مؤثر پی آر کر سکو گی' کچھ اور اہم لوگوں سے تعلقات بن جائیں گے۔"

الماس نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہاں جو کچھ نظر آیا۔ اس نے اسے خوف زدہ کر دیا۔ اس وقت کاظم سے الجھنا ٹھیک نہیں تھا۔ اس نے نظریں جھکا لیں۔ "اچھا کاظم' میں چلتی ہوں خدا حافظ۔"

اس کے جانے کے بعد کاظم تھکے تھکے انداز میں بستر پر دراز ہوگیا۔ کاش وہ کچھ کر سکتا لیکن وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا سوائے انتظار کے اور یہ انتظار......... پیہم انتظار اس کے اعصاب توڑ رہا تھا۔ وہ ہر بار کسی نئے حملے کا انتظار کرتا اور جب حملہ ہوتا تو تب بھی کچھ نہ کر پاتا۔ اس کے اعصاب شل ہونے لگے تھے۔

☆=========☆=========☆

وہ پورا دن اپنے ناول کے سلسلے میں کام کرتا رہا۔ یہ بھی ایک طرح کا فرار تھا۔ کام کرنا اس کے لئے اس بات کی علامت تھا کہ ابھی اسے اپنی زندگی پر کنٹرول حاصل ہے۔

رات تک وہ ذہنی طور پر اس قابل ہوگیا کہ پارٹی میں جا سکتا تھا۔ کام اس نے بہت نمٹا گیا تھا اور ناول کے دو باب بہت مؤثر انداز میں لکھ ڈالے تھے۔ الماس آئی تو وہ اس

سے بہت محبت سے' والہانہ انداز میں ملا۔ الماس بھی حیران ہوئی۔ الماس اس رات لگ بھی بہت خوب صورت رہی تھی۔

ایاز کے بنگلے تک ڈرائیو کے دوران وہ الماس سے پُرلطف گفتگو کرتا رہا۔ یہ بات الماس کے لئے خوش گوار حیرت کا باعث تھی۔ ایاز نے دروازے پر ان کا خیرمقدم کیا اور کاظم کو گرم جوشی سے لپٹالیا۔ "تم بہت اچھی لگ رہی ہو الماس۔" اس نے کہا پھر کاظم کو غور سے دیکھا تو اس کا منہ بن گیا۔ "کیا بات ہے جوان' تم کہانی پر کچھ زیادہ ہی محنت کر رہے ہو شاید لیکن یہ خیال رکھو کہ اس کے بعد بھی کہانیاں لکھنی ہیں تمہیں۔"

"بھائی میں تو تمہارے ہی لئے محنت کرتا ہوں۔ ورنہ اس عالی شان بنگلے کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔" کاظم نے خوش دلی سے کہا۔

"پیارے.......... میں سونے کا انڈا دینے والی مرغی کو حلال کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ روز انڈا دو سونے کا۔ مجھے اکٹھے سو انڈے نہیں چاہئیں۔" ایاز نے ہنستے ہوئے کہا۔

"وہی کاروباری باتیں.........." الماس نے منہ بنا کر کہا۔

"یہ تو علیک سلیک ہے بی بی۔" ایاز ہنسنے لگا۔ "خیر اب کوئی کاروباری بات نہیں ہوگی۔ بس ایک بات پوچھ لوں کاظم سے۔ کہو بھئی کاظم ناول کیسا جا رہا ہے؟"

"فرسٹ کلاس مگر ریسرچ ابھی تک جاری ہے۔"

پارٹی پورے شباب پر تھی۔ ایک ویٹر نے کاظم اور الماس کو جوس کے گلاس لا کر دیئے۔ پارٹی میں کم از کم چالیس افراد شریک تھے۔ ان میں سے بیشتر ڈرائنگ روم میں موجود تھے۔ ایک چھوٹا سا گروہ باہر لان میں فوارے کے پاس جمع تھا۔

پھر ایاز الماس کو کچھ اہم لوگوں سے ملوانے لے گیا۔ کاظم کچھ دیر اکیلا چکراتا رہا پھر باہر لان میں نکل گیا لیکن وہ ان لوگوں کی طرف نہیں گیا جو فوارے کے پاس جمع تھے۔ وہ ایک سنسان گوشے میں گلاب کی کیاری کے پاس جا بیٹھا۔ دیر تک وہ بیٹھا نازنین اور آشا کے بارے میں سوچتا رہا۔ وہ حیران تھا کہ حالات نے اسے آشا کے بارے میں سوچنے کی مہلت بھی نہیں دی تھی۔

اس کے عقب میں قدموں کی نرم چاپ ابھری پھر جانی پہچانی پرفیوم کا جھونکا اس کے مشامِ جاں کو معطر کر گیا۔ "سچ سچ بتانا تم میرے ہی بارے میں سوچ رہے تھے نا؟"

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ نیلے لباس میں بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔ "تم سے میں جھوٹ بول ہی نہیں سکتا۔" وہ بولا۔ "ہاں میں تمہارے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔"

وہ اس کے برابر میں بیٹھ گئی۔ "عجیب مشکل ہے مجھے لگتا ہے' میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی پھر مجھے اس سوچ پر غصہ آنے لگتا ہے۔"

"غصے کی کیا بات ہے؟ برائی کیا ہے اس میں؟"

"ایک تو پہلے کبھی کسی کے معاملے میں ایسا نہیں ہوا میرے ساتھ پھر یہ کہ تمہیں ٹھیک طرح سے جانتی بھی نہیں ہوں اور میرا یہ حال ہے۔ میری جھنجلاہٹ غلط تو نہیں؟"

"کوئی ایسی غیر معمولی بات بھی نہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ پہلی بار ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں کہ برسوں کی شناسائی ہے۔"

"یہی کچھ تو میرے ساتھ ہو رہا ہے۔" آشا کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی۔ "خیر چھوڑو ان باتوں کو یہ بتاؤ کیسے ہو؟"

"ٹھیک ٹھاک ہوں اور تم کیسی ہو؟"

"میں نے بتا تو دیا۔ اب اور کیا سننا چاہتے ہو۔" وہ دانتوں سے اپنا نچلا ہونٹ کاٹنے لگی۔ "تم نے تو فون بھی نہیں کیا مجھے۔"

"میں کیا کروں۔ میں بھی بڑی الجھن میں ہوں۔" کاظم نے کہا "تم سے محبت کرتا ہوں مگر جس سے وابستہ ہوں۔ اسے بیچ راہ میں چھوڑ بھی نہیں سکتا۔ مزاج ہی ایسا ہے۔ عمر بھر ضمیر پر بوجھ محسوس کروں گا اس کا۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔"

وہ مسکرا دی۔ "الجھن اپنی جگہ' لیکن یہ تو تمہاری خوبی ہے۔ مجھے اچھی لگی۔" اس کے لہجے میں بلا کی محبت تھی۔ "کوئی بات نہیں۔ تم اپنے ضمیر کے فیصلے پر چلو ہماری نیت صاف ہوگی تو راستہ خود بخود آسان ہو جائے گا۔ میری محبت تم پر کوئی شرط عائد نہیں کرے گی۔"

کاظم کو لگا کہ وہ ہلکا پھلکا ہو گیا ہے۔ جیسے دل و دماغ پر سے ہر بوجھ اتر گیا ہو۔ "لیکن میں محبت کرتا رہوں گا۔ مجبور ہوں۔ سوچتا ہوں' یہ الماس کے ساتھ زیادتی ہوگی۔"

"میں نے کہا نا' بے فکر رہو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ بولی۔ "اچھا تم نے اسے میرے متعلق بتایا؟"

"وہ بہت غلط انداز میں سوچ رہی تھی۔ میں نے تردید کردی اور غلط نہیں کی۔ ہم نے کوئی گناہ تو نہیں کیا تھانا۔ البتہ میں نے اسے تمہارا نام نہیں بتایا۔"

"اچھا اب میں چلتی ہوں۔" آشا اٹھ کھڑی ہوئی۔ "میں نہیں چاہتی کہ الماس مجھے دیکھے اور تمہارے لئے مسائل کھڑے ہوں۔"

"ٹھیک ہے آشا' پھر ملیں گے۔"

"یونہی کہہ رہے ہو رسماً؟" وہ جاتے جاتے رک گئی۔

"نہیں تم ہی نے کہا ہے' نیت صاف ہو گی تو راستہ خودبخود آسان ہو جائے گا۔ اب وقت کے فیصلے کا انتظار کرو۔"

"اچھا......... اللہ حافظ۔" یہ کہہ کر وہ پلٹی اور اندر چلی گئی۔

اسے گئے ہوئے چند ہی سیکنڈ ہوئے ہوں گے کہ الماس آگئی۔ کاظم کو شبہ ہوا کہ وہ کچھ فاصلے پر کسی درخت کی اوٹ میں کھڑی ہوئی تھی۔ کب سے؟ اور اس نے اس کی اور آشا کی گفتگو کس حد تک سنی تھی' اس کے بارے میں وہ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا بہرحال اس نے کچھ نہ کچھ ضرور سنا تھا۔ تاہم وہ بولی تو اس کا لہجہ خوش گوار تھا۔ "یہاں اکیلے بیٹھے ہو کھامڑ! چلو لوگوں سے ملو۔ انجوائے کرو۔"

کاظم اٹھ کھڑا ہوا۔ الماس اس کا ہاتھ تھام کر اسے تقریباً گھسیٹتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔ اندر صورتِ حال پہلے سے مختلف تھی۔ پینے والے اب بہکنے لگے تھے۔ کاظم اور الماس ایاز کی طرف چلے گئے' جو کچھ لوگوں سے بات کر رہا تھا۔ "کہاں غائب ہوگئے تم؟" ایاز نے کہا۔ پھر انہیں اپنے ساتھیوں سے متعارف کرایا۔

پارٹی کے لحاظ سے ابھی زیادہ وقت نہیں ہوا تھا؟ لیکن کاظم بے زار ہوگیا تھا۔ ذرا دیر بعد موقع ملا تو اس نے الماس سے سرگوشی میں کہا۔ "کیا خیال ہے گھر چلیں؟"

وہ کاظم کے لئے خوش گوار حیرت کا لمحہ تھا۔ الماس فوراً رضامند ہوگئی۔

گھر جاتے ہوئے کاظم کو پتا چلا کہ الماس کی وہ خوش اخلاقی حقیقی نہیں تھی' مصنوعی تھی اور پارٹی تک کے لئے محدود تھی۔ درحقیقت الماس بے حد غصے میں تھی۔ ابتدا میں تو اس نے بات بھی نہیں کی پھر بالکل اچانک وہ پھٹ پڑی۔ "تم بہت کمینے آدمی ہو۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" کاظم نے بے حد معصومیت سے پوچھا۔

"تم میرا مطلب خوب سمجھتے ہو۔ میں نے اس حرافہ آشا کو دیکھ لیا تھا۔"

"مجھے شبہ تھا اس بات کا۔" کاظم نے بڑے سکون سے کہا۔

"وہ رات تم نے آشا کے ساتھ گزاری تھی؟"

"میں اس رات کے بارے میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ اب تم مزید کچھ نہیں سنو گی مجھ سے۔" کاظم نے سخت لہجے میں کہا۔

الماس نے یوں ہونٹ بھینچ لئے' جیسے زبان بند رکھنے کا تہیہ کر چکی ہو۔

☆=========☆=========☆

وہ خواب بھی پچھلے خوابوں جیسا ہی تھا مگر پھر بھی مختلف تھا۔ عورت موجود تھی لیکن وہ اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس کی کھردری' شیطنت بھری آواز اس سے مخاطب تھی۔

"تم کبھی نازنین کے قابل نہیں تھے۔ تم اس کی خاک کے برابر نہیں اور نہ ہی کبھی ہو سکو گے' کبھی نہیں......... کبھی نہیں........"

درشت لہجے میں لپٹے ہوئے وہ سخت لفظ اس کے دماغ پر ہتھوڑے کی طرح برس رہے تھے۔ ان میں عجیب سی' بے رحم سی قوت تھی۔ وہ جیسے اسے کسی اندھے کنوئیں میں دھکیل رہے تھے۔

پھر اچانک اسے احساس ہوا کہ اب صرف آواز نہیں' کچھ اور بھی ہے۔ ایک عورت بیڈ کے ساتھ کھڑی تھی۔ اس کے سرپر' اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے سر سے اوپر اٹھائے ہوئے تھے اور ان ہاتھوں میں سفید دھار والا' لمبے پھل کا چاقو کا دستہ تھا۔

اس نے سوچا ابھی چند لمحوں میں یہ ہاتھ ایک قوس کی شکل میں حرکت کریں گے اور سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ کاش۔ کاش میں جاگ سکتا لیکن وہ جانتا تھا کہ پچھلے کسی خواب میں بھی وہ کوشش کے باوجود حرکت نہیں کرسکا تھا۔

پھر اچانک اسے احساس ہوا کہ خواب ٹوٹ چکا ہے اور اب وہ سو بھی نہیں رہا ہے۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ دیکھ سکتا تھا کہ چاقو لے کر اس کے سرپر کھڑی ہوئی عورت کوئی اور نہیں' الماس ہے۔ آواز البتہ الماس کی نہیں تھی۔ حالانکہ وہ اس کے ہی منہ سے نکل رہی تھی' جیسے وہ کوئی منتر پڑھ رہی ہو۔ "کبھی نہیں......... کبھی نہیں......... کبھی نہیں۔"

اور چاقو حقیقی تھا' اس نے سوچا اگر یہ میرے جسم میں اترا تو الماس کے زورِ بازو کی وجہ سے اترے گا۔ وہ سحر زدہ سا اسے دیکھتا رہا۔

پھر اسے خیال آیا.......... ارے میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں یہ تو حقیقت ہے۔

الماس کے ہاتھ حرکت میں آئے اور اس کے ساتھ ہی کاظم پھرتی سے کروٹ لے کر بیڈ کے خالی حصے میں پہنچ گیا۔ چادر کو چاک کرکے فوم کے گدے میں چاقو گھسنے کی آواز بے حد واضح اور خوف ناک تھی۔ وہ تیزی سے بیڈ کی دوسری طرف اترا پھر اس نے الماس کو گھوم کر اپنی طرف آتے دیکھا۔ وہ چاقو کو مضبوطی سے اپنے داہنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھی۔

"الماس' یہ کیا کر رہی ہو تم؟" وہ چلایا۔ "دماغ چل گیا ہے تمہارا؟"

لیکن جواب دینے والی آواز الماس کی ہر گز نہیں تھی۔ "کبھی نہیں.......... کبھی نہیں.......... کبھی نہیں.........." اس کی خالی خالی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں۔ جیسے کسی اندھے کی آنکھیں اور چہرہ بے حد پُر سکون تھا۔ اس پر آواز اور لہجے کی نفرت کا ہلکا سا سایہ بھی نہیں تھا۔ اس تضاد نے کاظم کو اور دہشت زدہ کر دیا۔

چاقو سانپ کے پھن کی طرح پھر اس پر لپکا۔ اس نے جھکائی دی اور پیچھے کی طرف ہٹا۔ اس امر میں اب شک کی کوئی گنجائش نہیں تھی کہ الماس اسے قتل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

الماس نے پھر چاقو اس کے پیٹ میں اتارنے کی کوشش کی۔ "الماس!" کاظم خود کو بچاتے ہوئے چلایا لیکن یہ لاحاصل تھا۔ اس کی آواز الماس کی سماعت تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اب پیچھے ہٹنے کی گنجائش بھی نہیں رہی تھی۔ اب وہ بے بس تھا۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا کہ الماس کو آگے آنے دے۔ وہ دل ہی دل میں اپنے فاصلے کے بارے میں اندازے کی درستی کی دعا کر رہا تھا۔

الماس نے پھر چاقو گھمایا۔ کاظم نے اپنے پیٹ پر تیزی سے گھومتے ہوئے چاقو کی ہوا محسوس کی۔ وار کی تیزی کے مطابق الماس کا جسم سائیڈ میں گھوما۔ کاظم نے پوری قوت سے اس کے جبڑے پر گھونسا رسید کیا۔ گھونسے کی آواز کے ساتھ ہی الماس کی آنکھیں دھندلاتی محسوس ہوئیں۔ چاقو اس کے ہاتھ سے چھوٹا' ٹانگیں بے جان ہوئیں اور وہ بہت آہستہ آہستہ فرش پر ڈھیر ہو گئی۔

کاظم آگے بڑھ کر دیکھنا چاہتا تھا کہ الماس کا کیا حال ہے لیکن وہ اس تک نہ جا سکا۔ اس کی ٹانگوں میں جان ہی نہیں رہی تھی۔ اس نے دیوار سے ٹیک لگائی اور پھسلتا

گیا وہ دونوں بے جان گڈے گڑیا کی طرح پڑے تھے۔ گڑیا بے ہوش تھی۔ گڈا ہوش میں تھا مگر بے بس تھا۔

☆==========☆==========☆

کمرا جیسے کسی ڈرامے کا منظر پیش کر رہا تھا۔ ایک طرف نائٹ بلب کی دھیمی روشنی تھی تو دوسرے حصے میں رات کے تاریک سائے تھے۔ باہر کھڑکی کے پاس کوئی اُلو چیخا۔ اس کی آواز کمرے کی دہشت کو اور بڑھا گئی۔

الماس اب بھی یوں ساکت وصامت تھی جیسے مر چکی ہو۔ اس کا چہرہ اس حد تک سفید ہو رہا تھا کہ اس پر کسی مومی مجسّمے کا گمان ہوتا تھا۔ کاظم جب حرکت کرنے کے قابل ہوا تو اس نے جیسے تیسے الماس کو اٹھا کر بستر پر لٹا دیا پھر اس نے اس کی نبض دیکھی۔ نبض نارمل تھی اور اب اس کی سانسیں بھی معمول کے مطابق معلوم ہو رہی تھیں۔ وہ اس کے پاس ہی بیٹھ گیا اور اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ نہ جانے یہ ہوش میں آنے کے بعد کون ہوگی الماس یا جمیلہ بیگم۔

کوئی پانچ منٹ بعد الماس کی پلکوں میں لرزش پیدا ہوئی۔ اس کا ہاتھ بے ساختہ اپنے دکھتے ہوئے جبڑے کی طرف بڑھا جہاں کاظم نے ضرب لگائی تھی۔ وہ کراہی پھر اس نے آنکھیں کھولیں' چند لمحے ان میں خالی پن نظر آیا پھر اس کی نظریں کاظم کے چہرے پر ٹھہر گئیں۔ "کیا ہوا.......... مجھے کیا ہوا ہے؟" اس نے کمزور آواز میں پوچھا کاظم نے سکون کی سانس لی۔ وہ الماس کی نارمل آواز تھی۔ وہ گھبرا رہا تھا کیونکہ اب وہ مزید جنگ کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔

"تم ٹھیک تو ہو؟" اس نے الماس سے پوچھا۔

"کیا ہوا ہے؟" الماس نے پھر پوچھا۔ اس بار آواز میں پہلی جیسی نقاہت نہیں تھی۔ اس نے اپنے مضروب جبڑے کو چھوا اور پھر کراہنے لگی۔ "کاظم یہ میرے جبڑے کو کیا ہوا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"میں نے گھونسا مارا تھا تمہیں۔"

"کیا؟ کیوں مارا تھا؟ کیا ہوا تھا؟" الماس نے کہنیوں کے بل اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی۔ "تم نے مجھے مارا ہے! کیوں؟"

"تم نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔" کاظم نے کہا اور جھک کر فرش پر گرا ہوا چاقو اٹھا کر اسے دکھایا۔ وہ کچن میں استعمال ہونے والا خمیدہ چاقو تھا۔ اس کا پھل کم از کم دس انچ لمبا تھا اور نوک بہت ہی تیز تھی۔ اس نے الماس کو چاقو دکھایا۔ "یہ دیکھو اس چاقو سے تم مجھے قتل کرنا چاہتی تھیں۔"

الماس ہنسنے لگی لیکن دکھتے ہوئے جبڑے کی وجہ سے یہ اس کے لئے اذیت دہ فعل تھا۔ "مذاق کر رہے ہو؟ سچ سچ بتاؤ کیا ہوا ہے؟"

"تم بتاؤ، تمہیں آخری بات کیا یاد ہے؟"

"ہم پارٹی سے واپس آئے تھے اور سونے کے لئے لیٹ گئے تھے لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو اور یہ میرا چہرہ کیوں دُکھ رہا ہے۔"

کاظم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس اسے دیکھتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا، کیا یہ اتنی اچھی اداکارہ ہے؟ لیکن اسے شک تھا کہ وہ اداکاری نہیں کر رہی ہے۔ اسے واقعی کچھ یاد نہیں تھا۔ تو اس کا مطلب کیا ہوا؟ اور اب الماس اس کے بارے میں کیا سوچے گی؟

"کاظم!" الماس نے اسے پکارا۔ پہلی بار اس کے لہجے میں خوف جھلکا تھا۔

"میں تمہیں حقیقت بتا چکا ہوں۔" کاظم نے خشک لہجے میں کہا۔ "تم نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔"

الماس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ہاتھ پھر مضروب جبڑے کی طرف لپکا۔ آواز میں پھر نقاہت در آئی۔ "تم پاگل ہوگئے ہو۔" وہ بولی۔ "تم مجھے کیا ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟"

کاظم نے چاقو کو اپنے ہاتھ میں گھماتے ہوئے بغور دیکھا۔ وہ چاقو کچھ بھی کر سکتا تھا۔ "اس سے اہم بات یہ ہے کہ تم نے میرا کیا حشر کرنے کی کوشش کی ہے۔" وہ بولا۔

☆==========☆==========☆

الماس سے پوچھ گچھ بے سود ثابت ہوئی۔ اُسے بس اتنا یاد تھا کہ وہ سو گئی تھی۔ اس کے بعد بس اسے اتنا معلوم تھا کہ جبڑے کی تکلیف کی وجہ سے اس کی آنکھ کھلی تھی۔

کاظم نے اسے تفصیل سے سب کچھ بتایا لیکن یہ بات گول کر گیا کہ وہ اجنبی آواز میں باتیں کر رہی تھی۔ یہ بتانے کی صورت میں وہ وضاحت چاہتی اور جو کچھ وہ بتاتا، اس پر کبھی یقین نہ کرتی۔ اس کا ذہن تو یہ سب کچھ بھی تسلیم نہیں کر پا رہا تھا۔ آخرکار آئینے میں اپنے متورم جبڑے کی گواہی دیکھنے کے بعد الماس نے بظاہر یہ بات تسلیم کرلی کہ ایسا ہی ہوا ہوگا۔

"مجھے پہلے کبھی سوتے میں چلنے کی بیماری نہیں رہی۔" وہ بولی۔ "لیکن شاید یہی ہوا ہوگا۔"

کاظم نے اس سے اختلاف نہیں کیا۔ اس نے الماس کو ایک خواب آور گولی دی اور یہ مشورہ بھی دیا کہ یادداشت کی اس وقتی گمشدگی کے سلسلے میں صبح ہی ڈاکٹر سے ملے۔ یہ بات تشویش ناک ہے۔ ڈاکٹر ہی بتا سکے گا کہ یہ کوئی جسمانی عارضہ ہے یا نہیں۔

الماس ڈھائی بجے کے قریب دوبارہ سوئی۔ کاظم نے چہل قدمی کا فیصلہ کیا۔ اس کے اعصاب اس بری طرح چیخ رہے تھے کہ سونا ناممکن تھا اور خواب آور گولیاں اس نے کبھی استعمال نہیں کی تھیں۔ وہ گیٹ تک پہنچا تھا کہ اس نے ارادہ بدل دیا۔ شہر کی ویران سڑکیں اس کے مسائل کا حل نہیں تھیں، اس سے بہتر اجنبی لوگوں کی بھیڑ تھی۔

الماس کے جملے نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اس نے یہ بات الماس پر ظاہر نہ ہونے دی تھی لیکن حقیقت یہی تھی۔ اس کے ذہن میں بار بار یہی جملہ گونج رہا تھا کہ الماس نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ یہ جملہ زور سے چیخ کر ادا کرے۔ کسی سنسان سڑک پر ممکن ہے، وہ اس خواہش پر عمل بھی کر بیٹھتا۔ مجمعے میں البتہ یہ ممکن نہیں تھا۔

اس نے گاڑی نکالی اور شہر کے اس حصے کا رخ کیا' جہاں راتیں جاگتی تھیں۔ سن شائن بلے وارڈ پر رات کے تین بجے بھی رونق تھی۔ لوگ سڑک پر چلتے ہوئے بھی نظر آرہے تھے۔ ایک مشکوک سے آدمی نے سرگوشی میں اس سے کہا۔ "بابو جی......... تفریح کرو گے؟ میں تمہیں ہر چیز فراہم کر سکتا ہوں۔"

کاظم نفی میں سر ہلاتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ قریب سے گزرتے ہوئے دو پولیس والوں نے اسے سخت نظروں سے دیکھا۔ وہ جانتے تھے کہ نارمل لوگ رات کے تین بجے سڑکوں پر مارے مارے نہیں پھرتے۔ کاظم ایک ایسے ریسٹورنٹ میں داخل ہوا جو رات بھر کھلا رہتا تھا۔ وہ بوتھ میں جا بیٹھا اور ویٹر کو کافی اور بن مکھن لانے کی ہدایت کی۔ کافی آخری آخری تھی۔ لہٰذا اس کی سوچوں سے زیادہ کڑوی اور اس کے خیالات سے بڑھ کر سیاہ اور مایوس کن تھی۔ وہ بدمزگی سے اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا۔ مکھن لگے بن کو اس نے چھوا بھی نہیں۔

"الماس نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

اب خطرہ خوابوں' رقعوں اور اسٹڈی کی ابتری تک محدود نہیں رہا تھا۔ اب وہ حقیقی خطرہ تھا۔ براہ راست زندگی کے لئے۔ اس میں اب شبے کی کوئی گنجائش نہیں رہی تھی کہ جمیلہ کسی طور الماس کو اپنے مقصد براری کے لئے استعمال کرنے میں کامیاب ہوگئی ہے۔ شاید پارٹی کے بعد الماس کے دل میں کاظم کے لئے عناد نے جمیلہ کے کام کو آسان بنا دیا تھا۔ ممکن ہے اس سلسلے ہپناٹک ترغیب استعمال کی گئی ہو۔ اس نے سوچا صبح فون کر کے کلاوتی کو یہ سب بتائے گا ممکن ہے' وہ کوئی وضاحت کر سکے لیکن کلاوتی کو وہ اس صورت میں فون کر سکتا تھا کہ صبح تک زندہ رہے۔ اگر جمیلہ اس کے خلاف محبت کرنے والی الماس کو استعمال کر سکتی ہے تو اور لوگوں کو استعمال کرنا تو زیادہ آسان ہوگا۔ یہ خیال بہت ہی خوف ناک تھا۔ یعنی اس ریسٹورنٹ میں بھی یہ ممکن ہے کہ کوئی اس کی میز کی طرف آئے' قریب آکر چاقو یا ریوالور نکالے اور نہایت اطمینان سے اسے ختم کر دے۔

خود کو پرسکون رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ اس انداز میں نہ سوچا جائے۔ جمیلہ تو خوش ہوگی کہ وہ اس قدر بوکھلا گیا ہے اور یوں اس کا کام اور آسان ہو جائے گا اور وہ کر بھی کیا سکتا ہے۔ اس نے سوچا صبح تک اس سلسلے میں سوچے گا بھی نہیں۔ بس صبح کلاوتی سے بات کرے گا۔

اچانک اسے احساس ہوا کہ سامنے بیٹھا ہوا ایک شخص اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ اس نے اس شخص کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں جو تاثر تھا وہ اسے پڑھ نہیں سکا۔ وہ شناسائی کی چمک تھی یا امید۔ اس شخص نے یوں نظریں جھکالیں جیسے نظروں کی یہ چوری پکڑے جانے پر اسے شرمندگی ہوئی ہو۔ وہ شخص راتوں کو آوارہ گردی کرنے والا نہیں لگتا تھا لہٰذا رات کے اس پہر ریسٹورنٹ میں اس کی موجودگی عجیب سی لگ رہی تھی۔ یہ سوچتے ہوئے کاظم کو خیال آیا کہ وہ خود بھی ایسا نہیں ہے۔ اس کی ریسٹورنٹ میں موجودگی دوسروں کو عجیب لگ رہی ہوگی۔

کاظم نے اس شخص کو ذہن سے جھٹکا' اب وہ نازنین کی ماں جمیلہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ اس سے اتنی نفرت کیوں کرتی تھی۔ ایسا کیا کیا تھا اس نے؟ کیا واقعی وہ نازنین کی موت کا ذمے دار تھا؟ کیا آگ اس کی وجہ سے لگی تھی؟ اس نے پوری شدت سے آتش زنی کی اس رات کو یاد کرنے کی کوشش کی لیکن اس کے تصور کی اسکرین تاریک ہی رہی۔ مجھے اس زندگی کی آخری بات کون سی یاد ہے؟ اس نے خود سے کہا۔ ہاں نازنین کا جانا۔ اسے رخصت کرنے ائرپورٹ جانا' اس کے ذہن نے جواب دیا۔

ساتھ ہی تصور کی اسکرین روشن ہوگئی۔ فلم سی چل پڑی.........

نازنین نے اسٹوڈیو کی گاڑی میں جانے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ منظور اسے رخصت کرے گا۔ وہ پیاسا ساون کے پیچ ورک کے سلسلے میں احمد نگر جا رہی تھی۔ اس کے بعد فلم مکمل ہو جاتی۔

وہ دونوں ہی گھبرائے ہوئے تھے۔ شادی کے بعد وہ پہلا موقع تھا کہ وہ جدا ہو رہے تھے۔ شادی انہوں نے دوسرے شہر میں جا کر کی تھی۔ اس کے بارے میں کسی کو بتایا بھی نہیں تھا حتیٰ کہ کلاوتی بھی اس شادی سے بے خبر تھی۔ انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ پیاسا ساون کی ریلیز کے بعد اپنی شادی کا اعلان کریں گے۔

وہ اس عرصے میں ایک دوسرے سے بہت قریب ہوگئے تھے۔ منظور نے نازنین کو اپنے گھر اس کی ماں کی آمد کے بارے میں بتا دیا تھا۔ اس کے نتیجے میں وہ اور قریب ہوگئے تھے۔ نازنین پاؤں پٹختی ہوئی ماں کے گھر پہنچی تھی اور اسے تنبیہہ کی تھی کہ آئندہ وہ اس کے معاملات میں کبھی مداخلت نہ کرے۔ واپس آکر اس نے بڑے یقین سے منظور کو بتایا تھا کہ اب جمیلہ بیگم اسے کبھی پریشان نہیں کرے گی۔ منظور نے کچھ نہیں کہا تھا لیکن

اسے یقین تھا کہ وہ اتنی آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ اسے پچھلی ملاقات کے دوران جمیلہ بیگم کے آخری الفاظ یاد تھے۔ ”میں کبھی ہارتی نہیں.........“

نازنین نے روانگی سے پہلے اس کے ساتھ بہت خوش گوار وقت گزارا تھا پھر کھانا کھانے کے بعد وہ ائرپورٹ جانے کے لئے گھر سے نکلے تھے۔ وہ وقت سے کافی پہلے نکلے تھے۔ لہٰذا منظور بہت کم رفتار سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کا بس چلتا تو اس راستے کو کبھی ختم نہ ہونے دیتا۔ وہ ائرپورٹ پہنچے۔ منظور نے اس کے بیگ چیکنگ کے لئے کاؤنٹر میں پہنچائے۔ ابھی فلائٹ میں تقریباً ایک گھنٹا باقی تھا۔ وہ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اِدھر اُدھر پھرتے رہے پھر ریسٹورنٹ میں جا بیٹھے' نازنین بے حد اداس تھی۔ اس کے چہرے پر بہت ہلکا میک اپ تھا اور وہ بہت کم عمر لگ رہی تھی۔ ”میں تمہیں بہت مِس کروں گی۔“ وہ بولی۔

”یہ تو بری بات ہوگی۔“ منظور نے خوشی سے کہا تھا۔ وہ اپنے جذبات چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ”مجھے تمہیں یاد کرنے کا وقت بھی نہیں ملے گا۔“

”کیا مطلب؟“

”تم تو جانتی ہی ہو۔ ہر روز کسی نہ کسی کے ہاں پارٹی ہوتی ہے۔ پارٹیوں میں ایک سے بڑھ کر ایک حسینہ ہوتی ہے۔ جو میرے لئے دیدہ و دل فرشِ راہ کرتی ہے۔ ایسے میں فرصت کہاں نصیب ہوتی ہے۔“

نازنین نے ہاتھ بڑھا کر اس کے رخسار پر چٹکی بھری۔ ”تم.......... بدتمیز جنگلی آدمی۔ میں تمہیں نہیں بدل سکوں گی۔“ اس کے لہجے میں تلخی نہیں' محبت تھی۔

”تو کیا تم مجھے بدلنا چاہتی ہو؟“

”نہیں۔“ نازنین نے جلدی سے کہا۔ ”میں ہرگز ایسا نہیں چاہتی ہوں۔ تم جیسے بھی ہو' میں اسی روپ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔“

”اس کا مطلب ہے کہ تم بہت بدذوق ہو۔“ منظور نے طمانیت سے کہا۔ وہ کچھ دیر یونہی خوش اور بے پروا نظر آنے کی کوشش کرتا رہا مگر پھر اس کا ضبط جواب دے گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ وہ اس کی خوب صورت آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”میں تمہیں اتنا مِس کروں گا کہ جینا مشکل ہو جائے گا۔ جانے میں تم بن کیسے رہوں گا۔ کبھی کبھی تو سوچتا ہوں کہ تم سے ملنے سے پہلے میں کیسے جی لیا۔“

”میں تمہیں ہر رات فون کروں گی۔“

وہ بل ادا کر کے اٹھے اور بھاری قدموں سے بورڈنگ ایریا کی طرف چل دیے۔ بورڈنگ ایریا کے قریب پہنچ کر منظور رک گیا۔ ”سنو میں یہیں سے تمہیں رخصت کروں گا۔ وہاں فلم یونٹ کے تمام لوگ ہوں گے۔ میں تمہیں تماشا بنانا نہیں چاہتا۔ پہنچتے ہی مجھے فون کرنا۔“

نازنین نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ اس کی ستارہ آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔

”جاؤ نازنین اور یاد رکھنا میں تم سے محبت کرتا ہوں۔“

وہ اب بھی نہیں بولی۔ صرف سر ہلا کر رہ گئی۔ بولنے میں ڈر تھا کہ ضبط کا بندھن ٹوٹ جائے گا۔ منظور پلٹا اور تیز قدموں سے واپس چل دیا۔ وہ کوئی بیس گز دور گیا ہوگا کہ نازنین کی آواز نے اسے روک لیا۔ ”منظور!“ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ وہیں کھڑی تھی جہاں وہ اسے چھوڑ کر آیا تھا۔ ”خدا حافظ منظور۔“

منظور نے ہاتھ ہلایا' پلٹا اور چل دیا۔ اس بار اس نے نہ پلٹ کر دیکھا' نہ اس کے قدم رکے۔ اس میں اتنی ہمت ہی نہیں تھی۔

کاظم نے سر جھٹکا۔ اس نے خود کو یہ یقین دلانے کے لئے پلکیں جھپکائیں کہ وہ سن شائن بلے وارڈ کے ریسٹورنٹ میں بیٹھا ہے۔ اس کا دل جدائی کے دکھ سے بوجھل ہو رہا تھا۔ یہ اس کے پاس نازنین کی آخری یاد تھی۔ اب گھر جا کر اسے یہ سب لکھ لینا تھا۔

اس نے سرد آہ بھری' بل دیکھا اور طشتری پر ایک نوٹ رکھ دیا۔ وہ بوتھ سے نکلنے کے لئے اٹھا۔ اسی وقت اس کی نظر سامنے بیٹھے اس شخص پر پڑی' جو کچھ دیر پہلے اسے عجیب نظروں سے دیکھتا رہا تھا۔ اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہ شخص رو رہا ہے۔ وہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں کافی کی پیالی بھرے' فارمیکا کے ٹیبل ٹاپ پر نظریں جمائے بیٹھا' بے آواز رو رہا تھا۔ آنسو بڑی خاموشی سے اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ کاظم سوچتا رہا' اس شخص کو بھی کوئی دکھ ہے۔ تنہائی کا' کسی پیارے کی موت کا یا کسی لمبی جدائی کا۔ شاید اس کی بھی کوئی قیمتی چیز کھو گئی ہے۔

اسے میزوں کے درمیان جس راستے سے گزرنا تھا' وہ شخص وہیں ایک میز پر بیٹھا تھا۔ کاظم اس راستے پر بڑھتے ہوئے خود کو یاد دلاتا رہا۔ مصنوعی روشنیوں کے اس شہر میں ضروری ہے کہ آدمی اپنے کام سے کام رکھے۔ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ نہ

اڑائے۔ وہ چلتا رہا مگر پھر کسی طاقت ور خیال کے زیرِ اثر وہ پلٹا۔ واپس آکر اس نے بڑی نرمی سے اس شخص کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ "سنو دوست، وقت ہر زخم کا مرہم ہے۔ کوئی دکھ ہمیشہ نہیں رہتا۔ اپنی جگہ کسی خوشی کو سونپ کر رخصت ہو جاتا ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

اس شخص نے سر اٹھا کر آنسو بھری آنکھوں سے کاظم کو دیکھا پھر اس نے اپنے کندھے پر رکھے کاظم کے ہاتھ کو تھپتھپایا اور نظریں جھکالیں۔ کاظم باہر نکل آیا۔

کاظم کو اپنا سر بھاری محسوس ہو رہا تھا اور جیسے اس میں سیاہ دھند بھری ہوئی تھی۔ وہ صرف چار گھنٹے کی نیند لے سکا تھا اور وہ بھی بے چین نیند۔ وہ سو کر اٹھا تو الماس جا چکی تھی۔ اس نے رقعہ چھوڑا تھا کہ وہ ڈاکٹر کے پاس جا رہی ہے اور بعد میں فون کر کے اسے صورتِ حال بتائے گی۔

کاظم نے اپنے لئے بے حد اسٹرانگ کافی بنائی اور کافی پینے کے دوران اخبار پڑھتا رہا۔ خبریں ہمیشہ کی طرح مایوس کن تھیں لیکن فلم سیکشن میں ایک مقامی نقاد نے فیصلہ سنا تھا کہ بہترین اوریجنل اسکرین پلے کا آسکر ایوارڈ کاظم سعید کا ہے۔ یہ بات بھی حوصلہ شکن ہی تھی۔ اس لئے کہ اس نقاد کا انتخاب مقامی ایوارڈز کے سلسلے میں پٹتا رہا تھا اور کاظم کو یقین تھا کہ اس نے وہ فلمیں دیکھی بھی نہیں ہوں گی، جو دی ہنٹر کے مقابلے میں بہترین اوریجنل اسکرین پلے کے لئے نامزد ہوئی تھیں۔

اس نے اپنے لئے اور کافی انڈیلی اور اسپورٹس کا صفحہ کھول کر بیٹھ گیا۔ ذرا دیر بعد دماغ میں چھائی ہوئی دھند قدرے چھٹی تو اس نے کلاوتی کو فون کرنے کی کوشش کی۔ فون کلاوتی کی ملازمہ نے ریسیو کیا۔ "شریمتی جی شہر سے باہر گئی ہوئی ہیں۔" اس نے بتایا۔ "کل واپس آئیں گی۔ آپ اپنا نام اور فون نمبر بتا دیں۔"

کاظم نے اپنا نام اور فون نمبر نوٹ کرایا اور چڑچڑے پن سے ریسیور رکھ دیا۔ اس نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی، اس نے ریسیور اٹھایا اور ماؤتھ پیس میں کہا "کاظم سعید اسپیکنگ۔"

"کہو بھئی۔ کیا حال ہے؟" دوسری طرف سے ایاز کی آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ٹھاک ہوں۔ سوری یار۔ رات میں سر کے درد کی وجہ سے پارٹی سے جلد چلا آیا تھا۔"

"کوئی بات نہیں۔ یہ بتاؤ کہانی کی کیا صورتِ حال ہے؟"

"آگے بڑھ رہی ہے مگر سست رفتاری سے۔ میں نے رات بتایا تو تھا تمہیں۔"

"مجھے کہانی کا مختصر سا خاکہ دے سکتے ہو؟ موہن کمار کو دکھانی ہے۔ اسے اس آئیڈیے نے پھڑکا دیا ہے۔"

موہن کمار بڑے پروڈیوسرز میں سے تھا۔ مہنگے بجٹ کی فلمیں بناتا تھا۔ پیسہ بے دریغ خرچ کرتا تھا۔ اس کی فلمیں باکس آفس پر لازماً ہٹ ہوتی تھیں۔ "خاکہ تو میں لکھ دوں گا۔" کاظم نے کچھ سوچنے کے بعد کہا "لیکن یہ اسکرپٹ میں ایک شرط پر دوں گا۔ ہیروئن میری مرضی کی لی جائے گی۔"

"یعنی اب تم الماس کی سیڑھی بننا چاہتے ہو۔"

"ہرگز نہیں۔ الماس کا تو میرے ذہن میں تصور بھی نہیں تھا۔" کاظم نے برا مانتے ہوئے کہا "میں کہانی ڈیمانڈ کی بات کر رہا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے کہ خاکہ پڑھنے کے بعد موہن کمار بلا جھجک تمہاری ہر شرط مان لے گا۔ خاکہ مجھے کب دے سکو گے؟"

"جلد از جلد دے دوں گا۔"

"اس ہفتے میری موہن سے ملاقات طے ہے۔ اس سے پہلے ہی خاکہ تیار کر کے دے دو اور ہاں آج کا اخبار پڑھا تم نے؟"

"ہاں میرا خیال ہے، اس کا انتخاب پھر پٹے گا۔"

ایاز ہنسنے لگا۔ "میرا خیال ہے وہ باہر کا آدمی ہے۔ یہاں کے ایوارڈ کے سلسلے میں غلطی کر جاتا ہے۔ آسکر کے معاملے میں درست ثابت ہوگا۔ ویسے تمہارے امکانات روشن ہیں۔ اسٹرائیکر سے فون پر بات ہوئی تھی۔ اس کا کہنا ہے تم جیت سکتے ہو۔"

"جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ بہرحال دو تین دن میں تمہیں خاکہ پہنچا دوں گا۔"

دوپہر کے وقت الماس نے فون کیا۔ "میں ٹھیک ٹھاک ہوں۔" اس نے اعلان کیا۔

"اچھی بات ہے۔" کاظم نے کہا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ الماس ٹھیک ٹھاک ہرگز نہیں ہے۔ وہ معمول کے طور پر استعمال ہو چکی ہے۔ "ڈاکٹر نے کیا بتایا؟"

"اس نے کچھ ایکس رے لئے۔ ٹیسٹ کئے، کچھ کے رزلٹ کل ملیں گے لیکن ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ میں بالکل صحت مند ہوں۔ میرے جسم میں کہیں کوئی گڑبڑ نہیں۔"

"تو رات کے واقعے کی وضاحت وہ کیسے کرے گا؟"

"اس نے کوئی وضاحت نہیں کی۔ اس نے اسے سوتے میں چلنے کا کیس قرار دیا ہے۔ تاہم اس نے مجھے کھانے پینے کا خاص خیال رکھنے اور آرام کرنے کا مشورہ دیا ہے۔"

"زبردست!"

"میں خوش ہوں۔ ورنہ تم نے تو مجھے پریشان ہی کر دیا تھا۔"

کاظم نے دل میں کہا۔ تم کہاں پریشان ہو۔ پریشان تو تم نے مجھے کر دیا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ وہ کوئی جسمانی عارضہ نہیں اور نہ ہی سوتے میں چلنے کی بیماری ہے۔ الماس تو مطمئن ہوگئی تھی لیکن وہ مطمئن نہیں تھا۔ کیسے ہوتا۔ الماس نے اسے قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور یہ کوئی مذاق نہیں تھا۔

کلاوتی موجود نہیں تھی کہ اس کی مدد کرتی۔ اسے کوئی مشورہ دیتی۔ اچانک اسے سریش اگروال کا خیال آگیا' جس سے وہ اس موضوع پر بات نہیں کرسکا تھا' جس کا خیال تھا کہ اسے اپنے پچھلے جنم کی باتیں یاد آتی ہیں' اس نے سریش کا نمبر ملایا۔

"اچھا کاظم........" دوسری طرف سے سریش کی آواز سنائی دی۔ "اس روز بات ہو ہی نہیں سکی۔ تم کہاں غائب ہوگئے تھے؟"

"بس ایک اہم کام یاد آگیا تھا۔" کاظم نے کہا پھر اسے صورتِ حال بتانے کے بعد پوچھا۔ "تمہارے خیال میں یہ بدروح کے قابض ہو جانے والا معاملہ ہے یا تنویمی ترغیب کا نتیجہ ہے۔"

"بھئی بات یہ ہے کہ ٹرانس والے معاملے میں خواہ دواؤں سے مدد لی گئی ہو' لیکن یہ کام کوئی دوسرا ہی کرتا ہے اور اس میں معمول کی مرضی بھی شامل ہوتی ہے۔ تمہارے معاملے میں یہ ناممکن نظر آتا ہے۔ جہاں تک بدروح کے قابض ہونے کا خیال ہے تو میں اس بات پر یقین نہیں رکھتا۔ میرا خیال ہے کہ انسان خود ہی سب کچھ کرتا ہے مگر اسے اس بات کی خبر نہیں ہوتی اور جو کچھ وہ کرتا ہے اس کا سبب ماضی کی کوئی بات ہوتی ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ ماضی پچھلے جنم سے تعلق رکھتا ہو۔"

"اور وہ جو کچھ کرتا ہے' اسے یاد بھی نہیں ہوتا؟" کاظم نے پوچھا۔

"اس لئے کہ وہ اپنے ان افعال کو قابلِ مذمت خیال کرتا ہے' لہٰذا ان کی ذمے

داری قبول کرنے سے بچنے کے لئے انہیں شعور سے مٹا دیتا ہے۔ میں تمہیں بتاؤں کہ یادداشت کی گمشدگی کوئی مرض نہیں۔ آدمی جو کچھ کرتا ہے وہ اس کی یادداشت پر ریکارڈ ہوتا ہے۔ ہاں' جب آدمی اپنے کئے ہوئے کو قبول کرنے سے سختی سے انکار کرتا ہے تو یادداشت غائب ہو جاتی ہے۔ بھئی آدمی بے ہوش ہوتا ہے' تب بھی اس کی یادداشت کا ٹیپ ریکارڈر کام کرتا رہتا ہے۔ سب کچھ ریکارڈ رہتا ہے۔"

"ہاں میں سمجھ رہا ہوں تمہاری بات۔" کاظم نے کہا۔

"بات سنو کاظم۔" سریش کی آواز دھیمی ہوگئی۔ "میں تمہارے معاملات میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا لیکن شاید تم کسی بڑی مشکل سے دوچار ہو۔ مجھ سے کسی بھی طرح کی مدد درکار ہو تو بے تکلف کہہ دو۔"

کاظم کا جی چاہا کہ سب کچھ سنا کر دل کا بوجھ ہلکا کر دے لیکن کلاوتی کے بعد وہ کسی کو رازدار نہیں بنانا چاہتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ بات پھیلے۔ "نہیں سریش' شکریہ تم نے میری بہت مدد کی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم کسی بھی وقت مجھے فون کر سکتے ہو۔"

ریسیور رکھنے کے بعد کاظم سریش کی باتوں پر غور کرتا رہا۔ وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ سریش غلطی پر ہے۔ اس معاملے میں یا تو کسی طرح' کسی بھی طریقے سے الماس کو ٹرانس میں لیا گیا ہے یا پھر یہ سو فیصد بدروح کے قابض ہونے کا کیس ہے۔ اس کے علاوہ کوئی امکان موجود نہیں۔ یہ بات یقینی ہے ایسے جیسے سورج کا مشرق سے طلوع ہونا یقینی ہے۔ یہ بھی طے ہے کہ الماس کے قاتلانہ حملے کی اصل ذمے دار جمیلہ بیگم ہے۔

اس نے سوچا تھا کہ دو ایک دن تک تو وہ کہانی کے خاکے کے متعلق سوچے گا بھی نہیں لیکن کام کچھ دشوار نہیں تھا۔ آسانی سے ہوگیا۔ ایک گھنٹے میں خاکہ مکمل کرنے کے بعد اکیلا گھر اسے کاٹتا محسوس ہوا۔ چنانچہ وہ خاکہ ایاز کے دفتر پہنچانے کے ارادے سے نکل کھڑا ہوا۔

وہ ایک خوش گوار دن تھا۔ دھوپ میں بھی شدت نہیں تھی۔ ڈرائیو کرنے میں بڑے لطف آرہا تھا۔ چنانچہ اس نے گاڑی کی رفتار کم ہی رکھی تھی۔

وہ ایاز کے دفتر میں داخل ہوا تو ایاز کی سیکریٹری نصرت نے اسے حیرت سے دیکھا "کیا آپ کی ایاز سے ملاقات طے تھی؟"

"نہیں نصرت۔ میں ایاز سے ملنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔" کاظم نے کہا۔ "ویسے کیا وہ مصروف ہے؟"

"جی ہاں لیکن پانچ دس منٹ بعد وہ فارغ ہو جائیں گے۔ کافی پلواؤں آپ کو؟"

کاظم جواب دینے کے بجائے ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور پاؤں پھیلا لئے۔ نصرت اس کے لئے کافی لے آئی۔ "ایاز صاحب نے مجھے آپ کی نئی کہانی کے متعلق بتایا تھا۔" وہ بولی۔ "مجھے آئیڈیا بہت پسند آیا۔ آپ نے مرکزی کردار کی بنیاد نازنین پر رکھی ہے نا؟"

"ہاں!"

"میں نے نازنین کی بس پیاسا ساون دیکھی ہے۔ میرے خیال میں وہ غضب کی اداکارہ تھی۔ اتنی کم عمری میں نہ مرجاتی تو جانے کتنی بلندی تک پہنچتی۔"

"ہاں' اس کی موت بڑا المیہ تھی۔" کاظم نے کہا اور گھڑی میں وقت دیکھا۔

نصرت نے اس کی بے چینی بھانپ لی۔ "میں انٹر کام پر باس کو بتادوں آپ کے بارے میں؟"

"اس کی ضرورت نہیں۔" کاظم اٹھ کھڑا ہوا۔ "تم بس یہ اسے دے دینا۔" اس نے کہانی کا خاکہ نصرت کی طرف بڑھایا۔

"چند منٹ انتظار کرلیں نا۔"

"نہیں بھئی۔ میں ابھی چلتا ہوں پھر ملیں گے۔ خدا حافظ۔"

"خدا حافظ۔"

☆==========☆==========☆

کاظم کو نیند کے تصور سے ہی خوف آرہا تھا اور وجہ وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ یہ بات نہیں کہ وہ دوسرے قاتلانہ حملے سے خوف زدہ ہو۔ کم از کم اس کا اپنا خیال تو یہی تھا۔ الماس گھر آئی تھی مگر آتے ہی ایک نئی فلم کے رشز دیکھنے کے لئے یونیورسل اسٹوڈیو چلی گئی تھی۔ اس نے کوشش کی تھی کہ کاظم کو بھی ساتھ لے جائے لیکن کاظم نے تھکن کا عذر پیش کرتے ہوئے معذرت کرلی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ فلم تیسرے درجے کی ہے۔ مگر یہ بھی سچ تھا کہ وہ تھکن محسوس کر رہا تھا مگر گیارہ بجے کے قریب وہ بستر پر لیٹا تو بس کروٹیں بدلتا رہا۔ آنکھوں میں نیند کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔

تنگ آکر وہ اٹھ بیٹھا اور سلیپر پہن کر کچن میں چلا گیا۔ اس نے فریج کھول کر اس کا

معائنہ کیا پھر اس کا چاکلیٹ پینے کا موڈ بن گیا۔ اس نے پین میں دو پیالی دودھ ڈال کر چولہے پر رکھ دیا اور آنچ اتنی دھیمی کردی کہ دودھ ابل نہ سکے۔ اسی وقت الماس بھی واپس آگئی۔

"میرا خیال تھا کہ تم سو چکے ہوگے۔" الماس نے کچن میں داخل ہوتے ہوئے کہا "کیا ہو رہا ہے؟"

"میں تو سونے کے لئے لیٹ گیا تھا مگر نیند ہی نہیں آئی۔" کاظم بولا۔ "اب میں چاکلیٹ بنا رہا ہوں۔"

"میرے لئے بھی بنا دو۔ میں ذرا کپڑے بدل لوں۔"

"میرے بھی کسی جاننے والے سے ملاقات ہوئی؟" کاظم نے پوچھا۔

"ہاں' ایاز آیا تھا۔ اس نے پیغام دیا ہے تمہارے لئے۔ کہا ہے کہ ٹریٹ منٹ اسے پسند آیا۔ یہ کس ٹریٹ منٹ کی بات ہے؟"

"میں نے کہانی کا خاکہ لکھ کر دیا تھا اسے۔ موہن کمار اس کہانی میں دلچسپی لے رہا ہے۔"

"بہت خوب یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔" الماس نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

کاظم نے پین میں اور دودھ ڈال دیا پھر چاکلیٹ بھی ڈال دی۔ "دیکھو کیا بنتا ہے۔ لوگ دلچسپی تو لیتے رہتے ہیں۔"

"لیکن موہن نے تو ابتدا میں بھی تمہاری ایک کہانی خریدی تھی۔"

"ہاں لیکن اب تک وہ اسکرپٹ سے آگے نہیں بڑھی ہے۔ البتہ اس نے معاوضہ مجھے ادا کر دیا تھا۔"

"تو اور کیا چاہئے تمہیں' تمہارا تو کوئی نقصان نہیں ہوا نا۔"

"تمہیں ایک رول کا معاوضہ دے دیا جائے اور بعد میں وہ رول فلم سے خارج کر دیا جائے تو تمہیں کیسا لگے گا؟" کاظم نے چڑ کر کہا۔

"ہاں' بات تو ٹھیک ہے تم حق بجانب ہو۔"

گفتگو کا رخ الماس کے کیریر کی طرف ہو گیا جیسے کسی خاموش معاہدے کے تحت دونوں ہی گزشتہ رات کے واقعے پر گفتگو سے گریزاں ہوں مگر کاظم اس کے بارے میں نہ چاہتے ہوئے بھی سوچ رہا تھا۔ الماس کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے اور شاید اسے

بھی اتنا ہی شاک لگا تھا' جتنا کاظم کو لگا تھا اور اب شاید وہ اس واقعے کو سرے سے بھول جانا یا اس کی نفی کرنا چاہتی تھی۔ اس کے نزدیک تو اس مسئلے کا کوئی حل ہی نہیں ہوگا۔

کاظم نے دو پیالیوں میں چاکلیٹ انڈیلی اور خود چاکلیٹ کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔ الماس کچھ مضطرب دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی نظریں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں۔ کہیں ٹھہر نہیں رہی تھیں۔ اس کی آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقوں کو میک اپ بھی نہیں چھپا سکا تھا۔ کاظم کو اس پر ترس آنے لگا۔ وہ بے چاری شطرنج کی بساط پر ایک بے بس پیدل کی طرح استعمال کی جا رہی تھی۔

"میں اب سونے کے لئے جا رہا ہوں۔" کاظم نے چاکلیٹ کی پیالی خالی کرتے ہوئے کہا۔

الماس بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے خالی پیالیاں لے جا کر سنک میں رکھ دیں۔ "نیند تو مجھے بھی آ رہی ہے۔" وہ بولی۔ "مگر میں تمہیں خواب آور ڈوز ضرور دوں گی۔"

کاظم اس کا مطلب خوب سمجھتا تھا۔ وہ تھکا ہوا بھی تھا اور بے زار بھی مگر الماس کی خواہش کے آگے وہ مجبور ہو گیا لیکن اپنے اندر کی بے کیفی سے وہ پیچھا نہ چھڑا سکا۔ کچھ الماس بھی نارمل نہیں تھی۔ جذبات سے زیادہ فرسٹریشن کا شکار معلوم ہو رہی تھی۔ بہرحال طوفان گزر گیا اور مطلع صاف ہو گیا۔

کاظم نے بستر پر لیٹے لیٹے سگریٹ سلگائی۔ "کیا سوچ رہے ہو؟" الماس نے پوچھا۔

کاظم کو احساسِ جرم ستانے لگا۔ حقیقت یہ تھی کہ وہ نازنین کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ "کچھ بھی نہیں۔" اس نے ندامت سے کہا۔

طمانیت اور سحر سے محروم سہی' لیکن الماس کی دی ہوئی خواب آور "دوا" مؤثر بہرحال رہی اس بار اسے پتا بھی نہیں چلا اور وہ سو گیا لیکن جلد ہی اسے معلوم ہو گیا کہ وہ الماس کی قربت سے بچنے کی کوشش کیوں کر رہا تھا۔ کم از کم اسے تو ایسا ہی لگا کہ اس کی آنکھیں بند ہوتے ہی وہ نمودار ہو گئی تھی۔

اسے کلاوتی کی نصیحت یاد آئی۔ اس نے خود کو یاد دلایا کہ بیڈ کی سائیڈ میں اس کے پاس کھڑی عورت نازنین کی ماں جمیلہ بیگم ہے اور یہ کہ اسے خوف زدہ نہیں ہونا چاہئے۔ وہ یہ جانتا ہے کہ وہ کون ہے اور کیا کرنا چاہتی ہے لیکن کلاوتی کی نصیحت اس کے زیادہ کام نہیں آئی۔ وہ اب بھی ہر قوت سے محروم تھا۔ وہ اپنی آنکھیں کھولنے پر بھی قادر نہیں

تھا۔ وہ آٹے کی بوری کی طرح ساکت و صامت پڑا اس کی نفرت انگیز آواز سننے پر مجبور تھا۔

"یہ معلوم کر کے آدمی کیسا محسوس کرتا ہے کہ وہ مرنے والا ہے۔" وہ زہریلے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ "میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ میں ہارنے والی نہیں۔ کبھی نہیں ہاروں گی میں۔"

کاظم نے کوشش کی کہ وہ کسی طرح بیدار ہو جائے۔ اس کی آنکھیں کھل جائیں.......... وہ اٹھ جائے مگر اس کے اختیار میں تو انگلی ہلانا بھی نہیں تھا۔ وہ کچھ بھی نہ کر سکا۔

وہ بڑی بے رحمی سے ہنسی۔ غیر انسانی سی ہنسی۔ "کہو کیسا محسوس کر رہے ہو؟" اس نے سرگوشی میں کہا اور بیڈ سے اور نزدیک ہو گئی۔ "میں نے تمہیں خبردار کیا تھا مگر تم نے کوئی اہمیت نہیں دی۔ تم تو خود کو بہت زیادہ عقل مند سمجھتے تھے۔ میں نے تمہیں بہت تیتی موقع دیا تھا مگر تم تو سدا کے بے وقوف ہو اور اب تمہیں سزا ملے گی۔ تم نے مجھے اور نازنین کو تباہ کیا تھا۔ اب اس کی سزا بھگتو گے۔"

"میں نے کیا کیا تھا"۔ کاظم چیخ کر پوچھنا چاہتا تھا۔ "میں نے کیسے تباہ کیا نازنین کو۔ مجھے بتاؤ؟" لیکن اس کے حلق سے آواز ہی نہیں نکلی۔

"نازنین کو سب کچھ مل چکا تھا۔" وہ کہتی رہی۔ "ہمارا ہر خواب پورا ہو چکا تھا۔ وہ سب کچھ ہمیں مل چکا تھا۔ جس کے حصول کے لئے میں نے سخت محنت کی ذلتیں سہیں۔ اپنی زندگی کے قیمتی برس گنوائے۔ تم نے تو یہ سب کچھ سوچا بھی نہیں ہوگا۔ میں نے تو پہلی نظر میں بھانپ لیا تھا کہ تم بالکل میرے شوہر کی طرح ہو۔ خود غرض' غیر ذمے دار' کمزور' نااہل' سبھی مرد ایسے ہوتے ہیں۔ تم نازنین کو برباد کر دینا چاہتے تھے۔ سب کچھ تباہ کرنا چاہتے تھے لیکن میں تمہیں ایسا کیسے کرنے دیتی۔" اس نے کچھ توقف کیا اور پھر بولی۔ "اور جب تمہیں احساس ہوا کہ میں جیت جاؤں گی اور تم نازنین کو ہار جاؤ گے تو تم نے اسے ختم کر دیا۔ ہم سب کو ختم کر دیا۔" یہ کہہ کر اس نے ہاتھ اٹھایا اور اپنے چہرے سے نقاب الگ کر دی۔ "دیکھو ذرا' تم نے کیا حشر کیا تھا۔"

کاظم چیخنا چاہتا تھا لیکن اس کے لئے یہ بھی ممکن نہیں تھا۔ اس نے بالوں سے محروم اس سر کو' اس جلے ہوئے چہرے کو دیکھا۔ وہ فرط دہشت سے چیخنا چاہتا تھا لیکن اس

میں لب کھولنے کی طاقت بھی نہیں تھی۔ اس نے پہچان لیا۔ وہ جمیلہ بیگم کا چہرہ تھا اور وہ شاید اُس وقت کا چہرہ تھا' اُس وقت کا تاثر تھا جب وہ آگ کے شعلوں میں گھری ہوئی تھی۔ جب شعلے اسے چاٹ رہے تھے۔ اس کی آنکھوں کے خالی حلقے سیاہ سوراخوں کی طرح تھے۔ اس کا منہ خالی ٹیوب کی طرح تھا اور نتھنے پگھلے ہوئے گوشت نے بند کر دیے تھے' جیسے پگھلے ہوئے لاکھ سے سِیل لگا دی گئی ہو۔

اپنے جسم میں مقید اس منظر سے دہشت زدہ کاظم کے نزدیک اس وقت زندگی کی قیمت پر چیخنا بھی مہنگا سودا نہیں تھا لیکن اچانک اس نے سوچا پھر کوشش کرنی چاہیے ممکن ہے' اس بار میں چیخ سکوں اور وہ جانتا تھا کہ ایک چیخ اس تمام طلسم کو توڑ سکتی ہے۔

جمیلہ کا چہرہ اب اس کے چہرے سے بمشکل چند انچ کے فاصلے پر معلوم ہو رہا تھا اور اسے جلتے ہوئے گوشت کی بدبو اپنی سانسوں میں اترتی محسوس ہو رہی تھی۔ ساتھ ہی یہ احساس بھی ہو رہا تھا کہ دھوئیں سے اس کا دم گھُٹ رہا ہے اور آگ جیسی گرمی بڑھتی جا رہی ہے۔

''اب تمہیں اپنے کیے کی سزا بھگتنی ہے۔'' جمیلہ غرائی۔ ''خدا کی قسم' اب تم سزا سے نہیں بچ سکتے۔'' پھر اچانک ہی وہ جیسے نمودار ہوئی تھی ویسے ہی غائب بھی ہو گئی۔

لیکن کہیں نہ کہیں کوئی گڑ بڑ ضرور تھی۔ دھوئیں کی بُو اور جلتے ہوئے گوشت کی چراند اب بھی موجود تھی۔ گرمی کا احساس بھی بدستور تھا۔ بلکہ اب تو لپکتے ہوئے شعلوں کی آواز بھی سماعت سے ٹکرا رہی تھی۔

کاظم کو اچانک ہی یہ خوف ناک احساس ہوا کہ وہ سب کچھ حقیقی ہے۔ وہ آگ کا خواب نہیں تھا' حقیقی آگ تھی۔ اس نے اپنی پوری قوتِ ارادی جاگ جانے کی خواہش پر مرکوز کر دی۔ اگرچہ وہ اپنا ہاتھ اٹھا کر اپنے چہرے یا جسم کو نہیں چھو سکتا تھا مگر پھر بھی وہ جانتا تھا کہ اس کا جسم پسینے میں نہا رہا ہے۔ گرمی کی شدت میں تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا۔ شعلوں کی بڑبڑاہٹ اب ایک مہیب دہاڑ میں تبدیل ہو گئی تھی۔

اچانک اسے الماس کا خیال آیا...... الماس کا کیا ہو گا؟ ہاتھ کو حرکت دو اور اسے جھنجھوڑ کر جگا دو۔ اس نے خود کو ہدایت دی۔ دماغ کے ذریعے اعضا کو حکم دیا۔ جسم کے عضلات کو ہدایت دو...... ارتکاز کرو لیکن لگ رہا تھا کہ جسم کا نظام شارٹ سرکٹ ہو گیا ہے۔ دماغ جیسے فیوز ہو گیا ہے۔

یہ خالص میکانکی معاملہ ہے۔ اس نے خود سے کہا اور تم ایسا کر سکتے ہو۔ کوشش کرو...... کوشش کرو......

اس نے کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ اندر سے کوئی کہہ رہا تھا۔ مجھے صرف نیند کی ضرورت ہے۔ نیند کی۔ صبح جب میں جاگوں گا تو اس ڈراؤنے خواب کا مذاق اُڑاؤں گا۔ یہ دھوئیں کی بُو' گوشت کی چراند' یہ گرمی...... سب کچھ ختم ہو جائے گا اور صبح اٹھ کر میں مذاق اُڑاؤں گا اس خواب کا۔

وہ سو گیا۔

اچانک اسے سائرن کی آواز سنائی دی۔ اس کی نیند کا طلسم ٹوٹ گیا۔ دور...... بہت دور سے سائرن کی واضح آواز سنائی دے رہی تھی اور قریب آتے ہوئے وہ آواز بڑھتی جا رہی تھی۔

اس نے آنکھیں کھولیں اور بستر پر اٹھ بیٹھا۔ وہ پوری طرح بیدار تھا۔

کمرا دھوئیں سے بھرا ہوا تھا۔ سامنے والی دیوار جیسے دہک رہی تھی۔ گرمی ناقابلِ برداشت ہو رہی تھی۔ دھواں اس کے حلق میں گھسا اور وہ بری طرح کھانسنے لگا۔

الماس! وہ کمرے میں موجود نہیں تھی۔ وہ باتھ روم کی طرف لپکا کہ شاید الماس وہاں ہو لیکن وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ اس نے ایک تولیا پانی میں بھگویا اور اپنے منہ پر رکھ لیا۔ اس کی نظر ایک لمحے کے لئے آئینے پر رکی۔ اس نے اپنے عکس کو دیکھا' جس کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں۔

ہال کی طرف کھلنے والا دروازہ شعلوں میں گھرا ہوا تھا۔ درحقیقت وہ پوری دیوار ہی جل رہی تھی۔ جہنم کے اس طرف سے اسے لوگوں کے چلّانے کی آوازیں سنائی دیں۔ مگر اس کا وہاں پہنچنا ناممکن تھا۔ شعلے رینگتے ہوئے کھڑکیوں کی طرف بڑھ رہے تھے مگر آگ وہاں بہرحال ہلکی تھی۔

خوش قسمتی سے وہ اس وقت حاضر دماغی کی کیفیت میں تھا۔ اس نے بستر سے کمبل اٹھا کر اسے اپنے جسم کے گرد لپیٹا پھر اس نے قریب ترین کھڑکی کی طرف بھاگنا شروع کیا۔ کھڑکی سے چار فٹ پیچھے اس نے اپنے جسم کو ہوا میں اچھالا۔ اس نے خود کو آخری ممکن حد تک گیند کی طرح گول مول بنانے کی کوشش کی تھی۔

اس کا جسم کھڑکی کے فریم اور شیشے سے ٹکرایا۔ لکڑی چٹخی' شیشہ ٹوٹا...... اور وہ

باہر جا گرا۔ تازہ ہوا نے چھوا تو اس کا منہ اس مچھلی کی طرح کھل گیا جو پانی سے باہر نکال لی گئی ہو۔ اس کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔ اس کے نزدیک یہ ایک معجزہ تھا کہ وہ زندہ تھا۔

وہ اٹھ کر مکان کے پچھواڑے سے گھوم کر بھاگا۔ اس نے اب بھی کمبل جسم سے لپیٹا ہوا تھا۔ وہ سامنے والے حصے میں پہنچا تو اسے فائر بریگیڈ کی گاڑی نظر آئی۔ فائرمین گاڑی سے پائپ نکال کر اسے پھیلا رہے تھے۔ ہیلمٹ لگائے ہوئے ایک دراز قد شخص چیخ چیخ کر فائرمینوں کو ہدایت دے رہا تھا۔ کاظم نے اسے کندھوں سے تھام کر جھنجھوڑ ڈالا۔

"میری منگیتر.......... شاید وہ اب بھی اندر ہی ہے۔" اس نے ہذیانی لہجے میں کہا۔

فائر چیف نے غور سے اسے دیکھا۔ "یہ مکان آپ کا ہے؟"

"جی ہاں۔ لیکن میری منگیتر.........."

"وہ تو نہیں ہے۔" فائر چیف نے لان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ کاظم نے اشارے کی سمت دیکھا۔ وہاں اسے سفید سا بنڈل پڑا نظر آیا۔ کاظم اس کی طرف لپکا۔ وہ الماس ہی تھی۔ لگتا تھا' وہ بے ہوش ہے۔ اس کے چہرے پر پیلاہٹ تھی۔ وہ اکھڑی اکھڑی سانسیں لے رہی تھی۔

"کیا یہی ہے آپ کی منگیتر؟" فائر چیف نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ خدا کا شکر ہے۔"

"اندر اور لوگ بھی ہیں؟"

"جی نہیں' گھر میں بس ہم دونوں ہی تھے۔"

فائر چیف اپنے ماتحتوں کی طرف دوڑا اور ہدایات کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔ چند سیکنڈ بعد ایک فائرمین سبز رنگ کا چھوٹا سا بکس لئے ان کی طرف آیا۔ اس نے بکس الماس کے قریب رکھ دیا پھر اس نے الماس کو چیک کیا اور بولا۔ "صرف خوف سے بے ہوش ہو گئی ہیں یہ۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔" پھر اس نے بکس کھول کر اس سے آکسیجن ماسک نکالا اور الماس کے منہ اور ناک پر لگا دیا۔ کوئی ایک منٹ بعد الماس کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔ اس کی پلکیں پھڑپھڑائیں اور آخر کار اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھوں سے نقاہت جھلک رہی تھی۔ اس کی نگاہیں کاظم پر مرکوز تھیں۔

فائرمین نے آکسیجن ماسک ہٹا لیا۔ "انہیں دوا کی ضرورت نہیں۔" وہ بولا۔ "کھلی

ہوا میں سانس لیں گی تو ٹھیک ہو جائیں گی۔"

"کاظم ہوا کیا ہے؟ بتاؤ نا' کیا ہوا ہے؟" الماس نے ہسٹریائی لہجے میں پوچھا۔ اس نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی مگر فائرمین نے اس کے کندھوں پر دباؤ ڈال کر اسے پھر لٹا دیا "پلیز آپ چند منٹ آرام سے لیٹی رہیں۔ سب ٹھیک ہے۔" اس نے کہا پھر وہ کاظم سے مخاطب ہوا۔ "انہیں کچھ دیر آرام کی ضرورت ہے۔ خیال رکھیے گا۔" یہ کہہ کر اس نے ماسک باکس میں رکھا اور باکس لے کر فائر انجن کی طرف چلا گیا۔

"تم یہاں تک کیسے پہنچیں؟" اس کے جانے کے بعد کاظم نے الماس سے پوچھا۔

الماس نے ہاتھ اٹھا کر اپنے چہرے کو چھوا۔ اس کے انداز میں بڑی بے یقینی تھی "م.......... مجھے کچھ نہیں معلوم۔" وہ بولی۔ "تم بتاؤ۔ میں یہاں کیوں ہوں۔ کیسے آئی؟" اس نے مضبوطی سے کاظم کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "میں تمہارے ساتھ ہی سونے کے لئے لیٹی تھی۔"

"میں تمہیں باہر نہیں لایا۔" کاظم نے کہا۔ "تم مجھے یہیں پڑی ملی تھیں۔" اس نے جلتے ہوئے مکان کی طرف دیکھا۔ آگ کا مرکز اس کا بیڈ روم ہی لگ رہا تھا مگر آگ اب پھیل رہی تھی۔ یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ فائر بریگیڈ والے مکان کو کس حد تک بچا سکیں گے۔ اس کی سمجھ میں یہ بھی نہیں آ رہا تھا کہ فائر بریگیڈ والے اتنی جلدی آ کیسے گئے۔

الماس اب بچوں کی طرح رو رہی تھی۔ کاظم نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور دلاسا دینے لگا۔ "تم بالکل ٹھیک ہو۔ فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

نارنجی شعلوں کی غراہٹوں کے درمیان جلتی ہوئی لکڑیوں کے چٹخنے کی آوازیں بے حد نمایاں تھیں۔ فائر بریگیڈ والے اب آگ بجھانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن کاظم کو کوئی پروا نہیں تھی۔ اس کے نزدیک سب سے اہم بات یہ تھی کہ وہ زندہ تھا.......... الماس بھی زندہ تھی۔ اس نے شیطانی بڑھیا کو شکست دے دی تھی۔

پھر اچانک اس کا تصور جیسے جاگ اٹھا۔ وہ اس کا زورِ تخیل تھا یا پچھلی یادداشت متحرک ہو گئی تھی' اسے اس بات کی کوئی پروا نہیں تھی' بس اتنا کافی تھا کہ کہانی تکمیل کی طرف بڑھ رہی ہے۔ نازنین کی کہانی اختتام کو پہنچ رہی تھی اور اس نے جان لیا کہ جس آتش زنی نے نازنین' اس کی ماں اور منظور نظر کو جلاتا تھا حادثہ نہیں تھا آگ دانستہ لگائی گئی تھی۔ وہ کھلی آنکھوں سے نازنین کی زندگی کا آخری باب دیکھتا رہا..........

نازنین پیاسا ساون کے پیچ ورک کے لئے کیا گئی کہ اس کی زندگی کو ویران کر گئی۔ زندگی اسے ایک مہیب خلا محسوس ہو رہی تھی۔ بے معنی اور غیر اہم اور وہ بے سوچے سمجھے تحرک سے زندگی کے اس خلا کو بھرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ فون پر نازنین سے روز بات ہوتی تھی لیکن صرف آواز سے کہاں تسلی ہوتی ہے۔ دونوں ہی پیاسے تھے اور دونوں ہی فون پر مصنوعی خوش دلی کا مظاہرہ کرکے ایک دوسرے کو بہلانے کی کوشش کرتے تھے لیکن ریسیور رکھتے ہی منظور کو احساس ہوتا تھا کہ خلا کچھ اور گہرا اور مہیب تر ہو گیا ہے۔

ناول کا معاملہ تقریباً چوپٹ ہو چکا تھا۔ وہ لکھنے کے ارادے سے بیٹھتا تو کھلا قلم ہاتھ میں لئے کھڑکی سے باہر یوں تکتا رہتا' جیسے امید ہو کہ کسی بھی لمحے نازنین کا چہرہ نظر آجائے گا اور جب ایسا نہ ہوتا تو بے مقصد اِدھر اُدھر ٹہلتا اور خود کو یقین دلاتا کہ وہ ناول کے ٹریٹ منٹ کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ حالانکہ وہ صرف یہ سوچ رہا ہوتا تھا کہ آخر کوئی کسی کو کس حد تک مِس کر سکتا ہے۔ تیسرے دن اس کے پاس نازنین کے لئے ایک خبر تھی۔ اس رات نازنین نے اسے فون کیا تو اس نے کہا۔ ”تمہاری امی باز نہیں آئی ہیں۔“

”کیا مطلب؟ کیا ہوا؟“

”کل رات میں گھر واپس آیا تو ایک شخص گھر کی تلاشی لے رہا تھا۔ میں نے اس کی تھوڑی سی پٹائی کی تو اس نے اگل دیا کہ کسی نے اس کی خدمات معاوضے پر حاصل کی تھیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ تمہاری امی کو ایک حلیف مل گیا ہے۔“

”کون؟“

”تمہارا باس........ گردھاری لال۔ اسٹوڈیو اونر۔“

”اوہ........ میرے خدا۔“

”اور صبح میں نے گردھاری سے فون پر بات کی۔“

”پھر؟“

”گردھاری نے کہا........ ہاں' میں نے ہی بھیجا تھا اسے۔ میں اپنے اسٹارز کو اسکینڈل سے بچانے کو اپنے ذمے داری سمجھتا ہوں۔ پھر اس نے مجھے سمجھایا کہ تم مجھ سے دس سال چھوٹی ہو۔ یہ شادی مناسب نہیں رہے گی۔ یہ بات اس نے بغیر لفظوں کے کہہ دی کہ اس شادی کے نتائج بہت خراب ہو سکتے ہیں اور ان کا ذمے دار میں ہوں گا۔ میں

اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ مقدمہ تمہاری امی گردھاری کی عدالت میں لے گئی ہیں۔ انہوں نے گردھاری کو یہ بھی بتایا ہے کہ شادی کے بعد تم فلموں میں کام نہیں کرو گی اور گردھاری کے لئے یہ خبر تشویش ناک تھی۔ کوئی اور معاملہ ہوتا تو وہ اس میں ہرگز ٹانگ اڑاتا۔“

”تم نے کیا جواب دیا اسے؟“ دوسری طرف سے نازنین نے پوچھا۔

”میں نے کہا۔ گردھاری لال' تم نے تو خود اپنی بیٹی سے بھی چھوٹی لڑکی سے شادی کی ہے اور وہ بھی ساٹھ سال کی عمر میں۔“

”یہ عقل مندی تو نہیں منجو۔ وہ تمہارے لئے مشکلات کھڑی کر سکتا ہے۔“

”اس نے بھی یہی کہا تھا۔“ منظور بولا۔ ”میں نے کہا' جہنم میں جاؤ۔ میری اہمیت' میری صلاحیت اور کارکردگی کی بدولت ہے۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔“

”تم جانتے ہو منجو' یہاں ایک سے بڑھ کر ایک باصلاحیت آدمی رلتا پھرتا ہے۔ یہ فلمی دنیا........“

”جانتا ہوں لیکن تم فکر نہ کرو۔ گردھاری کا دماغ جلد ہی ٹھنڈا ہو جائے گا۔ ویسے میری جگہ ہوتیں تو کیا کرتیں؟“

”میں اسے مختلف انداز میں ہینڈل کرتی۔“ نازنین نے کچھ توقف کیا۔ ”میں بیٹی کے لئے اس کی نواسی کا حوالہ دیتی۔“

منظور ہنسنے لگا۔

اگلی صبح جمیلہ بیگم نے منظور کو فون کیا۔ ”منظور........ تم نے بڑی حماقت کی........“

”آپ نے صرف یہ بتانے کے لئے فون کیا ہے؟“ منظور نے خشک لہجے میں پوچھا۔

”اب گردھاری لال تمہیں تباہ و برباد کر دے گا۔“ جمیلہ کی آواز میں بلا کی طمانیت تھی۔ ”اور وہ اکیلا نہیں۔ میں اور بھی بہت لوگوں سے بات کر سکتی ہوں اس سلسلے میں۔“

”اپنی بیٹی سے بھی بات کی آپ نے؟“

”وہ ہوش و حواس میں ہے ہی کب۔ تم بتاؤ۔ تم دست بردار ہو رہے ہو یا نہیں؟“

”اب کیا دست بردار ہوں گا۔“ منظور نے کہا اور پھر دھماکا کیا۔ ”آپ کی اطلاع کے

لئے عرض ہے کہ میں نازنین سے باقاعدہ شادی کر چکا ہوں۔ اب آپ کی اس احمقانہ جارحیت کے نتیجے میں ہمیں اپنی شادی کا اعلان وقت سے پہلے کرنا پڑے گا۔"

دوسری طرف چند لمحے سناٹا رہا پھر جمیلہ بیگم بھرائی ہوئی آواز ابھری۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو اور اب میں تمہیں اتنا موقع نہیں دوں گی کہ تم اس جھوٹ کو سچ ثابت کر سکو۔ میں تمہیں آخری بار سمجھا رہی ہوں کہ نازنین کا خیال دل سے نکال دو۔ ورنہ اب جو کچھ ہوگا اس کی ذمے داری مجھ پر نہیں، تم پر ہوگی۔"

منظور نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ اس کی قوتِ برداشت جواب دے رہی تھی اور وہ نازنین کی ماں سے بدتمیزی بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اب وہ کھڑا غصے سے لرز رہا تھا۔ وہ نازنین کی خاطر سب سے لڑنے کو تیار تھا اور اسے یقین تھا کہ اس کے اور نازنین کے درمیان کوئی نہیں آسکے گا۔

اس رات نازنین نے معمول کے مطابق فون کیا تو منظور نے اسے سب کچھ بتایا۔

"میں ابھی فون پر امی سے بات کرتی ہوں کہ وہ باز آجائیں۔" نازنین نے کہا۔

"سب بے کار ہے۔ کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ تمہاری امی میری نفرت میں اندھی ہوگئی ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ میری محبت کے جادو نے تمہیں عقل و خرد سے بیگانہ کر دیا ہے۔ تم ان کی اس سوچ کو کسی بھی طرح تبدیل نہیں کرسکتیں۔ وہ معقولیت کی حدود سے گزر چکی ہیں۔ تمہاری خاموشی ہی بہتر ہے۔ بس تم اتنا کرو کہ وہ فون کریں تو فون ریسیو ہی نہ کرو۔ اس طرح ممکن ہے ان کی سمجھ میں آجائے کہ اب کچھ نہیں ہوسکتا۔"

نازنین نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔ "ٹھیک ہے منجو، میں ایسا ہی کروں گی۔"

اگلے روز نازنین نے فون پر ہیجانی لہجے میں اسے بتایا کہ کام توقع سے پہلے ختم ہوگیا ہے اور وہ شیڈول سے دو دن پہلے واپس آرہی ہے۔ "کچھ ری ٹیکس رہ گئے ہیں۔ وہ کل صبح مکمل ہوجائیں گے۔" وہ بولی میں۔ "میں شام کو واپس آرہی ہوں۔"

"میں تمہیں ائرپورٹ پر ریسیو کروں گا۔" منظور نے خوش ہو کر کہا۔

فلائٹ معمول کے مطابق لیٹ تھی۔ منظور بار بار بے تابی سے اپنی گھڑی دیکھ رہا تھا پھر وہ اٹھ کر کھڑکی کی طرف چلا گیا۔ چند ہی لمحے بعد جہاز کے پہیوں نے رن وے کو چھوا۔ لاؤنج میں موجود تمام لوگ اس دروازے کی طرف بڑھ گئے جس سے گزر کر مسافر باہر آتے ہیں۔ منظور ان لوگوں کے ہجوم سے ذرا پیچھے الگ تھلگ کھڑا تھا۔

مسافروں میں نازنین سب سے آگے تھی۔ اس کی نظریں اس پر پڑیں۔ وہ ہجوم کو ایک طرف ہٹاتی اس کی طرف لپکی۔ اب وہ ہاتھوں میں ہاتھ تھامے کھڑے تھے۔ لوگوں کی نظروں سے بے نیاز۔ انہیں یہ احساس بھی نہیں تھا کہ وہ کہاں کھڑے ہیں۔ ان کے انداز میں والہانہ پن تھا۔

"چلو.......... گھر چلیں۔" نازنین نے کہا۔

"کس کے گھر؟"

"اپنے گھر.......... تمہارے گھر۔"

"لیکن میں تو تمہارے گھر میں رہتا ہوں۔ بس سونے کے لئے اپنے گھر جاتا تھا۔"

نازنین نے اسے بڑی محبت سے دیکھا۔ "کیوں؟"

"وہاں تمہاری موجودگی کا احساس جو رہتا تھا۔"

"تو بس وہیں چلو۔"

گھر جاتے ہوئے نازنین نے اسے بتایا کہ وہ کس قدر خوف زدہ تھی۔ "میں نے ائرپورٹ پر تمہیں دیکھا تو میری جان میں ان آئی۔" وہ بولی۔

"جان میں جان آئی؟" نازنین کے لفظوں نے منظور کو چونکا دیا۔

"ہاں مجھے رہ رہ کر احساس ہو رہا تھا کہ کوئی خوف ناک بات ہونے والی ہے۔ یہ نہیں سمجھ میں آتا تھا کہ کیا ہونے والا ہے، بس لگتا تھا کہ تمہیں کچھ ہوگیا ہے اور اسی وجہ سے تم مجھے ریسیو کرنے نہیں آسکو گے۔" منظور مذاق میں کچھ کہنے والا تھا لیکن نازنین کے چہرے پر چھائی ہوئی سنجیدگی نے اسے روک دیا۔

"اب پریشان نہ ہو۔ مجھے کچھ نہیں ہوا، میں تمہیں ریسیو کرنے آیا تھا اور اب ہم دونوں ساتھ ہیں۔ اس کے بعد کسی بات کی کوئی اہمیت نہیں۔"

نازنین نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سرہلا دیا لیکن اس کی پیشانی پر تفکر کی لکیریں اب بھی موجود تھیں۔

منظور نے گاڑی پورچ میں روکی اور اُتر کر ڈکی سے نازنین کے دونوں سوٹ کیس نکالے۔ نازنین نے دروازہ کھولا اور وہ دونوں اندر داخل ہوئے۔

"یہ تو گیسولین کی بُو ہے۔" نازنین نے چھوٹتے ہی کہا۔

منظور نے ایک گہری سانس لی۔ ہوا میں گیسولین کی ہلکی سی بو اسے بھی محسوس

ہوئی۔ اسی لمحے اسے ایسا لگا جیسے مکان کے عقبی حصے سے آہٹ سنائی دی ہو۔ اس نے بڑھ کر ڈرائنگ روم میں روشنی کردی۔ ڈرائنگ روم اور ڈائننگ روم کچن سے متصل تھا۔ وہاں کھڑے ہو کر وہ دور تک دیکھ سکتا تھا' اسے کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آئی۔

"میرے خیال میں تمہیں وہم ہوا ہے۔" اس نے نازنین سے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ وہ گیسولین کی بو تھی۔" نازین بولی۔ "تم ذرا چیک کرلو۔ میں اتنی دیر میں نہالوں۔ کسلمندی دور ہو جائے گی۔"

نازنین اوپر چلی گئی۔ منظور نے جاکر کچن میں جھانکا۔ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ اس نے چولہے پر کافی کے لئے پانی رکھ دیا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ وہ کچھ بھول رہا ہے۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور فیروزے والا جڑاؤ لاکٹ نکال لیا۔ دل کی شکل کے اس لاکٹ کا خفیہ کھٹکا خراب ہوگیا تھا۔ نازنین نے اسے ٹھیک کرانے کی ذمے داری منظور کو سونپ دی تھی۔ منظور نے اسے ٹھیک کرالیا تھا۔ اس نے سوچا' نازنین نیچے آئے گی تو وہ اسے لاکٹ دے گا۔ وہ حیران رہ جائے گی کیونکہ اسے یقین تھا کہ وہ لاکٹ کو بھول جائے گی۔

کچن کی طرف سے آواز سنائی دی' جیسے عقبی دروازہ بند کیا گیا ہو۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ یہ نازنین ہوگی مگر فوراً ہی خیال آیا کہ نازنین تو اوپری منزل میں ہے اور اس کے سامنے سے گزرے بغیر وہ کچن میں نہیں پہنچ سکتی تھی۔ "کون ہے؟" اس نے پکارا۔ لاکٹ اب بھی اس کے ہاتھ میں جھول رہا تھا۔

وہ سامنے آئی تو سب سے پہلے اسے ایک بے تکا خیال آیا۔ یہ جمیلہ بیگم رین کوٹ کیوں پہنے ہوئے ہے اور پھر اچانک جو کچھ وہ دیکھ رہا تھا اس کی مکمل اہمیت اس پر اجاگر ہوئی۔ جمیلہ بیگم پلاسٹک کا گرے کلر کا رین کوٹ پہنے ہوئے تھی۔ اس کے ہاتھ میں جلتی ہوئی موم بتی تھی اور دوسرے ہاتھ میں گیسولین کا پانچ گیلن والا ڈبا۔ مائع گیسولین فرش پر ٹپک رہی تھی۔

منظور اس درجہ متعجب ہوا کہ ابتدا میں تو اس سے بولا بھی نہیں گیا۔ وہ سب کچھ اسے ایک ڈراؤنا خواب معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے بڑی کوشش کرکے خود کو سنبھالا۔ "یہ کک........ کیا........ کیوں........" وہ ہکلایا۔ "یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟"

"مجھے تمہاری اتنی جلد واپسی کی توقع نہیں تھی۔" جمیلہ بیگم سرد لہجے میں بولی۔ اس

کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ تھی۔ "میں تمہارے لئے ماحول تیار کر رہی تھی کہ تمہاری گاڑی کی آواز سنائی دی۔ بہرحال اس سے کیا فرق پڑتا ہے' تمہاری مداخلت سے بدلے گا تو کچھ بھی نہیں۔"

اس کا چہرہ کھنچا ہوا تھا اور آنکھوں میں دیوانگی کی چمک تھی۔ اس کی آواز بھی بدلی بدلی لگ رہی تھی۔ منظور کے ذہن میں بس ایک ہی خیال تھا' وہ پاگل ہوگئی ہے۔ اس کا دماغ چل گیا ہے۔ "کیا ارادے ہیں خاتون؟" اس نے گیسولین کے ڈبے کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ پرانا گریس میں لتھڑا ہوا ڈبا تھا۔ شاید اسی لئے وہ رین کوٹ پہنے ہوئے تھی کہ اس کے کپڑے خراب نہ ہوں۔ اس نے ڈبے کو ذرا سا جھکایا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے گیسولین ٹپک رہی تھی۔ ڈبے پر ڈھکنا بھی نہیں تھا۔ منظور کو احساس ہوا کہ بلبلے بادل کی شکل میں جمع ہو رہے ہیں اور موم بتی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

"میں تمہیں اپنی زندگی تباہ کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دوں گی۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔ "میں نے تمہیں خبردار کیا تھا کہ ہر قیمت پر تمہیں روکوں گی۔ میں نے تمہیں ہر طرح کا موقع دیا' اب میں تم سے اچھی طرح نمٹوں گی۔ تم بے وقت آگئے ہو۔ لہٰذا مجھے اپنے منصوبے میں معمولی سی تبدیلی کرنا ہوگی۔"

"تو یہ بھی بتا دو کہ تمہارا اصل منصوبہ کیا تھا۔" منظور نے کہا۔ وہ کچھ مہلت چاہتا تھا سوچنے کی۔ وہ ایک قدم آگے بڑھا۔

"رک جاؤ۔" جمیلہ نے ڈبے کو کچھ اور جھکاتے ہوئے کہا۔ "اور قریب آنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہیں کھڑا ہوں۔"

"ہاں........ اچھے بچوں کی طرح اپنی جگہ کھڑے رہو۔ تم منصوبے کے متعلق پوچھ رہے تھے۔ میرا ارادہ پورے گھر میں یہ خوشبو چھڑکنے کا تھا۔ جیسے ہی تم سامنے والے دروازے سے داخل ہوتے' میں عقبی دروازے سے جلتی ہوئی موم بتی اچھال کر اس گھر کو تمہارے لئے جہنم بنا دیتی۔" وہ ہنسنے لگی۔ "نازنین آتی تو تم اسے سوختہ شکل میں ملتے۔ ہر مسئلہ حل ہو جاتا۔"

"بے وقوف عورت' نازنین اس وقت یہاں موجود ہے۔" منظور چلایا۔ "وہ اوپر باتھ روم میں ہے۔"

"جھوٹ بول رہے ہو تم۔ وہ پرسوں آئے گی۔" جمیلہ نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں تم........ تم نے بیٹی کو ماں کے خلاف کر دیا۔ تم نے خون کے رشتوں کی توہین کرائی۔ تم نے اسے اس حال کو پہنچایا کہ وہ مجھ سے بات کرنے کی بھی روادار نہیں۔ وہ میرا فون ریسیو نہیں کرتی۔" وہ فرش پر گیسولین گراتی اس کی طرف بڑھی۔ "پیچھے ہٹو۔" وہ غرائی۔ "پیچھے ہٹتے رہو۔"

منظور خود سے بحث کر رہا تھا۔ وہ اس پر جھپٹنا چاہتا تھا موم بتی چھین لینا' اور گیسولین کے ڈبے کو لات مار کر دور کر دینا چاہتا تھا لیکن اس بات کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ موم بتی کے فرش پر گرنے سے پہلے وہ اس تک پہنچ سکے گا اور اگر پہنچ بھی گیا اور موم بتی چھین بھی لی تو اس کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ وہ خود کو موم بتی سمیت گرنے سے بچا سکے گا اور پھر بلبلے تو اب فرش کی سطح سے بلند ہو رہے تھے۔ جمیلہ موم بتی کو اپنے کندھوں کی سطح پر رکھے کھڑی تھی۔ وہ موم بتی کو دو فٹ نیچے بھی لے آتی تو........

وہ نیم دائرے کی شکل میں گھومتی ہوئی اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ہر قدم پر وہ تھوڑی سی گیسولین نیچے گرا دیتی۔ وہ کچن سے ڈائننگ روم' ڈرائنگ روم' اور پھر سامنے والے دروازے کی طرف بڑھنا چاہتی تھی۔ وہ اسے گھیر رہی تھی۔

اب وہ ڈرائنگ روم کے دروازے پر تھی۔ منظور کے سامنے کچن کی طرف بھاگنے اور عقبی دروازے سے نکل جانے کا ایک موقع موجود تھا۔ وہ موم بتی گرا بھی دیتی تب بھی اس کے لئے شعلوں سے بچ نکلنے کا امکان تھا لیکن سوال یہ تھا کہ نازنین کا کیا ہوگا۔ آگ لگنے کی صورت میں وہ اوپر پھنس کر رہ جاتی۔ نہیں' وہ نازنین کو چھوڑ کر باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

"نازنین........ نازو" وہ حلق کے بل چلایا لیکن کوئی جواب نہیں ملا وہ پھر چلایا۔ وہ چلاتا رہا۔ لیکن نازنین کی طرف سے اسے جواب نہیں ملا۔ وہ شاید ابھی تک باتھ روم میں ہی تھی۔ باہر نکل آئی ہوتی تو یقیناً اس کی آواز سن لیتی۔

جمیلہ بیگم نے فاتحانہ نظروں سے اسے دیکھا۔ "بہت چالاک بن رہے ہو لیکن میں تمہاری باتوں میں نہیں آؤں گی۔"

"بات سنیں۔ یہ ایسا مسئلہ تو نہیں کہ باتوں سے حل نہ ہو سکے۔" منظور نے کہا۔ "میں چند منٹ کی مہلت چاہتا تھا کہ نازنین نہا کر باتھ روم سے نکل آئے۔

"بہت دیر کر دی تم نے۔ اب گفت و شنید سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ میں تمہیں جو موقع دے سکتی تھی دے چکی۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

منظور جانتا تھا کہ جمیلہ بیگم کا دماغی توازن بگڑ چکا ہے لیکن یہ جاننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ اہمیت تھی تو بس' اس بات کی کہ وہ اسے........ بلکہ انہیں قتل کرنے والی تھی۔ جمیلہ بیگم ڈرائنگ روم سے نکل کر راہداری میں پہنچی۔ وہاں سے سامنے والے دروازے تک اس نے گیسولین کا چھڑکاؤ کیا پھر وہ ڈائننگ روم میں واپس آگئی۔ اس نے ایک لمحے کے لئے بھی اپنی نظریں منظور سے نہیں ہٹائی تھیں۔ "اب تم پوری طرح میرے بس میں ہو۔" اس نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

"سنو........ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نازنین یہاں موجود ہے۔" منظور نے التجائیہ لہجے میں کہا۔ "وہ اوپر باتھ روم میں ہے اور آپ میرے ساتھ اسے بھی ختم کر دیں گی۔"

"یہ بہانہ تم کر چکے ہو اور جانتے ہو کہ اس سے کام نہیں چلے گا۔" وہ اب اس کے گرد گھومتے ہوئے گیسولین گرا رہی تھی۔

"میں اس بات کے لئے بڑی سے بڑی قسم کھا سکتا ہوں۔" منظور نے مضطربانہ کہا "اچھا آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اوپر جا کر اسے لے آؤں اپنے ساتھ۔ اچھا نہیں........ آپ خود جا کر اسے لے آئیں........ آپ کو پتا بھی چل جائے گا۔"

"اور تمہیں نکل بھاگنے کا موقع دوں؟ کیا میں تمہیں اتنی بے وقوف نظر آتی ہوں؟"

"میں اس وقت عقبی دروازے سے نکل کر بھاگ سکتا تھا۔ جب آپ سامنے والے دروازے پر گیس چھڑک رہی تھیں۔" منظور نے اسے قائل کرنے کی کوشش کی۔ "آپ کے خیال میں' میں نے اس موقع سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟ صرف اس لئے کہ نازنین یہاں موجود ہے۔ وہ پھنس جاتی۔"

پہلی بار جمیلہ بیگم کے چہرے پر گومگو کا تاثر ابھرا پھر وہ مسکرائی۔ "بے شک تم بھاگ سکتے تھے لیکن اس لئے نہیں بھاگے کہ تم ڈرے ہوئے تھے۔ موت کو سامنے دیکھ کر تم ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھے تھے۔"

میرے خدا! منظور نے بے چین ہو کر سوچا۔ اب کیا دلیل دوں۔ اپنی بے بسی اور اس کے اڑیل پن پر اسے غصہ آنے لگا۔ ایک پاگل بڑھیا نے اسے کچھ کرنے کے قابل

نہیں چھوڑا تھا۔

اسی وقت' جمیلہ بیگم کے پیچھے موجود دروازے میں نازنین نمودار ہوئی' اس کے بھیگے ہوئے بال سر پر چپکے ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔ "امی......... آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟" وہ بولی۔

اس کی آواز سن کر جمیلہ نے پلٹ کر اسے دیکھا اور دہشت زدہ ہوگئی۔

نازنین منظور کی طرف بڑھنے لگی۔ منظور نے چیخ کر کہا۔ "وہیں رک جاؤ نازو۔ واپس جاؤ۔"

مگر نازنین نے اسے نظرانداز کر دیا اور اس کے پہلو میں آکھڑی ہوئی۔ اس نے فرش پر گری ہوئی گیسولین کو بڑی بدمزگی سے دیکھا۔ "امی مجھے بتائیں تو آپ کے دل میں کیا ہے؟ کیا کرنا چاہتی ہیں آپ؟"

جمیلہ بیگم کا چہرہ سپید پڑ گیا تھا۔ منہ کھلا ہوا تھا۔ وہ اپنی جگہ کھڑی جھول رہی تھی۔ وہ کچھ کہنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن لفظ شرم اور دہشت کی رکاوٹ کو عبور کرنے میں کامیاب نہیں ہو رہے تھے۔ اسے دکھ تھا کہ اس کی بیٹی نے اسے کس عالم میں پکڑا ہے۔

ڈبے سے مائع گیس ٹپک رہی تھی اور موم بتی سے پگھلا ہوا موم۔

"نازنین' تم یہاں سے نکل جاؤ۔" منظور نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "پلیز تم نکل جاؤ یہاں سے۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔"

وہ اپنی بات کہہ ہی رہی تھی کہ جمیلہ بیگم نے بے تابانہ انداز میں دونوں ہاتھ بیٹی کی طرف پھیلائے' جیسے اسے گلے لگانا چاہتی ہو۔ موم بتی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔

منظور نے جیسے اس منظر کو سلوموشن میں دیکھا۔ موم بتی گری اور پٹرولیم کے بخارات سے ٹکرائی۔ جمیلہ بیگم کو چیخنے کی مہلت بھی نہیں ملی۔ ایک دھماکا ہوا اور اس کا وجود نارنجی شعلوں کی چمکیلی چادر میں چھپ گیا پھر جو کچھ ہوا' وہ بے حد تیز رفتاری سے ہوا۔ طاقت ور دھماکے نے ان کے قدم اکھاڑ دیے۔ ان کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ منظور نازنین کے اوپر گرا۔ نازنین چیخی لیکن شاید منظور کی سماعت کو نقصان پہنچ چکا تھا۔ کیونکہ اسے وہ چیخ بہت دور سے آتی سنائی دی تھی۔ تاہم اس نے نازنین کے جسم کو اپنے جسم سے ڈھانپنے کی کوشش کی۔ اسی لمحے شعلے ان تک آ پہنچے۔

اس کی چیخیں نازنین کی چیخوں سے گھل مل گئیں۔ وہ بس اتنا سوچ سکا۔ یہ سب کچھ یوں ختم تو نہیں ہو سکتا میں ایسا نہیں ہونے دوں گا کسی نہ کسی طرح' کہیں نہ کہیں ہم پھر یکجا ہوں گے۔ ہماری محبت یوں نہیں مر سکتی۔ لاکٹ کو اس نے سختی سے اپنی مٹھی میں بھینچ لیا تھا۔

پھر ہر طرف خاموشی چھا گئی......... سناٹا......... موت کا مہیب سناٹا۔

کاظم گھاس پر بیٹھا چپ چاپ روئے جا رہا تھا۔ قریب لیٹی ہوئی الماس کو پتا بھی نہیں تھا۔ وہ رونا صرف دکھ کا رونا نہیں تھا۔ اس میں دکھ کے ساتھ طمانیت بھی گھلی ملی ہوئی تھی۔ طمانیت اس بات کی کہ نازنین کی موت کا ذمے دار منظور نظر نہیں تھا۔ یعنی وہ نہیں تھا مگر اس کا وجود اداسی سے بھر گیا تھا۔ وہ تلخی سے سوچ رہا تھا سب کچھ ضائع ہو گیا سب کچھ! لیکن اس خیال سے اسے غصہ نہیں آیا۔ حالانکہ وہ غصہ کرنا چاہتا تھا۔

اس نے ہاتھ کی پشت سے اپنی آنکھیں پونچھیں اور گہری سانس لی۔ وہ اب بھی جسم پر کمبل لپیٹے ہوئے تھا۔ اس نے اپنے گھر کی طرف دیکھا۔ شعلے سرد پڑ رہے تھے۔ فائر بریگیڈ والوں نے آگ پر قابو پالیا تھا۔ "تم ٹھیک ہو نا؟" اس نے پلٹ کر الماس سے پوچھا۔

"ہاں اور تم؟"

"میں بھی ٹھیک ہوں۔" اس نے کہا اور اٹھ کر مکان کی طرف چل دیا۔ فائر چیف اسے اپنی طرف بڑھتا دکھائی دیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ڈبا تھا۔

"آگ دانستہ لگائی گئی ہے۔" اس نے ڈبا ہلاتے ہوئے بتایا۔ "یہ ڈبا عقبی حصے میں ملا ہے۔ اسے پہچانتے ہیں آپ؟"

کاظم نے ڈبے کو غور سے دیکھا۔ "ہاں......... فاضل فیول کے طور پر میں اسے گیراج میں رکھتا ہوں لیکن یہ........."

"کسی نے اسے اچھی طرح پورے گھر پر چھڑکا اور پھر دیا سلائی دکھا دی۔" فائر چیف نے کہا پھر پوچھا۔ "آپ کی منگیتر کیسے باہر نکل آئی؟"

کاظم نے تیزی سے سوچا۔ الماس کو اس میں ملوث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اگر وہ کہتا......... دیا سلائی الماس نے ہی دکھائی ہوگی لیکن درحقیقت اس واردات کی وہ ذمے دار نہیں۔ کیونکہ وہ اس وقت ایک بدروح کے زیر اثر تھی تو کون یقین کرتا۔

اس نے کچھ سوچنے کے بعد کہا۔ ”میں نے عقبی دروازے سے اسے باہر نکالا تھا پھر مجھے اپنے مسودے کی فکر ہوئی۔ میں دوبارہ بیڈ روم میں گیا۔ میں دراصل ایک رائٹر ہوں۔ مسودہ مجھے نہیں ملا۔ میں باہر آیا تو الماس موجود نہیں تھی۔ میں ڈر گیا کہ کہیں وہ واپس نہ چلی گئی ہو۔“

”وہ سامنے والے حصے میں آکر ڈھیر ہوگئی ہوں گی۔“ فائر چیف نے خیال آرائی کی ”اب وہ ٹھیک ہیں نا؟“

”ہاں بس شاک کی حالت میں ہے ابھی تک۔“ کاظم نے جواب دیا۔ اسے خوشی ہوئی کہ فائر چیف نے اس کی توضیح قبول کرلی ہے۔

”ٹھیک ہے۔ میں نے پولیس کو فون کردیا ہے۔ وہ آنے ہی والے ہوں گے۔ آپ بیان لکھوانے کے لئے تیار رہیے گا۔“

”ضرور!“ کاظم نے کہا۔ اب اسے یہی کہانی الماس کے حلق سے بھی اتارنا تھی اور یہ کوئی دشوار کام نہیں تھا۔ وہ اتنی الجھی ہوئی تھی کہ اسے کچھ بھی باور کرایا جاسکتا تھا

”ایک بات بتائیں۔“ اس نے فائر چیف سے پوچھا۔ ”مکان کی کیا کنڈیشن ہے؟“

”آپ خوش قسمت ہیں۔ بیڈ روم اور ہال بری طرح تباہ ہوا مگر باقی سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے۔“

”میں آپ کا اور آپ کے عملے کا شکر گزار ہوں۔“

فائر چیف خوش ہوگیا۔ ایسا کم ہی ہوتا تھا کہ کوئی اس کی کارکردگی کو یوں سراہے۔

کاظم دوبارہ الماس کے پاس جا بیٹھا۔ ”تمہیں یاد ہے کیا ہوا تھا؟“ اس نے پوچھا۔

”نہیں بس مجھے اتنا یاد ہے کہ میں سوگئی تھی۔ میری آنکھ کھلی تو میرے چہرے پر آکسیجن ماسک تھا۔ اس کے سوا مجھے کچھ یاد نہیں۔“

”خیر.......... اب تم فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہے۔ تم خیریت سے ہو یہی سب سے اہم بات ہے۔“

”آگ لگی کیسے؟“ الماس نے پوچھا۔

”کسی نے پورے گھر میں گیسولین چھڑک دی تھی۔“ کاظم نے اسے بغور دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

الماس کا ہاتھ اپنے منہ پر گیا اور اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ”ویسے ہی

جیسے.......... “ وہ کہتے کہتے رک گئی۔

”بولو نا.......... کیا کہہ رہی تھیں تم؟“ کاظم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ہلایا۔ ”رک کیوں گئیں تم؟“

الماس پیچھے کو ہٹ گئی۔ اس کے چہرے پر خوف کا تاثر تھا۔ ”پتا نہیں‘ میں کیا کہہ رہی تھی۔“ اس نے نحیف آواز میں کہا۔ ”بس میرے منہ سے خود بخود نکلا تھا۔ پتا نہیں‘ یہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔“ وہ بچوں کی طرح سسکنے لگی۔

”سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تم فکر نہ کرو۔“ کاظم نے اسے تسلی دی۔ ”اب ہمیں ایک کام کرنا ہے۔ چند منٹ بعد پولیس آنے والی ہے۔ وہ تمہارا بیان بھی لیں گے۔ تمہاری یہ کہانی کہ تمہیں کچھ بھی یاد نہیں‘ پیچیدگیاں پیدا کرے گی۔ تم کہنا کہ تمہیں کچھ یاد آتا ہے کہ میں گھسیٹ کر تمہیں باہر لایا تھا پھر تم خود چلتی ہوئی یہاں تک آئی تھیں۔ ٹھیک ہے نا؟“

”ٹھیک ہے کاظم مگر مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“

”ڈرنے کی کوئی بات نہیں جان۔“

☆==========☆==========☆

کاظم کی آنکھ کھلی تو پہلے تو وہ سوچتا رہا کہ کہاں ہے۔ اٹھ کر بیٹھنے اور آنکھیں ملنے کے بعد اسے یاد آیا کہ آگ پوری طرح بجھنے اور پولیس والوں کے سوالوں کے جواب دینے میں صبح کے پانچ بج گئے تھے۔ تب وہ اور الماس اس ہوٹل میں چلے آئے تھے۔ کیونکہ انہیں آرام کی سخت ضرورت تھی۔ دونوں تھکے ہوئے تھے اور بستر پر لیٹتے ہی ڈھیر ہوگئے تھے۔

پولیس کی پوچھ گچھ کا مرحلہ بھی تسلی بخش طور پر نمٹ گیا تھا۔ الماس اس وقت بھی شاک کی حالت میں تھی۔ اس لئے پولیس والوں نے اس سے زیادہ سوالات بھی نہیں کئے۔ یہ بات طے تھی کہ آگ لگی نہیں‘ بلکہ لگائی گئی ہے لیکن کاظم نے کسی پر شک ظاہر نہیں کیا تھا۔ لہٰذا تفتیش کی گاڑی یہیں رک گئی تھی۔

کاظم نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ گیارہ بجنے والے تھے۔ الماس سکون سے سو رہی تھی۔ کاظم نے اٹھ کر جلدی سے لباس تبدیل کیا اور باہر نکل آیا۔ کمرے میں ٹیلی فون موجود تھا لیکن وہ وہاں سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ نیچے ریسٹورنٹ میں فون موجود تھا۔

اس نے کلاوتی کا نمبر ملایا۔ وہ دل میں دعا کر رہا تھا کہ خدا کرے' وہ گھر پر ہی موجود ہو۔ خدا نے اس کی دعا سن لی۔ فون کلاوتی نے ہی ریسیو کیا تھا۔

"کلی جی' خدا کا شکر کہ آپ واپس آگئیں۔"

"اوہ کاظم.......... کیا بات ہے۔ میں نے فون کیا تھا مگر کسی نے ریسیو ہی نہیں کیا۔ تم گھر پر نہیں تھے کیا؟" دوسری طرف سے کلاوتی نے پوچھا۔

"آپ سے پچھلی ملاقات کے بعد سے اب تک مجھ پر دو قاتلانہ حملے ہو چکے ہیں۔ میرا گھر جل چکا ہے۔ میں اس وقت چھت سے محروم ہوں۔" کاظم نے بتایا۔

"تفصیل سے بات کرو ذرا۔"

کاظم نے اسے الماس کے حملے سے لے کر آتش زنی تک کی تفصیل بتادی۔ "ایسا لگتا ہے جمیلہ بیگم الماس کو میرے خلاف استعمال کر رہی ہے۔" اس نے کہا۔ "الماس یہ بات نہیں جانتی اور میرے خیال میں وہ اس وقت دیوانگی کی سرحد کے قریب ہے۔"

"الماس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ کچھ نہیں جانتی؟" کلاوتی نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ اب پتا نہیں یہ ہپناٹزم کا کوئی چکر ہے یا اور کوئی بات ہے۔ رات میں اسے بتا رہا تھا کہ آگ کیسے لگی تو وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ وہ کہہ رہی تھی.......... ویسے ہی جیسے.......... میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کیا کہنے والی تھی مگر وہ کہنے لگی معلوم نہیں' میں کیا کہہ رہی تھی۔ بس خود بخود منہ سے نکلا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مجھے نازنین کی موت یاد آگئی ہے.........." اس نے کلاوتی کو تفصیل سے سب کچھ بھی سنا ڈالا۔

"ہے بھگوان.......... لگتا ہے' وہ پاگل ہی ہوگئی ہے۔" کلاوتی نے بے ساختہ کہا "میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ اس حد تک بڑھ جائے گی۔ مجھے بہت کچھ سوچنا پڑے گا اب۔"

کاظم ریسیور کان سے لگائے اس کی لب کشائی کا انتظار کرتا رہا۔

"میں چاہتی ہوں کہ تم الماس کو فوراً میرے ہاں لے آؤ۔" آخر کار کلاوتی نے کہا "مجھے لگتا ہے کہ جمیلہ تک پہنچنے کا راستے یہی لڑکی ہے۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ ہم جمیلہ تک پہنچ سکتے ہیں لیکن ہمیں بہرحال کوشش کرنی چاہئے۔ میرا خیال ہے' جمیلہ بیگم کا ذہن نازنین کی خوف ناک موت کے ذمے داری قبول کرنے سے فرار حاصل کرچکا ہے۔ اس نے خود کو باور کرایا ہے کہ جو کچھ ہوا اس کے ذمے دار تم تھے۔ ظاہر ہے وہ یہ

کیسے قبول کرسکتی ہے کہ وہ اپنی چہیتی بیٹی کی قاتلہ ہے۔"

"ہم الماس کے ذریعے اس تک پہنچ سکتے ہیں؟"

"یہ تو میں نہیں جانتی لیکن یہ واحد امکان ہے۔ تم اسے میرے گھر لے آؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ میں جلد از جلد پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں الماس سے کہوں گا کہ ہم تمہارے گھر پناہ لے رہے ہیں۔"

☆=========☆=========☆

کاظم ڈرائیو کر رہا تھا۔ الماس برابر والی سیٹ پر گم صم بیٹھی تھی۔ جاگنے کے بعد اس کا یہی حال تھا۔ خود سے تو وہ کچھ بولی ہی نہیں تھی۔ کاظم کی باتوں کا جواب بھی بس ہاں یا نہیں میں دیتی رہی تھی۔ کاظم نے اسے بتایا تھا کہ وہ ایک دوست کے گھر جا رہے ہیں۔

کاظم نے کلاوتی کے بنگلے کے سامنے گاڑی روکی تو الماس بری طرح چونکی "ارے.......... یہ تو کلاوتی کا گھر ہے۔"

"تم کیسے جانتی ہو اسے؟" کاظم نے حیرت سے پوچھا۔

الماس چند لمحے ہچکچائی پھر بولی۔ "کلی کو فلمی دنیا میں کون نہیں جانتا۔"

"تم یہاں آچکی ہو پہلے۔"

وہ پھر ہچکچائی۔ "ہاں ایک بار تمہارا پیچھا کرتے ہوئے یہاں آئی تھی۔"

"کلاوتی سے مل چکی ہو؟"

وہ ذہن پر زور دیتی رہی پھر بولی۔ "معلوم نہیں۔"

کاظم کو پہلی بار احساس ہوا کہ الماس کی ذہنی حالت کتنی ابتر ہے۔ اس نے ہارن بجایا۔

کلاوتی نے الماس کا خیرمقدم ایک دوستانہ مسکراہٹ سے کیا۔ وہ اسے ٹٹولنے والی گاہوں سے دیکھ رہی تھی پھر وہ انہیں اندر ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ کچن ڈرائنگ روم ے ملحق ہی تھا۔ کلاوتی نے پیالوں میں کافی انڈیلتے ہوئے خاموشی توڑی۔ "کیا مکان کو ت زیادہ نقصان پہنچا ہے؟"

"نہیں۔ بیڈروم پوری طرح تباہ ہوگیا ہے۔" کاظم نے بتایا۔ "اسے دوبارہ تعمیر کرانا ے گا۔ کچھ دیواریں نئی بنیں گی اور بس۔ چند ہفتوں کا کام ہے۔ خوش قسمتی سے ایک ی نے آگ دیکھ لی تھی اور فائر بریگیڈ کو فون کر دیا تھا۔ ورنہ زیادہ تباہی ہوتی۔"

"خوش قسمت ہو کہ تم دونوں بچ گئے۔" کلاوتی نے تبصرہ کیا۔

"الماس خوش قسمت تھی۔" کاظم نے سرسری انداز میں کہا۔ "یہ آگ پوری طرح پھیلنے سے پہلی ہی نکل گئی تھی۔ مجھے کھڑکی سے چھلانگ لگانا پڑی۔"

"اوہ!" کلاوتی نے بھوئیں اچکائیں پھر الماس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے پوچھا۔ "تم پہلے کیسے نکل گئیں؟"

الماس نے نظریں اٹھا کر کاظم کو دیکھا۔ وہ نروس لگ رہی تھی۔ "تم کلی سے کھل کر بات کرسکتی ہو۔" کاظم نے نرم لہجے میں کہا۔

"مجھے نہیں یاد کہ کیا ہوا تھا۔ میری آنکھ کھلی تو میں گھر کے باہر تھی۔" الماس نے نظریں جھکاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اور تمہیں یہ بھی یاد نہیں کہ تم نے چاقو سے کاظم پر حملہ کیا تھا؟"

اس سوال پر کاظم بری طرح چونکا۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ کلاوتی اس طرح براہِ راست اٹیک کرے گی۔ الماس نے کرسی پیچھے دھکیلی اور یوں اچھل کر اٹھ کھڑی ہوئی جیسے بھاگنے کا ارادہ ہو "یہ کیسی باتیں کر رہی ہے؟" اس نے کاظم پر آنکھیں نکالیں۔ "اسے کیا حق ہے اس طرح سوال کرنے کا؟ اور تم اسے کیا کچھ بتا چکے ہو؟"

"کلاوتی میری دوست ہے۔" کاظم نے مدافعانہ لہجے میں کہا۔ "اور ہماری مدد کرنا چاہتی ہے۔"

"مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں اور میں یہ پسند نہیں کرتی کہ میرے معاملات میں کوئی اس طرح ٹانگ اڑائے۔ میں اب یہاں رکنا بھی نہیں چاہتی۔"

کاظم نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "پُرسکون ہو جاؤ الماس۔ پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کلی دیوی ہماری دشمن نہیں ہیں۔"

"میں پولیس اندازکی تفتیش برداشت نہیں کروں گی۔" الماس غرائی۔ "اور تم مجھے مجبور بھی نہیں کرسکتے۔"

"بیٹھ جاؤ۔" کلاوتی بولی۔ اس کے لہجے میں بلا کا تحکم تھا۔ اس کی آواز جیسے کمرے میں بھر گئی تھی۔ الماس کو جیسے اس آواز نے تابعدار بچہ بنا دیا۔ وہ بیٹھ گئی لیکن اس کا نچلا ہونٹ بری طرح لرز رہا تھا اور آنکھیں بھر آئی تھیں۔

کاظم نے کلاوتی کو بہت غور سے دیکھا۔ وہ اس کلاوتی سے یکسر مختلف لگ رہی

تھی۔ جسے وہ جانتا تھا۔ وہ اپنی جسامت سے بڑی لگ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر چٹانوں جیسی سختی تھی۔ "میں تم سے سخت قسم کے سوال پوچھوں گی اور تمہیں جواب دینا ہوں گے۔" وہ سخت لہجے میں بولی۔ "بھاگنے کی کوشش کرو گی تو کاظم کو میرے حکم پر طاقت کا استعمال کرنا ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ ہم سے تعاون کرو۔ سمجھ گئیں؟"

الماس نے الجھن بھری نظروں سے کاظم کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔ کاظم خود کلاوتی میں تبدیلی دیکھنے کے بعد متحیر تھا۔ وہ سوچ رہا تھا' لیکن کیا سوچ رہا تھا؟ شاید یہ کہ کلاوتی نرمی سے پوچھ گچھ کرے گی۔ اس نے سوچا' بہتر یہی ہے کہ معاملہ پوری طرح کلاوتی پر چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ اس نے کہا۔ "کلی دیوی کی بات مان لو الماس۔"

الماس اپنی کرسی پر سمٹ کر بیٹھ گئی۔ وہ اب دونوں سے ہی خوف زدہ معلوم ہو رہی تھی۔

"دیکھو.......... میں چاہتی ہوں کہ تم میری بات پوری توجہ سے سنو۔" کلاوتی نے کڑے لہجے میں کہا۔ "یہ بات اتنی اہم ہے کہ ممکن ہے' اس پر تمہاری زندگی کا انحصار بھی ہو۔ میرا خیال ہے کہ تمہیں ایک مُردہ عورت کی روح نے کاظم پر حملہ کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے ان افعال کے بارے میں تمہیں کچھ یاد نہیں۔ ہمارا پہلا کام تمہیں یاددلانے کی کوشش کرنا ہے۔"

اس بار تبدیلی الماس میں رُونما ہوئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ برہم نظر آنے لگی۔ "یہ کیا بکواس ہے" وہ گلا پھاڑ کر چلائی۔ شاید کلاوتی کے لفظوں نے اس کی آخری مدافعت کو توڑ ڈالا تھا۔ اس نے پہلے کاظم کو اور پھر کلاوتی کو دیکھا اور دیوانوں کی طرح ہنسنے لگی۔ "تم دونوں پاگل ہو" اس نے انگلی نچاتے ہوئے کہا۔ "مستند پاگل۔ پہلے آواگون کا چکر چلا اور اب بھوت پریت کی باتیں ہو رہی ہیں۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ میری یادداشت وقتی طور پر غائب ہو جاتی ہے۔ ایسا اور لوگوں کے ساتھ بھی ہوتا رہتا ہے لیکن لگتا ہے تم دونوں نے تیسرے درجے کے ہارر ناول کثرت سے پڑھے ہیں۔"

کاظم نے نفی میں سرہلایا۔ "نہیں الماس۔ یہ کوئی جسمانی عارضہ نہیں ہے.........."

"میں بہرحال تم دونوں کو پاگل سمجھتی ہوں.......... اور یہاں ایک پل بھی رکنا نہیں چاہتی۔"

"تم یہاں سے کہیں نہیں جاؤ گی۔" کلاوتی نے سخت لہجے میں کہا۔ "تمہیں کچھ یاد نہیں ہے تو اس کی بس ایک ہی وجہ ہے۔ تم ان باتوں کو یاد رکھنے سے خوف زدہ ہو۔ ڈرتی ہو تم۔ خیر' ہم اس رات سے بات شروع کرتے ہیں' جب تم نے چاقو سے کاظم پر حملہ کیا تھا۔ مجھے یاد کر کے بتاؤ کہ تم سونے کے لیے لیٹیں تو اس کے بعد کیا ہوا؟"

"یہ بکواس تم سنو"۔ الماس نے کاظم سے کہا۔ "میں یہ سب کچھ سننے کو تیار نہیں' میں جا رہی ہوں۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ کلاوتی نے سر کی جنبش سے کاظم کو اشارہ کیا۔ کاظم نے الماس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ "الماس.......... بیٹھی رہو' چپ چاپ۔"

الماس نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی لیکن کاظم نے اسے کندھوں سے تھام کر جکڑ لیا۔ "دیکھو.......... میں چیخوں گی"۔ الماس نے دھمکی دی۔

"لیکن یہاں کوئی سننے والا نہیں۔ یہ اداکاروں کا علاقہ ہے"۔ کلاوتی نے سرد لہجے میں کہا۔ "اب میرے سوال کا جواب دو۔ اس رات کیا ہوا تھا؟"

کاظم نے باری باری دونوں عورتوں کو دیکھا۔ الماس تو کسی ضدی بچے کی طرح تن کر بیٹھی تھی اور کلاوتی کوئی سخت گیر اسکول ٹیچر معلوم ہو رہی تھی۔ جو کچھ ہو رہا تھا' وہ کاظم کو پسند نہیں تھا۔ وہ سختی کا قائل نہیں تھا مگر اس کے پاس کلاوتی پر انحصار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

"مجھے کچھ یاد نہیں کیا ہوا تھا"۔ الماس نے تند لہجے میں کہا۔

"تمہیں یاد ہے۔ ہاں.......... تم یاد کرنے سے گریز کر رہی ہو۔ یاد کرو.......... ذہن پر زور دو۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ مجھے کچھ یاد نہیں۔"

"تم بستر پر سونے کے لیے لیٹیں۔ اس کے بعد کیا ہوا؟"

"بس مجھے اتنا یاد ہے کہ میں سو گئی تھی۔"

"تم نے کوئی خواب دیکھا تھا؟" کلاوتی نے پوچھا۔

مجھے یاد نہیں۔"

"اچھا.......... آگ لگنے کے بعد تم کاظم سے کیا کہنے والی تھیں.......... ویسے ہی جیسے.......... اس جملے کو مکمل کرو۔"

"پتا نہیں' تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔"

"کاظم نے تمہیں بتایا تھا کہ آگ پورے گھر میں گیسولین چھڑک کر لگائی گئی ہے۔ یہ سن کر تم نے کہا تھا.......... ویسے ہی جیسے.......... اس کا کیا مطلب تھا؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ یہ بات بس بے ساختہ میرے منہ سے نکلی تھی اور میں شاک کی حالت میں تھی۔"

"جس وقت یہ بات تمہارے منہ سے نکلی تھی' تم کیا سوچ رہی تھیں؟"

"کچھ بھی نہیں۔"

"اس رات سونے کے لیے لیٹنے سے پہلے تم نے کیا فیصلے کیے تھے؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے کچھ معلوم نہیں۔" الماس چلائی۔ "خدا کے لیے میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میں پوچھ گچھ برداشت نہیں کر سکتی۔"

"ممکن ہے کل.........." کاظم نے کہنا چاہا لیکن کلاوتی نے تند لہجے میں اس کی بات کاٹ دی۔ "تم یہ معاملہ مجھ پر چھوڑ دو۔"

الماس کاظم کی طرف متوجہ ہو گئی۔ "پلیز کاظم.........." اس کے لہجے میں التجا تھی "اس عورت کو منع کر دو۔"

"الماس.......... یہ تو تمہاری مدد کرنا چاہتی ہیں۔" کاظم نے یہ بات صرف الماس سے ہی نہیں' خود سے بھی کہی تھی۔ اسے اب احساس ہو رہا تھا کہ وہ اتنا سخت جان نہیں ہے۔

"میری مدد!" الماس نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "اس طرح کے الزامات عائد کر کے؟ یہ جتا کے کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں؟ یہ کس قسم کی مدد ہے۔ مجھے کچھ یاد نہیں کہ کیا ہوا تھا اور یہ ممکن ہے کہ درحقیقت کچھ بھی نہ ہوا ہو۔ یہ تو تمہارا کہنا ہے کہ میں نے چاقو ہاتھ میں لے کر تم پر حملہ کیا تھا"۔ وہ کلاوتی کی طرف مڑی۔ "ممکن ہے' کاظم جھوٹ بول رہا ہو' کبھی اس زاویے سے بھی سوچا تم نے؟ ممکن ہے' کاظم نے خود ہی آگ لگائی ہو۔"

"نہیں۔ کاظم جھوٹا نہیں ہے۔" کلاوتی نے کہا۔ "اچھا' تم مجھے آگ کے متعلق بتاؤ۔"

"مجھے کچھ بھی نہیں معلوم۔ میری آنکھ کھلی تو میں لان میں تھی۔"

"اور تمہارا خیال ہے کہ وقتی طور پر تمہاری یادداشت معطل ہوگئی تھی؟"

"ہاں.......... ہاں.......... میرا یہی خیال ہے"۔ الماس نے ہذیانی لہجے میں کہا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا پھر اچانک اس نے نظریں اٹھائیں' جیسے اچانک کوئی خیال سوجھا ہو۔ "ممکن ہے' یہ بات نہ ہو۔" وہ بولی۔ "ممکن ہے' میں اندر ہی دھوئیں میں دم گھٹنے سے بے ہوش ہوگئی ہوں اور کاظم مجھے باہر لایا ہو۔ ممکن ہے' کاظم اس سلسلے میں جھوٹ بول رہا ہو۔ شاید یہ مجھے پاگل کر دینا چاہتا ہے۔"

کاظم اس دوران نفی میں سر ہلاتا رہا تھا۔

"نہیں.......... بات یہ نہیں ہے۔" کلاوتی نے کہا۔ "تم مجھے یہ بات بتاؤ کہ گزشتہ رات کے متعلق تمہیں یاد کیا کچھ ہے؟"

"کچھ بھی نہیں۔ مجھے کچھ بھی یاد نہیں۔"

"تم مجھے خود کو ہپناٹائز کرنے کا موقع دوگی؟" کلاوتی نے پوچھا۔ "اس طرح تم یاد کر سکوں گی کہ کیا ہوا تھا۔"

"پاگل ہوگئی ہو!" الماس نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں اپنے ذہن کے قریب بھی نہیں پھٹکنے دوں گی۔"

"تو پھر تمہیں خود یاد کرنا ہوگا۔" کلاوتی نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے ایک اچھی میزبان کی طرح پوچھا۔ "اور کافی؟"

"مجھے یقین نہیں آتا کہ میرے ساتھ یہ سب ہو رہا ہے۔" الماس نے اس کی سنی ان سنی کرکے کہا۔ "کاظم.......... تم میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہو؟"

کاظم اس سوال کا جواب دے سکتا تھا۔ اس نے کہا۔ "الماس' کوئی مجھے قتل کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور میں اس کی وجہ سے جانا چاہتا ہوں۔"

کلاوتی نے ان کی پیالیوں میں کافی انڈیلی اور دوبارہ اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔ "چلو' اب پھر چاقو سے حملے والی رات کو یاد کرو۔" اس نے الماس سے کہا۔

"مجھے اس رات کی کوئی بات یاد نہیں۔"

"تمہیں اس رات کے متعلق کیا کچھ یاد ہے؟"

"مجھے سونے کے لیے بستر پر لیٹنے کے سوا کچھ یاد نہیں۔"

کاظم کو چکر سے آنے لگے۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ ان دونوں کی آوازیں نیند میں سن رہا

ہے.......... اور وہ اس سے بہت دور ہیں۔ یاد کرو.......... کچھ یاد نہیں۔ دونوں اپنی اپنی جگہ ڈٹی ہوئی تھیں۔ کلاوتی کا اصرار تیز دھار والے چاقو کی طرح تھا' جو الماس کی مدافعت کی تہیں چھیل رہا تھا۔ کاظم کو وقت کا احساس ہی نہیں رہا۔ وہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اسے وہاں بیٹھے کتنی دیر ہوگئی ہے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جب اس کا.......... تماشائی کا یہ حال ہے تو الماس پر کیا گزر رہی ہوگی' جو اس اصرار کی زد میں ہے۔

ایک ہی سوال کا ہتھوڑا مسلسل ضرب لگاتا رہا۔ ایک مرحلے پر الماس نے خاموشی اوڑھ لی۔ اب وہ زبان کھولنے کے لئے بھی تیار نہیں تھی لیکن کلاوتی نے ہتھوڑا برسانے کا عمل موقوف نہیں کیا۔ وہ وہی سوالات بار بار پوچھتی رہی۔ اس کا لہجہ بھی ذرا نہیں بدلا تھا۔

"بس کرو۔" بالآخر الماس نے گڑگڑا کر کہا۔ "میں یہ مزید برداشت نہیں کر سکتی۔"

"تم یاد کرنے کی کوشش کرو گی تو سب یاد آجائے گا۔" کلاوتی نے کہا۔ "اور اس سے پہلے میں چپ نہیں ہوں گی۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" الماس نے بے بسی سے کہا۔ "میں کوشش کرتی ہوں۔"

"گڈ۔ اب بتاؤ' تمہیں اس رات چاقو ہاتھ میں لینا یاد ہے؟"

"نہیں۔"

"پھر تمہیں اس رات کے متعلق کیا یاد ہے؟"

"سونے کے لیے لیٹنا اور پھر دکھتے ہوئے جبڑے کے ساتھ اٹھنا۔"

"یاد کرنے کی کوشش کرو کہ درمیان میں کیا ہوا تھا؟"

"میں قسم کھاتی ہوں کہ اس وقفے کے متعلق مجھے کچھ بھی یاد نہیں۔"

"تم بچنے کی کوشش کر رہی ہو الماس!" کلاوتی بولی۔ "ذہن پر زور دو' یاد کرو۔"

"مجھے کچھ یاد نہیں آتا۔"

کلاوتی نے اچانک حکمت عملی تبدیل کی۔ "مجھے جمیلہ بیگم کے متعلق بتاؤ۔"

الماس کے چہرے کے نقوش بگڑ گئے۔ "کون جمیلہ بیگم؟ یہ کیسی باتیں کر رہی ہو تم؟"

"مجھے بتاؤ کہ جمیلہ بیگم کاظم سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہے؟"

"میری سمجھ میں تمہاری بات ہی نہیں آرہی ہے۔" الماس نے سر پکڑ کر کہا۔ "میں

اس نام کی کسی عورت کو نہیں جانتی۔"

"تم جانتی ہو.......... اچھی طرح جانتی ہو۔ وہ کاظم سے نفرت کرتی ہے۔ وہ اسے ختم کر دینا چاہتی ہے۔ تم مجھے جمیلہ کے متعلق بتاؤ۔"

الماس کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔ سانسیں اُلجھ رہی تھیں۔ وہ بولی تو اس کی آواز سرگوشی سے زیادہ بلند نہیں تھی۔ "میں.......... میں نہیں جانتی۔"

"وہ کاظم سے نفرت کیوں کرتی ہے؟ آتش زنی کی وجہ سے؟" کلاوتی بدستور الماس کے پیچھے پڑی تھی۔ الماس سسکیاں لینے لگی۔

"کیا وہ آتش زنی والے واقعے کی وجہ سے کاظم سے نفرت کرتی ہے؟" کلاوتی نے پوچھا۔ الماس کی مٹھیاں بھنچ گئی تھیں۔

"مجھے بتاؤ' وہ کاظم سے نفرت کیوں کرتی ہے۔ اس آگ کی وجہ سے' جس نے نازنین کو جلا ڈالا تھا؟"

اس بار لگا جیسے کوئی بند ٹوٹ گیا ہے۔ الماس چلّائی.......... اور وہ کان کے پردے پھاڑ ڈالنے والی' تیز آواز تھی جس نے کمرے کی فضا کو مرتعش کر دیا تھا۔ "ہاں.......... ہاں.......... " وہ دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھ کر چلّائی۔ "نازنین کو اسی نے قتل کیا تھا۔" اس نے کاظم کی طرف اشارہ کیا۔ "اسی لیے جمیلہ اس سے نفرت کرتی ہے"۔ اس کے ساتھ ہی الماس نے اپنے دونوں ہاتھ میز پر پھیلا دیے۔ اس کی آنکھوں میں اور چہرے پر حیرت اور شاک کا تاثر تھا جیسے اپنے لفظوں پر خود بھی حیران ہو۔

"تو تمہیں.......... تمہیں معلوم ہے؟" کاظم نے حیرت سے کہا۔

الماس قہقہے لگانے لگی اور وہ آواز اتنی بدلی ہوئی تھی کہ کاظم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس نے کلاوتی کو دیکھا۔ وہ بے حد پریشان نظر آ رہی تھی۔ اچانک الماس کے قہقہے رکے اور وہ بولی۔ "تم دونوں بہت عقل مند بنتے ہو لیکن بہت زیادہ بے وقوف ہو۔ میں تو بہت کچھ جانتی ہوں.........."

"کاظم تم جا کر ذرا باہر کا گیٹ بند کر آؤ۔" کلاوتی نے کہا۔ اس کے لہجے میں ایسا تحکم تھا کہ کاظم فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ حالانکہ وہ اس وقت کہیں جانا نہیں چاہتا تھا۔

وہ گیٹ بند کر کے واپس آیا تو کمرے کا منظر بدستور تھا۔ البتہ الماس کا چہرہ بدلا بدلا لگ رہا تھا۔ اب وہاں خوف کا تاثر ہرگز نہیں تھا۔ اس پر پتھر جیسی سختی تھی۔ وہ تن کر

بیٹھی ہوئی تھی اور کلاوتی کو گھور رہی تھی۔ وہ بولی تو اس کی آواز بھی بدلی ہوئی تھی۔ وہ وہی آواز تھی' جو وہ خواب میں سنتا رہا تھا۔ جمیلہ بیگم کی آواز! "مجھے سب کچھ یاد ہے"۔ اس نے کہا۔

کاظم کے نزدیک وقت جیسے ٹھہر گیا۔ وہ یوں ساکت بیٹھا تھا' جیسے مفلوج ہو۔ اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔

الماس ان دونوں کو مضحکہ اڑانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ "تم دونوں روح کے قابض ہونے کی احمقانہ بات کرتے ہو اور جانتے سمجھتے کچھ بھی نہیں ہو' مجھے تم پر ہنسی آتی ہے۔ خطرہ تم دونوں کو لاحق ہے' مجھے نہیں"۔ اتنا کہہ کر وہ مسکرائی۔ وہ بڑی بے رحمانہ مسکراہٹ تھی۔ "مجھے جمیلہ بیگم سے کوئی خطرہ نہیں اس لیے کہ میں خود جمیلہ بیگم ہوں۔"

کمرے میں دیر تک خاموشی رہی۔ وہ سب بت بنے بیٹھے تھے۔ کاظم کا منہ کھلا ہوا تھا اور وہ بڑی بے یقینی سے بدلی ہوئی الماس کو دیکھ رہا تھا۔ کلاوتی کی بھی کم و بیش یہی کیفیت تھی۔ الماس لبوں پر زہریلی مسکراہٹ سجائے انہیں دیکھ رہی تھی۔

پھر کلاوتی ہی پہلے سنبھلی۔ "کیا مطلب ہے تمہارا؟" اس نے الماس سے پوچھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" الماس نے اس کی نقل اتاری اور پھر ہنسنے لگی۔ "میں نے سیدھی سچی بات کہی ہے۔ اس کے دو مطلب نہیں ہو سکتے۔ میں نے کہا ہے کہ مجھے سب کچھ یاد ہے اس لیے کہ میں جمیلہ بیگم ہوں اور مجھے اس نے قتل کیا تھا" اس نے بڑی نفرت سے کاظم کو دیکھا۔ "لیکن مجھے دوسرا جنم مل گیا"۔ اس نے اپنی جلد کو چٹکی سے پکڑ کر کھینچنے کی کوشش کی۔ "یہ.......... یہ تو بس ایک لباس ہے۔ یہ بے وقوف اداکارہ کا جسم میری نئی شناخت ہے لیکن اب میں جان گئی ہوں کہ میں درحقیقت کون ہوں اور مجھے کیا کرنا ہے۔ کیا کچھ کر سکتی ہوں میں"۔ اس نے پھر کاظم کو گھورا۔ "وہ سب کچھ خود میں نے کیا تھا۔ تمہاری اسٹڈی کو الٹ پلٹ کرنا۔ وہ رقعہ.......... اور ہاں' تمہارے بلّے کو میں نے ہی مارا تھا۔ مجھے نفرت تھی اس بلّے سے' ڈر بھی لگتا تھا۔" وہ چند لمحوں کے لیے خاموش ہوئی پھر بولی۔ "ابتدا میں مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں یہ سب کچھ کر رہی ہوں۔ الماس کی شخصیت مضبوط تھی۔ اسے تحفظ دینے کے لیے میں.........." اس نے "میں" پر خاص زور دیا۔ "میں اس کی یادداشت کے اس حصے کو محو کر دیتی تھی لیکن کل رات جب

تم مجھے بتا رہے تھے کہ آگ کیسے لگی، مجھے سب کچھ یاد آگیا۔ اب میں پوری طرح میں ہوں......... جمیلہ بیگم۔ اب میں بالارادہ وہ کچھ کر سکتی ہوں، جو کرنا چاہتی تھی۔ یعنی تمہیں قتل کرنا۔"

اس کی نفرت کی شدت نے کلاوتی کو بھی ہلا دیا تھا۔ "کاظم......... اسے آگ کے بارے میں بتاؤ"۔ کلاوتی نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں اس شخص کی زبان سے کچھ بھی سننا نہیں چاہتی۔" الماس چلائی۔

"تمہیں سننا پڑے گا خواہ اس کے لیے تمہیں باندھنا پڑے"۔ کلاوتی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"میرے قریب نہ آنا۔"

"میں تمہیں یاد ہوں؟" کلاوتی نے پوچھا۔

"ہاں۔ کلاوتی دیوی......... نازنین کی نام نہاد سہیلی کو میں بھول سکتی ہوں۔"

"میرا مشورہ ہے کہ کاظم کی بات غور سے سنو۔"

اس بار الماس چپ رہی۔ وہ زہریلی نظروں سے کلاوتی کو دیکھ رہی تھی۔ اچانک اس نے دونوں ہاتھوں سے میز کا کنارہ پکڑا، کرسی سے اٹھی اور حیرت انگیز قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے میز کو دھکیلا۔ میز پھسلتی ہوئے کمرے کے وسط تک گئی۔ کانچ کے برتن پھسل کر گرے اور ٹوٹ گئے۔ کاظم یوں چونکا جیسے کوئی طلسم ٹوٹا ہو۔ وہ اٹھ کر الماس کی طرف لپکا اور اس نے اس کے دونوں ہاتھ جکڑ لیے۔ اس نے دوبارہ اسے کرسی پر بٹھا دیا۔ الماس اس کے چہرے کو نوچنے کی کوشش کرتی رہی۔" اس کے ہاتھ باندھنے کے لئے کچھ دیجئے"۔ اس نے کلاوتی سے کہا۔

کلاوتی رسّی لانے کے لیے لپکی۔ الماس کاظم کو گالیاں اور دھمکیاں دے رہی تھی۔ اتنی دیر میں کلاوتی رسّی لے آئی۔ انہوں نے الماس کو کرسی کے ساتھ باندھ دیا۔ الماس اب مغلظات بک رہی تھی۔ کاظم نے اپنے نچے ہوئے چہرے کو چھوا اور خون دیکھ کر آپے سے باہر ہوگیا۔ غصہ اس کے اندر طوفان کی طرح امنڈا تھا۔ "تم نے نازنین کو قتل کیا تھا" وہ چلایا۔ "تم نے ہم سب کو قتل کیا تھا......... خود سمیت۔" اس کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ اس لمحے وہ الماس کی گردن دبوچ کر اسے پل پل زندگی سے محروم کر دینا چاہتا تھا۔ اس نے اپنی دیوانگی پر قابو پانے کی کوشش کی اور کسی حد تک کامیاب رہا۔ اس نے الماس

کے چہرے پر اتنے زور کا تھپڑ مارا کہ اس کا منہ پھر گیا۔ "تم نے قتل کیا تھا اپنی بیٹی کو۔"

الماس سمٹ گئی۔ کاظم کی تندی نے اسے سہما دیا تھا۔

"تم مجھے ختم کرنا چاہتی تھیں۔ تم نے گیسولین کا چھڑکاؤ کیا تھا۔ تمہیں نہیں معلوم تھا کہ نازنین پیچ ورک مکمل کر کے واپس آچکی ہے۔ میں نے تمہیں بتایا بھی کہ وہ اوپر باتھ روم میں ہے مگر تم نے میری بات پر یقین نہیں کیا۔ تمہارے ایک ہاتھ میں موم بتی تھی اور دوسرے ہاتھ میں گیسولین کا ڈبا اور جب نازنین کمرے میں آئی تو مارے دہشت کے تمہارے ہاتھ سے موم بتی چھوٹ گئی۔ تم نے سب کچھ ختم کیا اپنے ہاتھ سے......... میں نے نہیں۔ قاتل میں نہیں، تم ہو"۔ کاظم کے جملے اس کمرے میں ہتھوڑے کی گونج بن گئے تھے۔ الماس اسے خالی خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے خدوخال ڈھیلے پڑ گئے تھے۔

کاظم اسے تفصیل سے......... لفظ بہ لفظ سب کچھ بتا رہا تھا۔ "تم عورت نہیں ذلیل ہو۔ تم نے میری نفرت کے الاؤ میں اس واحد ہستی کو جھونک ڈالا، جس سے تمہیں محبت تھی۔" اس نے آخر میں کہا۔ "میں تمہیں اپنی نفرت کے قابل بھی نہیں سمجھتا۔"

الماس کے حلق سے عجیب عجیب آوازیں نکل رہی تھیں۔ وہ رسّیوں پر زور لگا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ کاظم نے ایک الٹی ہوئی کرسی سیدھی کی اور اس پر بیٹھ گیا۔ اس کے کندھے جھک گئے تھے اور چہرہ بے رنگ ہو رہا تھا۔ کلاوتی بھی بیٹھ گئی۔ چند لمحے وہ خاموش رہی، پھر بولی۔ "جمیلہ......... الماس..... تمہیں ایک موقع ملا تھا اصلاح کا۔ الماس کی حیثیت سے تم ایک نئی زندگی کا آغاز کر سکتی تھیں۔ خوش قسمتی سے تم کاظم سے ملیں تو تمہیں پرائشچت کا ایک سنہرا موقع ملا۔ تم اسے خوشیاں دے کر اس کی زیادتیوں کی تلافی کر سکتی تھیں لیکن تمہاری نفرت بے حد توانا تھی۔ وہ نہیں ختم ہوئی، اس نے تمہیں پھر گمراہ کر دیا۔ تم نے یہ موقع گنوا دیا۔"

الماس اب چیخ چیخ کر رو رہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کی پتلیاں چڑھ گئیں۔ اس کے منہ سے کف نکلنے لگا اور چیخیں تھم گئیں۔

"میرا خیال ہے، اسے کھول دیا جائے"۔ کاظم نے گھبرا کر کہا۔

کلاوتی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں......... یہی مناسب ہے۔"

کاظم نے اٹھ کر رسّی کی بندشیں ڈھیلی کر دیں۔ رسیاں کھولتے ہی الماس کا جسم

ڈھیلا پڑ گیا اور اس کا سر گھٹنوں سے جالگا۔ ”اب کیا کروں؟“ کاظم نے پلٹتے ہوئے کلاوتی سے پوچھا۔

”پہلے کمرے کی صفائی کرلیں۔“ کلاوتی نے جھاڑو سنبھالتے ہوئے کہا‘ اگلے ہی لمحے وہ ٹوٹے ہوئے برتنوں کی کرچیاں سمیٹ رہی تھی۔

کاظم نے نرمی سے الماس کے کندھے کو چھوا۔ وہ فوراً ہی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

”پلیز مجھے تم ہاتھ نہ لگانا۔“ وہ بولی۔

کاظم نے اپنا ہاتھ یوں کھینچ لیا‘ جیسے غلطی سے دہکتے ہوئے انگارے کو چھو بیٹھا ہو۔

”پلیز.......... مجھے ایک سگریٹ لادو۔“ الماس نے کہا۔

کاظم نے حیرت سے اسے دیکھا لیکن پیکٹ سے سگریٹ نکال کر اسے دے دی۔ الماس نے فرش سے ماچس اٹھائی اور سگریٹ سلگا کر ایک کش لیا۔ فوراً ہی اس پر کھانسی کا دورہ سا پڑ گیا۔ ”نہیں.......... میں نہیں پی سکتی۔“ اس نے سگریٹ فرش پر گرا کر مسل دی۔ ”میری.......... میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔“ اس نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا۔

کلاوتی صفائی کرتے کرتے رک گئی اور متوقع نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

”جو کچھ تم نے مجھے بتایا ہے۔“ الماس کاظم سے مخاطب تھی۔ ”جو کچھ میں نے کہا ہے‘ اس کے بعد.......... سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟“

کاظم کو احساس تھا کہ الماس ایک بڑے شاک سے گزر رہی ہے۔ وہ انصاف کے اس شعوری احساس سے محروم ہو چکی تھی‘ جس کے تحت وہ اس سے اندھادھند انتقام لینے میں خود کو حق بہ جانب سمجھ رہی تھی۔ وہی اس کی زندگی کی اصل قوت تھی‘ جو چھن گئی تھی۔ اب وہ صورتِ حال کو نئی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی.......... اور وہ بھی ہوش مندوں کی طرح۔ ”سب ٹھیک ہو جائے گا“ اس نے الماس کو تسلی۔ ”وقت ہر زخم کا مرہم ہوتا ہے۔“

الماس نے دھیرے سے نفی میں سر ہلایا۔ ”جو کچھ میں نے کیا‘ جو کچھ میں کر چکی ہوں.......... “ اس کی آواز پھنسنے لگی۔ اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

”جو کچھ تم نے کیا‘ بے حد خوفناک تھا لیکن اس کا تمہیں احساس ہو گیا ہے تو مستقبل کو ضرور سدھارا جاسکتا ہے۔“ کاظم نے کہا۔

”ہاں.......... اب تو اہمیت بس مستقبل ہی کی ہے۔“ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ کاظم نے خود کو اس پر جھپٹنے کے لیے تیار کیا لیکن فوراً ہی اس نے اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ وہ تو بے حد شکست خوردہ اور مضمحل نظر آرہی تھی.......... اس الماس سے یکسر مختلف‘ جس نے ذرا دیر پہلے بھاری میز کو کھلونے کی طرح دھکیل دیا تھا۔

الماس کلاوتی کی طرف مڑی۔ ”مجھے باتھ روم جانا ہے۔ ذرا منہ دھولوں۔“

کلاوتی ایک لمحے کو ہچکچائی پھر اس نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”وہ ہال میں بائیں جانب والا دوسرا دروازہ ہے باتھ روم کا۔“

الماس ہال کی طرف چل دی۔ اس کے قدموں کی چاپ بھی مری مری اور سوگوار سی تھی۔

کمرے میں چند لمحے خاموشی رہی پھر کاظم نے کلاوتی سے پوچھا۔ ”کیا خیال ہے آپ کا؟“

”اسے منہ دھونے کا خیال آیا ہے۔ یہ اچھی علامت ہے۔“ کلاوتی بولی۔ اس نے برتنوں کی کرچیاں ایک جگہ جمع کرلی تھیں۔ ”ذرا یہ شاپنگ بیگ کھولو۔“

کاظم نے شاپنگ بیگ کا منہ کھولا۔ کلاوتی نے کرچیاں اس میں ڈال دیں پھر اس نے شاپنگ بیگ لے جا کر ڈسٹ بن میں ڈال دیا۔

کچھ دیر بعد کاظم کو بے چینی سی ہونے لگی۔ ”الماس نے بہت دیر لگا دی باتھ روم میں؟“ اس نے کہا۔

”تم ذرا ذرا سی بات پر پریشان ہونے والے لگتے ہو۔“ کلاوتی نے مسکراتے ہوئے کہا ”تمہیں نہیں معلوم کہ عورتوں کو منہ دھو کر میک اپ بھی تازہ کرنا ہوتا ہے۔ دیر تو لگتی ہی ہے۔“

کاظم نے میز پر رکھے پیکٹ سے سگریٹ نکالی اور ماچس کی تلاش میں جیب ٹٹولی لیکن ماچس جیب میں نہیں تھی۔ ”ذرا ماچس دیجئے گا“ اس نے کلاوتی سے کہا۔ کلاوتی جھک کر میز کے نیچے دیکھنے لگی۔ ”میز پر نہیں ماچس۔ نیچے گری ہو گی۔“ اس نے کہا‘ پھر کہا۔ ”لیکن نیچے تو نہیں ہے۔“

”تو پھر.......... “ کاظم کہتے کہتے رک گیا اور بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ”الماس!“ اس نے بے ساختہ کہا۔

"چلو.......... الماس کی خبر لیں۔ باتھ روم میں کیا کر رہی ہے اتنی دیر سے۔" کلاوتی نے کہا۔ اس کے لہجے میں پریشانی تھی۔

وہ دونوں ہال کی طرف بڑھے جہاں باتھ روم تھا۔ "کہیں کوئی سنگین حماقت نہ کر بیٹھی ہو۔" کاظم نے پریشانی سے کہا۔

کلاوتی نے کوئی جواب دینے کے بجائے باتھ روم کے بند دروازے پر دستک دی لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر دستک دی۔ اس بار بھی اندر خاموشی تھی۔ اس نے دروازے کو دھکیلنے کی کوشش کی لیکن دروازہ اندر سے لاک تھا۔ کاظم نے بھی زور لگا کر دیکھ لیا لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اس کا جسم تننے لگا۔

"دروازہ توڑ دو۔" کلاوتی نے کہا۔

کاظم نے پیچھے ہٹ کر پوری قوت سے دروازے پر کندھا مارا۔ اس کا کندھا دکھنے لگا لیکن دروازہ ہلا بھی نہیں۔ اس نے سوچا' فلموں میں تو دروازہ آسانی سے کھل جاتا ہے۔

"پھر کوشش کرو۔"

چھٹی ساتویں کوشش کے نتیجے میں دروازہ کھلا۔ کاظم کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا دیکھنے کی توقع تھی.......... باتھ ٹب میں الماس کی لاش کی؟ یا شاور سے تولیے کے پھندے سے جھولتی ہوئی الماس کی؟ کچھ بھی ہو' اسے یہ توقع ہرگز نہیں تھی کہ باتھ روم خالی ہوگا۔ باتھ روم کی کھڑکی چوپٹ کھلی تھی۔ اس نے بڑھ کر کھڑکی سے باہر جھانکا مگر کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔

"پنچھی اُڑ چکا ہے۔" کلاوتی نے کہا۔

"لعنت ہو اداکاراؤں پر۔" کاظم غرایا۔

"کیا مطلب؟"

"میں ہر بار یہ بات بھول جاتا ہوں کہ وہ بہت اچھی اداکارہ ہے۔ اس وقت تو اس نے حد ہی کردی۔ کیسے جُل دے کر نکل گئی۔"

"چلو۔" کلاوتی نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "اسے تلاش کرنا ضروری ہے۔"

وہ سامنے والے دروازے سے باہر نکلے۔ "لعنت!" کاظم پھر غرایا۔ "کم بخت نے میری کار کے چاروں ٹائر تباہ کر دیے۔"

"وہ شاید باہر نکل گئی ہے۔ تم یہیں ٹھہرو' میں اپنی کار کی چابی لاتی ہوں۔" کلاوتی نے کہا اور اندر چلی گئی۔ ذرا دیر بعد وہ چابیاں لے کر آئی۔ چابیاں اس نے کاظم کو دیں اور بولی۔ "تم گیراج سے کار نکالو۔ میں عقبی دروازہ بند کر آؤں۔"

کاظم چابی لے کر گیراج کی طرف چل دیا۔ اس نے گیراج کا دروازہ کھولا۔ اندر قدم رکھتے ہی اسے گیسولین کی تیز بو کا احساس ہوا۔ گیراج میں ایسی بو کا ہونا کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی لیکن بو بہت تیز تھی پھر اسے احساس ہوا کہ فرش بھی گیلا ہو رہا ہے۔ اس نے جوتے سے فرش کو ٹٹولا وہاں ہر طرف گیسولین پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے منبع تلاش کیا' گیسولین کار کے نیچے سے بہہ کر آ رہی تھی۔

اسی وقت عقب میں ایک دھماکا ہوا اور گیراج کا دروازہ بند ہوگیا۔

گیراج میں اندھیرا ہوگیا۔ کاظم اب خوف زدہ تھا۔ لائٹ کا سوئچ تلاش کرنے میں اسے ذرا دیر لگی۔ اس نے سوئچ آن کیا۔ ساتھ ہی اسے احساس ہوا کہ سوئچ ناکارہ ہے یا بلب موجود نہیں ہے۔ گیراج میں بدستور اندھیرا تھا۔ اس کا خوف اور گہرا ہوگیا۔

بند دروازے کے اس طرف سے الماس نے چیخ کر کہا۔ "پھنس گئے نا' اب میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔"

کاظم نے بڑھ کر گیراج کے دروازے کو کھولنے کی کوشش کی لیکن وہ اسے ہلا بھی نہ سکا۔ چند منٹ بعد اس کی نظر گیراج کے اندھیرے سے ہم آہنگ ہوگئی۔ اس نے دروازے کو پھر ٹرائی کیا لیکن ناکام رہا۔ اسے یہ معلوم ہوگیا کہ دروازہ اندر کی طرف کھلتا ہے لیکن مقفل باہر سے ہے۔

"تم چوہے کی طرح پھنس چکے ہو۔" الماس کی آواز سنائی دی۔ لہجہ فاتحانہ تھا۔

"الماس پلیز.......... مجھ سے معقولیت سے بات کرو۔" کاظم نے چلّا کر کہا۔ "نازنین کی موت کا ذمے دار میں نہیں تھا' تم تھیں۔ مجھے کس بات کی سزا دے رہی ہو؟"

"ہاں' مجھے سب یاد آگیا۔" باہر سے الماس چلّائی "میں نے جو کچھ کیا' اس کے ذمے دار تم تھے۔ تم نے مجھے مجبور کر دیا تھا۔ تم نے میرے سامنے کوئی راستہ نہیں چھوڑا تھا' مجرم تم ہو۔"

"پلیز الماس.........."

"اب تم اپنے کیے کی سزا بھگتو گے۔"

کاظم کے لیے اب کلاوتی ہی ایک امید تھی مگر چند منٹ بعد اس نے کلاوتی کی چیخ اور پھر کسی بھاری چیز کے گرنے کی آواز سنی تو اس نے جان لیا کہ اب باہر سے کوئی مدد نہیں مل سکے گی۔ اس نے بڑھ کر کار کے نیچے جھانکا الماس نے شاید ٹنکی میں سوراخ کر دیا تھا۔ اس سے قطرہ قطرہ گیسولین ٹپک کر کار کے نیچے جمع ہو رہی تھی۔

کاظم کو شدت سے غصہ آ رہا تھا۔ اس کے باوجود الماس کی ذہانت اور منصوبہ بندی کو سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ اسے گھیر کر یہاں لائی تھی۔ اس نے پہلے اس کی کار کو ناکارہ بنایا پھر شاید گیراج کا بلب نکالا اور اس میں کھڑی کار کی ٹنکی میں سوراخ کیا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ ہر حال میں یہاں آئے گا۔

"اب تم ایک بار پھر جل مرو۔" باہر سے الماس نے چیخ کر کہا۔ اگلے ہی لمحے دروازے کی نچلی درز آگ کی لپلپاتی زبان سے بھر گئی۔

اب سوچنے کا وقت بالکل نہیں تھا اور سامنے کئی امکانات بھی نہیں تھے کہ وہ الجھتا۔ کار کی چابی اس کے پاس تھی۔ اس نے دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ابھی گیسولین کے بلبلے اتنے توانا نہیں تھے کہ ننھے سے شعلے سے بھڑک جاتے لیکن کار کے نیچے گیسولین کا اچھا خاصا تالاب سا بنا ہوا تھا۔ آگ وہاں تک پہنچنے کی صورت میں کچھ بھی نہ بچتا۔ وہ دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ کار کی ٹنکی میں اب بھی گیسولین کی معقول مقدار موجود ہو۔

اس نے اگنیشن میں چابی گھمائی۔ انجن کھانسا لیکن جان نہ پکڑ سکا۔ کاظم کا دل بیٹھنے لگا۔ وہ ہر لمحے یہ سوچ رہا تھا کہ.......... کار دھماکے سے پھٹ جائے گی۔

اس نے چابی دوبارہ گھمائی، اس بار انجن اسٹارٹ ہو گیا۔ اس نے گاڑی کو ریورس کرتے ہوئے سوچا کہ کار کی تباہی ناگزیر ہے۔ بس یہ خیال تسلی بخش تھا کہ اگر گاڑی گیراج کے دروازے سے ٹکرا کر نہ تباہ ہوئی تو گیراج کے اندر جل کر خاک ہو جائے گی۔ پہلی صورت میں بہرحال جان بچنے کا امکان موجود تھا۔

گاڑی کو گیراج کی آخری حد تک لے جا کر اس نے روکا۔ یہ بھی مقام شکر تھا کہ گیراج کا دروازہ لکڑی کا تھا۔ اگر وہ گاڑی کو معقول رفتار سے دوڑانے میں کامیاب ہو جاتا تو بچت کا امکان خاصا قوی تھا۔

اس نے گیئر بدلا اور ایکسیلیٹر پر پاؤں کا پورا دباؤ ڈالا۔ کار تیزی سے حرکت میں

آئی، ٹائر چیخے، اگلے ہی لمحے دھات اور لکڑی کی ٹکر کے نتیجے میں دھماکا ہوا۔ اس کے سر کو جھٹکا لگا۔ گردن اور کمر میں تکلیف کا احساس ہوا۔ کار دروازے میں گھس گئی تھی۔ دروازہ ایک طرف ہٹتا چلا گیا۔

ڈرائیو کرتے ہوئے کاظم نے گھوم کر دیکھا۔ الماس کا چہرہ اسے محض انچوں کے فاصلے پر محسوس ہوا۔ اس کا قہقہہ چیخ میں تبدیل ہو گیا تھا۔ متبسم چہرے کے نقوش دہشت کے تاثر نے مسخ کر دیے تھے۔ کار کی رفتار اتنی تیز تھی کہ وہ حرکت بھی نہ کر سکی اور کاظم کے لیے بھی بریک لگانا ناممکن تھا۔

کار الماس کے جسم سے ٹکرائی۔ الماس کھلونے کی طرح فضا میں اچھلی اور دھماکے سے زمین پر گری۔ اسی لمحے کار اس کے اوپر سے گزر گئی۔

☆==========☆==========☆

الماس کا ہرا بھرا شاداب جسم مٹی کے سپرد کیا جا چکا تھا۔ کاظم بہت اداس تھا۔ اسے اپنے ضمیر پر بوجھ محسوس ہو رہا تھا۔ اسے رہ رہ کر یہی خیال آتا تھا کہ الماس کی موت کا ذمے دار وہ ہے۔ یہ بات نہیں کہ الماس اس کے ہاتھوں کار کے نیچے آ کر کچلی تھی۔ اسے یہ احساس ستا رہا تھا کہ اس کی کسی غلطی کا یہ نتیجہ نکلا ہے۔ اگر اس نے وہ غلطی نہ کی ہوتی تو الماس آج زندہ ہوتی لیکن وہ اس غلطی کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

کلاوتی نے کئی بار مدلل انداز میں اسے سمجھانے کی کوشش کی.......... قائل کرنا چاہا لیکن ضمیر دلیلوں سے کب بہلتا ہے۔ کاظم کی خلش دور نہ ہو سکی۔

اس نے اپنے مکان کی مرمت اور تعمیرِ نو کا کام شروع کرا دیا تھا۔ کلاوتی کے اصرار کے باوجود اس نے کلاوتی کے ہاں قیام گوارا نہیں کیا تھا اور ایک ہوٹل میں مقیم تھا۔ وہ ان دنوں دنیا سے کٹ کر رہ گیا تھا۔ نازنین کی کہانی مکمل ہو چکی تھی۔ اگرچہ اس کا مسودہ جل چکا تھا لیکن کہانی تمام جزئیات کے ساتھ اس کے ذہن میں موجود تھی اور وہ جانتا تھا کہ وہ اسے پہلے سے زیادہ مؤثر انداز میں لکھ سکتا ہے۔ اب زیادہ وقت بھی نہ لگتا لیکن اس کا لکھنے کا موڈ ہی نہیں بن رہا تھا۔

ان دنوں اس کا ایک ہی کام رہ گیا تھا۔ اکیلے بیٹھ کر گزرے ہوئے واقعات پر سوچنا.......... ان کا منطقی تجزیہ کرنا۔ اسی دوران اس پر منکشف ہوا کہ اس کے ضمیر پر الماس کی موت کے علاوہ بھی ایک بہت بڑا بوجھ ہے.......... گمراہی کا بوجھ۔ گھر میں آگ

لگنے سے الماس کی موت تک کا وقت ایسا تھا' جس میں وہ آواگون کا قائل ہو گیا تھا۔ اسے خوب یاد تھا کہ اس تمام وقت میں وہ خود کو منظور اور الماس کو جمیلہ بیگم سمجھتا رہا تھا۔ اس نے جب بھی منظور کی صفائی پیش کی تو واحد متکلم کا صیغہ استعمال کیا تھا اور اس نے جب بھی نازنین کی موت پر جمیلہ بیگم کو موردِ الزام ٹھہرایا تھا تو الماس سے واحد حاضر کے صیغے میں کلام کیا تھا۔ یہ کھلی ہوئی گمراہی تھی۔ اس سے پہلے وہ گومگو کی کیفیت میں رہا تھا۔ شعوری طور پر اس نے ہمیشہ آواگون کی نفی کی تھی مگر آگ کے بعد والی آزمائش نے اس کی اس شعوری مزاحمت کو توڑ ڈالا تھا۔

اب وہ اس صورتِ حال پر غور کر رہا تھا۔ عقیدہ حیات بعد الموت ایمان کا جزو تھا۔ اس لحاظ سے ان کمزور ساعتوں میں وہ ایمان کی حدود پھلانگ چکا تھا۔ یعنی اب تجدیدِ ایمان ضروری تھا۔ اس نے غیر جانب داری سے سوچنے کی کوشش کی تو اسی نتیجے پر پہنچا کہ اس طرح کی صورتِ حال میں ایک عام انسان کا یہی حشر ہو سکتا تھا مگر گمراہی تو بہرحال گمراہی تھی۔ اب تجدیدِ ایمان کے لیے استغفار کا سہارا لینا تھا۔ اللہ تو سب کچھ جانتا ہے اور وہ بہت معاف کرنے والا' بہت مہربان ہے۔

اس مرحلے سے گزرنے کے بعد وہ کافی ہلکا پھلا ہو گیا۔ اس کا ذہن زیادہ بہتر طور پر سوچنے اور سمجھنے کے قابل ہو گیا۔ ایسے میں اس کے ذہن میں ایک اور سوال نے سر اٹھایا۔ الماس کیسے گمراہ ہو گئی تھی؟ وہ خود کو جمیلہ بیگم کیوں سمجھ رہی تھی؟ اپنے بارے میں تو وہ جانتا تھا کہ اسے واقعات ہی ایسے پیش آئے تھے کہ بھٹکنا لازمی تھا پھر وہ زرخیز تخیل کا مالک ایک رائٹر تھا لیکن الماس کے ساتھ تو ایسی کوئی بات نہیں تھی الماس کے پاس خود کو جمیلہ بیگم سمجھنے کا کیا جواز تھا۔ وہ اپنا اور الماس کا موازنہ کرنے لگا۔

یہ سارا چکر اس وقت شروع ہوا تھا جب اس نے اور الماس نے فلم پیاسا ساون دیکھی تھی۔ فلم نے اسے ہلا ڈالا تھا جبکہ الماس ذرا بھی متاثر نہیں ہوئی تھی پھر فلم نے اور اس کی ہیروئن نازنین نے اسے اس حد تک انسپائر کیا تھا کہ اسے ایک کہانی کا آئیڈیا سوجھ گیا تھا اور اس آئیڈیے کی اساس جیتی جاگتی نازنین تھی لیکن وہ نازنین کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ یہاں سے ریسرچ کا چکر شروع ہوا تھا۔ اسے نازنین کے متعلق صرف ایک چھوٹی سی بایوگرافی مل سکی تھی' جس سے کچھ زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوئی تھیں۔ یعنی اس کے لیے اپنے تخیل پر انحصار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا تھا اور

کیونکہ وہ ایک حقیقت پر کہانی تعمیر کر رہا تھا لہٰذا لاشعوری طور پر تخیل کو متحرک کر دیا تھا مگر نام نہاد ریسرچ بھی جاری رکھی تھی۔ اسی ریسرچ کے سلسلے میں وہ کلاوتی سے ملا تھا۔ کلاوتی ہندو تھی اور آواگون پر یقین رکھتی تھی۔ یہیں سے اس کی گمراہی کا آغاز ہوا تھا۔ گمراہی.......... ہر طرح کی برائی چھوت کی بیماری کی طرح ہوتی ہے اور اُڑ کر لگتی ہے۔

اس تجزیے کے نتیجے میں یہ سوال اور طاقت ور بن کر ابھرا کہ الماس کو یہ بیماری کیونکر لگی؟ خود اس نے کبھی الماس کو یہ نہیں بتایا تھا کہ اپنے خیال میں وہ پچھلے جنم میں نازنین کا عاشق منظور نظر رہ چکا ہے۔ پھر کیوں.......... کیوں؟

شام کا وقت تھا وہ اس سوال کے مسلسل ڈنک سے گھبرا کر وہ باہر نکل آیا۔ اسے خیال آیا کہ سوچنے کے لیے ساحلِ سمندر مناسب ترین مقام ہے۔ وہ ساحلِ سمندر پر پہنچ گیا۔ وہ چھٹی کا دن نہیں تھا۔ اس لیے ساحل پر زیادہ ہجوم نہیں تھا۔ وہ ریت پر بیٹھ گیا اور الجھے ہوئے سوالوں میں سر کھپانے لگا۔

لیکن الماس کا مسئلہ حل ہونے والا نہیں تھا۔ یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں تھی کہ الماس نے خود کو جمیلہ بیگم کیوں سمجھا.......... اور اسے نازنین والے معاملات کی کیسے خبر ہوئی۔ اس بات کی کوئی توجیہہ سمجھ میں نہیں آئی تو ایک لمحے کو اس کے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ کہیں وہ سچ مچ.......... لیکن فوراً ہی اسے اپنی توبہ کا خیال آ گیا اور اس نے اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ بہرحال بات وہیں کی وہیں تھی۔

پھر اچانک اس کا ذہن جیسے کھل گیا۔ اسے بہت کچھ سجھائی دینے لگا۔ ایسی باتیں' جنہیں اس نے کوئی اہمیت نہیں دی تھی' اب احساس ہو رہا تھا کہ وہ بہت اہم تھیں۔ صورتِ حال کا ایک واضح خاکہ اس کے ذہن میں ابھر رہا تھا۔

اچانک پلاسٹک کی ہوا بھری ہوئی ایک گیند اس کے قدموں میں آ کر گری پھر کتے کے بھونکنے کی آواز سنائی دی اور کتے نے جھپٹ کر گیند منہ میں دبالی۔ کاظم کو وہ بے وقت مداخلت بہت بری لگی۔ اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ اس کے چہرے پر بدمزگی کا تاثر تھا لیکن آشا کو دیکھتے ہی وہ ڈھل گیا۔

"ہیلو.......... کیسی ہو؟" اس نے کہا۔

"اتنے دن ہو گئے' تم نے ہماری خبر بھی نہیں لی۔" آشا نے شکوہ کیا۔

"اب تمہاری خبر لوں گا اچھی طرح۔"

نہ جانے کیوں آشا کا چہرہ فق ہو گیا۔ "میں ہوں ہی اسی قابل۔" وہ دھیرے سے بولی "ہاں.......... الماس کی موت کا سن کر بہت دکھ ہوا مجھے۔ آپ کے گھر فون کرتی رہی لیکن جواب نہیں ملا۔"

"میں گھر میں ہوں ہی کب۔" کاظم نے کہا۔ "میں تو امپریل ہوٹل میں مقیم ہوں۔"

"ہوٹل میں، وہ کیوں؟"

"لمبی کہانی ہے۔ فرصت سے سناؤں گا۔"

"تو گھر چلیں نا۔"

کاظم نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ سوچوں کا تسلسل تو ٹوٹ ہی گیا تھا۔ اسے ایک اور خیال آیا تھا۔ آشا وہ لڑکی تھی، جس کا خیال تھا کہ اسے اپنا پچھلا جنم یاد ہے۔ یعنی وہ بھی گمراہی کے راستے پر تھی۔ یہ جاننا دلچسپ ثابت ہوتا کہ وہ اس راستے میں آگے بڑھی ہے یا نہیں پھر وہ اس میں بہت زیادہ کشش محسوس کرتا رہا تھا۔ بلکہ عرصہ گمراہی میں وہ اسے نازنین کا دوسرا جنم سمجھتا رہا تھا۔

وہ آشا کے ساتھ اس کے کاٹیج میں پہنچ گیا۔ آشا نے اسے ڈرائنگ روم میں بٹھاتے ہوئے پوچھا۔ "کافی پئیں گے؟"

"فی الحال اس کی ضرورت نہیں۔ البتہ بعد میں پی لوں گا۔" کاظم نے جواب دیا پھر وہ مسکرایا۔ "آج میں آسانی سے نہیں ٹلوں گا۔"

"اتنے یقین سے نہ کہیں یہ بات۔" آشا نے سنجیدگی سے کہا ویسے یہاں کوئی یہ چاہتا بھی نہیں کہ آپ ٹلیں۔"

"کیا مطلب ہوا اس بات کا؟"

"کون سی بات کا؟"

"پہلی بات کا۔"

"میں آپ کو دونوں باتوں کا مطلب سمجھا دوں گی۔" آشا اب بھی سنجیدہ تھی۔ "سمجھا کیا دوں گی، آپ خود ہی سمجھ جائیں گے پھر آپ وہ کریں گے، جو آپ نے ساحل پر کہا تھا۔"

"ساحل پر؟ کیا کہا تھا میں نے؟" کاظم نے حیرت سے پوچھا۔

"یہی کہ میری اچھی طرح خبر لیں گے۔"

"ارے وہ.......... وہ تو مذاق کی بات تھی۔"

"لیکن میں سچ مچ اس کی مستحق ہوں۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔"

"میری بات غور سے سنیں پھر فیصلہ کیجئے گا۔ اگر میرے اور آپ کے تعلق کی کوئی اہمیت ہے تو مجھے معاف کر دیجئے گا۔ ورنہ میں ہر سزا کے لیے تیار ہوں۔" آشا نے کچھ توقف کیا۔ کاظم بڑی توجہ سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "میں آپ سے اپنی غرض سے ملی تھی۔ میری بہت سی باتیں بناوٹی تھیں۔ صرف اس لیے کہ آپ سے میرا ایک مفاد وابستہ تھا۔"

کاظم کے لیے وہ دھماکا تھا۔ وہ بھونچکا رہ گیا تھا۔ اسے خود کو سنبھالنے میں چند لمحے لگے۔ "کھل کر بات کرو، تمہاری کون سی باتیں بناوٹی تھیں؟"

"میں نے ایسی باتیں کی تھیں جن سے ظاہر ہو رہا تھا کہ میں کسی کا دوسرا روپ ہوں۔ دوسرا جنم ہوں۔ درحقیقت میں نے نام لیے بغیر یہ تاثر دینا چاہا تھا کہ میں پچھلے جنم میں اداکارہ نازنین تھی اور میں کامیاب بھی رہی تھی۔ دوسری ملاقات میں آپ نے مجھے نازنین کہہ کر پکارا تھا اور کہا تھا کہ آپ کی لکھی ہوئی فلم میں نازنین کا کردار میں ہی کروں گی.........."

کاظم کو لگ رہا تھا کہ اس کی محبت کا محل زمین بوس ہو گیا ہے۔

"لیکن تم نے ایسا کیوں کیا؟" اس نے تند لہجے میں پوچھا۔

"مجھے اندازہ تھا کہ نازنین کا کردار یادگار رہے گا۔ میں وہ رول لینا چاہتی تھی۔ میں جانتی ہوں کہ مجھ میں بے پناہ صلاحیتیں ہیں لیکن مجھے اب تک کوئی ایسا کردار نہیں ملا ہے، جس کے ذریعے میں خود کو منوا سکوں۔ مجھے طویل اور کامیاب فلمی کیریر کی کوئی آرزو نہیں۔ میں بس خود کو منوانا چاہتی ہوں۔ میں نے سوچا تھا کہ یہ کردار کرنے کے بعد فلم سے کنارہ کش ہو جاؤں گی۔"

"تو پھر تم نے یہ اعتراف کیوں کیا؟ میں تو تم پر اعتبار کر چکا تھا۔ نازنین کا کردار تمہیں ہی ملنا تھا۔"

"یہ احساس ہو گیا تھا کہ کوئی اور چیز اس کردار سے.......... اس خود کو منوانے کی خواہش سے بھی اہم ہے۔ آپ میرے نزدیک زیادہ اہم.........."

"بس یہ مکالمے میں اب نہیں سننا چاہتا۔" کاظم نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "تم نے پہلے بھی کچھ اسی طرح کی بات کہی تھی.......... پہلی ملاقات میں.......... کہ میں تمہیں بہت جانا پہچانا لگتا ہوں۔ جیسے تم نے میرے ساتھ بہت وقت گزارا ہے اور میں تمہاری باتوں میں آگیا تھا۔"

"خدا کی قسم، وہ جھوٹ نہیں تھا اور اسی لیے تو نے میں آپ کو سب کچھ سچ سچ بتا دیا ہے کہ میں کسی دیرپا اور اہم ترین تعلق کی بنیاد جھوٹ پر نہیں رکھنا چاہتی۔ اب میرے دل اور ضمیر پر کوئی بوجھ نہیں۔ یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ مجھے معاف کریں گے یا سزا دیں گے۔"

کاظم کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا۔ "میں تمہیں کوئی سزا نہیں دوں گا، بس.........."

"پلیز.......... آگے کچھ نہ کہیں۔" آشا نے اس کی بات کاٹ دی۔ "جو کچھ آپ کہنے والے ہیں، وہ میرے لیے سب سے بڑی سزا ہوگی۔"

"تمہیں کیا معلوم کہ میں کیا کہنے والا تھا اور کیسے معلوم؟"

"بس معلوم ہے کہ آپ کہیں گے.......... آئندہ تم سے نہیں ملوں گا۔ یقین کریں، یہ میرے لیے سخت ترین سزا ہوگی۔"

کاظم نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا۔ "مگر میں کیسے یقین کرلوں کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ تم خود اعتراف کر چکی ہو کہ وہ سب کچھ ڈراما تھا۔"

"میں آپ کو یقین نہیں دلا سکتی۔" آشا کی آواز بھرا گئی۔ "اب میری گواہی خود آپ کا دل ہی دے تو دے۔"

کاظم سوچ رہا تھا کہ کسی طور بھی سہی، بہرحال ایک اور مسئلہ حل ہوا، ایک الجھن دور ہوئی، اس نے اپنے دل کو ٹٹولا۔ وہاں آشا کے لئے اب بھی محبت تھی۔ بلکہ اب وہ شاک سے سنبھلنے کے بعد پوری ہوش مندی سے سوچ رہا تھا۔ اگر آشا سچی نہ ہوتی، اس کے دل میں اس کی محبت نہ ہوتی تو وہ اعتراف کیوں کرتی۔ خود وہ تو اس کے جھوٹ کو کبھی نہیں پکڑ سکتا تھا۔

"اب آپ ہی فیصلہ سنادیں۔ میں منتظر ہوں۔" آشا نے اسے چونکا دیا۔

"تم ایسا کرو، مجھے کافی پلاؤ۔"

آشا حیرت سے اسے دیکھتی رہی۔ "کیا.......... کیا مطلب؟" وہ ہکلائی۔

"میں نے فیصلہ سنا دیا ہے۔ تمہاری سزا یہ ہے کہ تم مجھے فوراً کافی بنا کر دو۔ میں نے کہا تھا نا کہ آسانی سے نہیں ٹلوں گا۔"

آشا کی عجیب کیفیت تھی۔ وہ ہنس بھی رہی تھی اور رو بھی رہی تھی۔

"بس اب اٹھ جاؤ۔ میں کافی کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔"

آشا کافی بنا کر لے آئی۔ کاظم نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے اس سے پوچھا۔ "ایک بات بتاؤ۔ تمہیں اس کہانی کے بارے میں معلوم کیسے ہوا تھا۔ ظاہر ہے، بغیر معلومات کے تو تم نازنین بننے کی کوشش نہیں کر سکتی تھیں۔"

"جس روز آپ پہلی بار کلاوتی دیوی سے ملے تھے، میں وہیں موجود تھی،" آشا نے وضاحت کی۔ "میں ان کے پاس اکثر جاتی رہتی ہوں۔ میں نے آپ کی اور ان کی پوری گفتگو سنی۔ فلمی حلقوں میں آپ کا بڑا نام ہے۔ مجھے یقین ہوگیا کہ آپ کی یہ کہانی تہلکہ خیز ہوگی۔ خوش قسمتی سے مجھے کلاوتی دیوی کے ہاں نازنین کی ایک بایوگرافی بھی نظر آگئی.........."

کاظم بری طرح چونکا۔ "نازنین کی بایوگرافی؟ وہی.......... نازنین، ایک مسئلہ۔"

"جی نہیں، اس کا عنوان تھا.......... آگ میں پھول۔"

کاظم کو یاد آگیا۔ یہ وہی بایوگرافی تھی، جو نایاب تھی، جو کیدار ناتھ فلم انسٹی ٹیوٹ کی لائبریری سے کسی خاتون نے اشو کرائی تھی اور واپس نہیں دی تھی۔ "وہ کتاب اس وقت کہاں ہے؟" اس نے بے تابی سے پوچھا۔

"میں جیسے خاموشی سے کتاب لائی تھی، ویسے ہی واپس رکھ آئی تھی۔" آشا نے جواب دیا۔

کاظم کے ذہن میں دریچے کھل گئے۔ سب کچھ روشن روشن نظر آنے لگا۔ اسے اب پھر سوچنا تھا۔ ساحل پر آشا کی مداخلت سے پہلے وہ جو کچھ سوچ رہا تھا، اب اس پر سکون سے مزید غور کرنا تھا۔ "سنو آسیہ، میں چاہتا ہوں کہ کچھ دیر کے لیے مجھے تنہا چھوڑ دو۔" اس نے آشا سے کہا۔ آشا اٹھنے لگی تو وہ بولا۔ "اور ہاں.......... مجھے اور کافی دو۔"

آشا نے اسے مزید کافی لا کر دے دی اور کمرے سے چلی گئی۔ کاظم نے سگریٹ سلگائی اور دھوئیں کے مرغولے بناتا ہوا ذہن میں جمع معلومات کو مرتب کرتا اور سوچتا رہا۔

بہت سوچنے کے بعد وہ جس نتیجے پر پہنچا، وہ یقینی نہیں تھا لیکن منطقی طور پر کچھ اور ممکن

ہی نہیں تھا البتہ وہ اس کی تصدیق کرنے کی کوشش ضرور کر سکتا تھا۔

اس نے فیصلہ کیا کہ یہ کوشش وہ ضرور کرے گا۔ ویسے بھی اسے یقین تھا کہ اس کی زندگی اب بھی محفوظ نہیں۔ کہانی کچھ اور ہی رنگ اختیار کر گئی تھی۔

اس نے آسیہ کو پکارا۔ وہ آئی تو وہ اٹھ چکا تھا۔ "آسیہ......... میں ایک ضروری اور اہم کام سے جا رہا ہوں۔"

"لیکن آپ نے تو کہا تھا........."

"اور درست کہا تھا۔" کاظم نے اس کی بات کاٹ دی۔ "لیکن میں الجھنوں سے پاک زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ آج انشاء اللہ میں اپنا ہر معاملہ نمٹا لوں گا پھر میں تمہارے پاس آؤں گا......... تمہیں اپنے ساتھ لے جانے کے لیے۔"

"لیکن ابھی تو......... وہ ضروری کام کل بھی ہو سکتا ہے۔"

"نہیں۔ میں اب ایک منٹ بھی نہیں رک سکتا۔"

☆==========☆==========☆

وہ نو بجے کلاوتی کے گھر پہنچا۔ کلاوتی نے بڑی گرم جوشی سے اس کا خیر مقدم کیا اور اسے ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ "چائے پیو گے؟" اس نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ اس وقت تو میں ایک کام سے آپ کے پاس آیا ہوں۔" کاظم نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ کے پاس نازنین کی بایوگرافی آگ میں پھول ہے نا۔ وہ مجھے پڑھنے کے لیے دے دیں۔ میں آج اس کہانی کو ختم کر دینا چاہتا ہوں۔"

"آگ میں پھول؟ وہ تو میرے پاس نہیں ہے۔" کلاوتی نے کہا۔

"لیکن آپ کے پاس تو تھی۔"

"نہیں۔ میرے پاس کبھی نہیں رہی۔"

"اس بات کا گواہ بھی موجود ہے کہ وہ کتاب آپ کے پاس تھی۔"

"گواہ کی کیا بات ہے۔" کلاوتی نے بے حد سکون سے کہا۔ "وہ کتاب پاس رکھنا جرم ہے کیا؟"

"جرم نہیں تو آپ چھپا کیوں رہی ہیں۔" کاظم نے کہا پھر اس نے اندھیرے میں تیر چلایا۔ "اور لائبریری کی کتاب' وہ بھی نایاب کتاب بغیر اجازت کے رکھ لینا اخلاقی جرم تو بہرحال ہے۔"

کلاوتی کے چہرے کی رنگت متغیر ہو گئی۔ "میرے نزدیک وہ نازنین کی یادگار تھی اور میں اسے چھپا نہیں رہی ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ اب میرے پاس نہیں ہے۔ کسی کو دے دی تھی۔"

"الماس کو دی ہو گی؟ ہے نا!"

"یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟"

"ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟ آپ نے مجھے کیوں نہیں دی وہ کتاب؟"

"تم نے مانگی ہی نہیں' پوچھا تک نہیں اس کے بارے میں۔"

"مگر آپ تو جانتی تھیں کہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔" کاظم نے سرد لہجے میں کہا "اب سب کچھ اگل دیں کلی دیدی........."

اچانک کلاوتی کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ "خبردار جو مجھے دیدی کہا۔ میں تمہاری دیدی کبھی نہیں رہی۔"

"یہ ہوئی نا بات!" کاظم نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔ "یہ آخری پردہ بھی اٹھ گیا۔ اب میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں۔"

"کیا سمجھ گئے ہو؟"

"یہی کہ نازنین' منظور اور جمیلہ بیگم کی قاتل آپ ہیں۔ الماس کو بھی آپ ہی نے قتل کیا ہے۔ یہ آپ کی بدقسمتی ہے کہ میں اب تک زندہ ہوں۔ الماس کی موت کے بعد آپ کے گھر قیام کر لیا ہوتا تو آپ کا یہ کانٹا بھی نکل گیا ہوتا۔"

"تم جانے کہاں کہاں کی ہانک رہے ہو۔ دماغ چل گیا ہے تمہارا۔"

"کلی دیوی......... اب مجھے سب کچھ بتانے میں کیا حرج ہے۔ بیشتر تو مجھے معلوم ہے۔"

دیکھتے ہی دیکھتے کلاوتی کا چہرہ بدلنے لگا۔ اب وہ نرم نقوش والا چہرہ نہیں تھا۔ اس پر درشتی تھی اور اس کی آنکھوں میں دیوانگی تھی۔ "ہاں......... کوئی حرج نہیں بتانے میں۔ اور میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔" وہ بولی۔ "میں منظور سے محبت کرتی تھی۔ میں بھی جوان تھی' خوبصورت تھی مگر وہ نازنین پر مرتا تھا۔ جمیلہ بیگم کو یہ بات پسند نہیں تھی۔ مجھے بھی پسند نہیں تھی۔ میں نے جمیلہ بیگم کو اکسایا کہ وہ تم سے نازنین کا پیچھا چھڑائے لیکن تم بہت ڈھیٹ نکلے۔ جمیلہ بہت منتقم المزاج عورت تھی۔ وہ تمہاری زندگی کے درپے ہو گئی۔

میں نے اس کا اعتماد حاصل کرلیا تھا۔ وہ تمہیں راستے سے ہٹانا چاہتی تھی۔ جبکہ میں نازنین کو راستے کا پتھر سمجھتی تھی۔ موت سے ایک دن پہلے نازنین نے مجھے فون کرکے بتا دیا تھا کہ وہ شیڈول سے دو دن پہلے گھر واپس آ رہی ہے۔ میں نے اس کی ماں کو اکسایا کہ اگلی رات وہ تمہارا کام تمام کردے۔ وہ نازنین کے شیڈول میں تبدیلی سے بے خبر تھی۔ تم ان دنوں نازنین کے گھر پر وقت گزارتے تھے لیکن اس کا فون ریسیو کرنے اپنے گھر جاتے تھے۔ میں نے سوچا تھا کہ جمیلہ بیگم مکان میں گیسولین کا چھڑکاؤ کرکے بند کردے گی اور نازنین گھر اس وقت آئے گی، جب تم اس کے فون کے منتظر ہو گے اپنے گھر پر۔ مجھے نازنین کے اندر داخل ہوتے ہی بس ایک دیا سلائی دکھانا ہوگی..........“

”تم نے یہ نہیں سوچا کہ منظور نازنین کے ساتھ ہوگا۔ وہ اسے ریسیو کرنے ائرپورٹ ضرور جائے گا اور اسے ساتھ لے کر آئے گا؟“ کاظم نے اعتراض کیا۔

”جو کچھ ہوا، اس منحوس نازنین کی وجہ سے ہوا۔“ کلاوتی نے زہریلے لہجے میں کہا۔ نفرت نے اس کے چہرے کے نقوش مسخ کردیے تھے۔ ”اس نے فون پر مجھ سے کہا کہ وہ اس تبدیلی کے بارے میں تمہیں نہیں بتائے گی.......... تمہیں سرپرائز دے گی۔ بعد میں اس سے رہا نہیں گیا ہوگا، اسی وجہ سے گڑبڑ ہوئی۔“

”تمہیں احساس ہے کہ تم نے اس وقت تین افراد کے قتل کا اعتراف کیا ہے؟“

”کیسا اعتراف! آگ میں نے نہیں تو نہیں لگائی تھی۔“

اس موقعے پر کاظم نے ایک اور جوا کھیلا۔ دل میں استغفار پڑھتے ہوئے اس نے کہا ”تم بھول رہی ہو کہ میں وہاں موجود تھا۔“

”تو پھر؟“

”میں جانتا ہوں کہ آگ جمیلہ بیگم کے ہاتھ سے موم بتی گرنے سے پہلے لگ چکی تھی۔“

کلاوتی کی نظریں جھک گئیں۔ ”میں اور کیا کرتی؟ جمیلہ بیٹی کو دیکھ کر مسحور ہوگئی تھی۔ اگر تم تینوں بخیروعافیت گھر سے نکل آتے تو میرا پول کھل جاتا۔ میں عقبی دروازے پر موجود تھی۔ میں نے صورتِ حال کو ہاتھ سے نکلتے دیکھا تو موم بتی اندر اچھال دی۔“

”اور اس شخص کو قتل کردیا، جس سے تم محبت کرتی تھیں۔ اسے زندہ جلا دیا؟“

”ہاں.......... زندہ جلا دیا۔“ کلاوتی نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔ اب اس کی گردن تنی

ہوئی تھی۔ ”وہ میرا نہیں ہوا تو نازنین کا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔“

”اسے محبت کہتی ہو تم؟“ کاظم نے حقارت سے کہا۔

”ہاں، یہی محبت ہے۔“

”یہ تو ہوئی منظور کی بات۔ اب میری بات کرو۔“

”میں نے تمہیں پہلی نظر میں ہی پہچان لیا تھا۔“ کلاوتی نے کہا۔ ”اور الماس تمہارا تعاقب کرتی ہوئی یہاں تک آئی تھی۔ میں نے ہپناٹائز کرکے اسے آلۂ کار بنالیا۔ ابتدا میں تمہیں تنبیہہ کرتی رہی کہ تم گڑے مُردے اکھاڑنے سے باز رہو۔ مجھے ڈر تھا کہ کسی بھی وقت تمہیں سب کچھ یاد آجائے گا۔ تم میرے لیے پھانسی کا پھندا تھے۔ تم نہ مانے تو مجھے الماس کو آگ لگانے کی ہدایت کرنا پڑی۔“

”تو الماس تمہارے پاس آتی رہی تھی؟“

”نہیں۔ اب میں ہپناٹزم میں بہت آگے ہوں۔“ کلاوتی نے فخر سے کہا۔ ”میں نے پہلی بار میں ہی اسے تفصیلی ہدایات دی تھیں، جن سے وہ انحراف نہیں کرسکتی تھی۔ ان میں ایک ہدایت یہ بھی تھی کہ وہ فون پر مجھ سے رابطہ رکھے۔“

”لیکن وہ ناکام ہوگئی؟“

”ہاں۔ اس روز میں نے تمہیں گیٹ بند کرنے کے بہانے سے ہٹایا ہی اس لیے تھا کہ اسے تازہ ہدایات دوں مگر تم خوش قسمت ثابت ہوئے اور وہ ماری گئی۔“

”مگر مجھ سے تمہیں کیا بیر ہے؟“

کلاوتی کے چہرے کا تاثر بھی بدل گیا۔ اس کی آنکھوں سے نفرت جھانکنے لگی۔ ”تم اتنی جلدی دوبارہ پیدا کیوں ہوئے؟ جبکہ میں ابھی پچھلا ہی جنم گزار رہی ہوں۔ یعنی اب ہمارا ملنا ناممکن ہوگیا۔“

”عجیب منطق ہے تمہاری۔“ کاظم نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ ”میں تو یہ کہوں گا کہ تم میرے بعد مر کیوں نہیں گئیں۔ مجھ سے محبت کا دعویٰ تو تمہیں تھا نا۔ اُس وقت مرجاتیں تو اب پھر میری ہم عمر ہوتیں۔ لاحول ولا.......... کیا خرافات ہے۔“

”بہرکیف، اب میں تمہیں زندہ.......... اور کسی کے پہلو میں نہیں دیکھ سکتی۔“

”دیکھو گی بھی نہیں۔ تمہیں تو پھانسی پر لٹکنا ہے۔ کتنے جرائم کا اعتراف کیا ہے تم نے..........“

"لیکن اس اعتراف کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔ پولیس کو یہ سب کچھ بتاؤ گے تو وہ تمہیں پاگل سمجھیں گے۔"

"ایسی بات نہیں" کاظم نے اپنی جیب تھپتھپائی۔ "یہ پوری گفتگو میں نے ریکارڈ کرلی ہے۔ میں ٹیپ ریکارڈر ساتھ لایا تھا۔"

کلاوتی کی آنکھوں میں ایک لمحے کو دیوانگی جھلکی۔ "اس کا مطلب ہے میں ہار گئی' اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "لیکن کوئی بات نہیں۔ اب میرے لیے موت کی کوئی اہمیت نہیں۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کچن کی طرف جانے لگی۔

"کہاں جارہی ہو؟" کاظم نے پوچھا۔

"آخری بار چائے نہیں پیو گے میرے ہاتھ کی؟"

کاظم اٹھ کر اس کے پیچھے چل دیا۔ وہ دروازے سے نکلا تو اس نے دیکھا کہ کلاوتی کچن میں داخل ہونے کے بجائے عقبی دروازے کی طرف بڑھ رہی ہے۔ "ٹھہرو' کلی دیوی۔"

کلاوتی نے پلٹ کر شرربار نظروں سے اسے دیکھا۔

"آگ لگانا پرانا شوق ہے نا تمہارا؟" کاظم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "وہی شوق پورا کرنے جارہی ہو لیکن واپس آؤ گی تو میں یہاں موجود نہیں ملوں گا۔"

"بہت چالاک ہو۔" وہ زہریلے انداز میں مسکرائی ۔ "میں تمہیں یہ ریکارڈڈ اعتراف لے کر یہاں سے نکلنے تو نہیں دوں گی۔"

"کیسے روکو گی مجھے؟"

"ایسے۔" یہ کہہ کر کلاوتی نے بلاؤز میں ہاتھ ڈال کر چھوٹا سا ریوالور نکال لیا۔

"لیکن اس طرح میری موت کو حادثہ تو نہیں ثابت کرسکو گی۔"

"میں نے کہا نا مجھے اپنی موت کی پروا نہیں۔" کلاوتی نے نفرت بھرے لہجے میں کہا "لیکن تمہارا مرنا بھی ضروری ہے۔ تاکہ ہم اگلے جنم میں پریمی بن کر مل سکیں۔"

کاظم کو احساس ہوگیا تھا کہ اب بچنا مشکل ہے۔ "یہ تمہاری گمراہی ہے۔ میں تمہیں بتادوں کہ یہ جنموں کا چکر خرافات ہے۔ میں کاظم ہوں' منظور نہیں اور یہ بھی سن لو کہ تم اپنی اس گمراہی کی ہی وجہ سے ماری گئیں۔ ورنہ منظور اور نازنین کی موت حادثہ ہی رہتی۔"

کلاوتی نے ریوالور اس پر تان لیا۔ وہ بڑی بے رحی سے مسکرائی۔ "یہ بحث اگلے جنم میں ہوگی۔" ریوالور کی لبلبی پر اس کی انگلی کا دباؤ بڑھنے لگا۔

کاظم نے سوچا' مرنا ہی ہے تو کچھ کرتے ہوئے کیوں نہ مرا جائے۔ وہ کلاوتی پر چھلانگ لگانے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ عقبی دروازہ اندر کی طرف دھکیلا گیا۔ کلاوتی دروازے کے قریب ہی تھی۔ وہ خود کو نہ سنبھال سکی اور گری۔ ریوالور سے فائر ہوا اور گولی چھت سے ٹکرائی۔ اگلے ہی لمحے کاظم نے کلاوتی کو قابو کرلیا۔ ریوالور کلاوتی کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔

دروازے کے عقب سے آسیہ نمودار ہوئی۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

"تم خیریت سے تو ہو؟" اس نے لرزتی آواز میں کاظم سے پوچھا۔

"لیکن تم یہاں کیسے؟"

"میں تمہارا پیچھا کرتے ہوئے یہاں آئی تھی۔ مجھے اندازہ ہوا کہ گڑبڑ ہے تو میں نے پولیس کو فون کردیا۔ پولیس آتی ہی ہوگی۔"

"تم نے میری جان بچالی۔" کاظم نے کہا۔

اسی لمحے عقبی دروازے سے ایک ایس آئی' دو کانسٹیبلوں کے ساتھ اندر آیا۔

☆==========☆==========☆

وہ دونوں ساحل پر بیٹھے تھے۔ موجیں ان کے پیروں کو چوم چوم کر واپس جارہی تھیں۔ سورج سمندر پر جھکتا چلا جارہا تھا۔

"تو کہانی ختم ہوگئی؟" آسیہ نے کہا۔

"نہیں۔ کہانی تو اب شروع ہوئی ہے۔" کاظم بولا۔ "مجھے آسکر میں شرکت کا دعوت نامہ ملا ہے' میرے ساتھ چلوگی؟"

"ضرور.......... لیکن ایک شرط پر۔"

"شرطیں بھی عائد کرنے لگیں؟"

"ہاں۔ تمہاری بیوی کی حیثیت سے چلوں گی۔"

"تو میری بھی ایک شرط ہے۔"

"مجھے ہر شرط منظور ہے تمہاری۔ کہو تو فلمی کیریئر کو ابھی سے خیرباد کہہ دوں۔"

"یہ بات نہیں۔ یہ فیصلہ تو جب بھی ہوگا' تمہارا اپنا ہوگا۔" کاظم کو احساس تھا کہ وہ

وہی بات کہہ رہا ہے، جو شاید منظور نے نازنین سے کہی تھی۔ "میری شرط تو یہ ہے کہ شادی آج ہی ہو گی۔"

"مجھے منظور ہے۔" آسیہ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ "نازنین کا رول تو میں ہی کروں گی نا؟"

"یہ تو طے ہے۔ آؤ، اب چلیں۔ وقت کم رہ گیا ہے اور درپیش کام بہت بڑا ہے...........شادی!"

آسیہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ سامنے سورج سمندر میں اتر گیا تھا۔